قصرِ علم
ٹونک کے کتب خانے اور ان کے نوادر
مرتبہ
(صاحبزادہ) شوکت علی خاں
ڈائریکٹر عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک

ترتیب

نام کتاب ـــــــ قصر علم ۔ ٹونک کے کتب خانے اوران کے نوادر

تعداد اشاعت ـــــــ ایک ہزار

مرتبہ ـــــــ (صاحبزادہ) شوکت علی خاں

کتابت و آرٹ ـــــــ سلیم و آصف فرقانی ٹونکی

اشاعت ـــــــ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک

طباعت ـــــــ خواجہ پریس دہلی

قیمت ـــــــ

ٹونک کی عظمت رفتہ اور ثقافت پارینہ، کی مقدس یاد کو زندہ و تابندہ رکھنے
والی اس کتاب کو میں اپنے جد امجد، بانیٔ کتب خانہ، خلد آشیاں

نواب محمد علی خاں بہادر

تیسرے فرماں روائے ٹونک کے نام نامی سے معنون کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں

جن کے

محامد علیہ اس ادارہ اور کتب خانہ کی ایک ایک کتاب کے سرورق، تمہید، اور عنوان
بنے ہوئے آج بھی ان کو اپنی اس قائم کردہ علمی آثار و سلطنت میں زندۂ جاوید دیکھ رہے ہیں

ان کی

علم دوستی اور ادب نوازی کے نقوش اور ہر چھان کے ان جمع کردہ لعل و جواہر سے قیمتی مخطوطات
ذلو ادر ایں اس طرح روشن ہیں جیسے آسمان میں کہکشاں یا عروس نوبہار کی مانگ میں افشاں

ہنوز آں ابر رحمت دُر فشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

شوکت

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	اہل قلم	صفحہ

فہرست کتب

نمبر	اسماء کتب	صفحہ
۲۲۸	سیر المتاخرین	۷۵، ۸۲، ۱۱۵
۲۲۹	سیر منظوم فارسی	۲۷۲، ۲۷۹
۲۳۰	السیف الماضی لقطع القول لمنکر انشقاق القمر فی الماضی	۲۸۸
	(ش)	
۲۳۱	شاہ جہاں نامہ	۷۵، ۸۲، ۱۲۲
۲۳۲	شجرہ سید احمد شہید	۳۰۷
۲۳۳	شرح آداب القضاء للخصاف	۲۱۰
۲۳۴	شرح الفیہ ابن مالک	۷۸
۲۳۵	شرح ایساغوجی	۸۰
۲۳۶	شرح ایساغوجی للسکاکی	۲۴۳
۲۳۷	شرح بوستان سعدی	۲۵۹
۲۳۸	شرح جامع صغیر اردو	۲۹۰
۲۳۹	شرح جامی	۲۶۱، ۲۴۲
۲۴۰	شرح الحماسہ	۱۶۷
۲۴۱	شرح دیوان ابی تمام	۷۹
۲۴۲	شرح خمسہ شمس العین دیکھو خمسہ	
۲۴۳	شرح سفر السعادۃ	۲۲۱
۲۴۴	شرح سکندر نامہ بری	۲۹۰
۲۴۵	شرح شمائل ترمذی	۶۰، ۶۱
۲۴۶	شرح شمائل نبوی	۱۷۰، ۲۲۴

نمبر	اسماء کتب	صفحہ
۲۴۷	شرح صرف میر	۷۷
۲۴۸	شرح عقائد النسفی	۲۳۲
۲۴۹	شرح فصوص الحکم	۲۳۳
۲۵۰	شرح قانون از گیلانی	۲۴۹
۲۵۱	شرح قرآن السعدین	۲۵۹
۲۵۲	شرح قصائد خاقانی	۷۹
۲۵۳	شرح ذہب الشکر نظم نخبۃ الفکر	۲۳۹
۲۵۴	شرح قصیدہ بانت سعاد	۲۴۰
۲۵۵	شرح قصیدہ بردہ	
۲۵۶	شرح مأۃ عامل	۲۴۲
۲۵۷	شرح مراح الارواح	״
۲۵۸	شرح سلم الثبوت	
۲۵۹	شرح مشکوٰۃ دیکھو طیبی	
۲۶۰	شرح مصابیح السنۃ	۲۲۰
۲۶۱	شرح میزان الصرف	۲۹۰
۲۶۲	شرح نصاب الصبیان	۷۸، ۲۹۰
۲۶۳	شق القمر لمعجزہ سید البشر	۲۸۸
۲۶۴	شمائل الترمذی	۵۹، ۲۲۱
۲۶۵	شمس العلوم	۷۸، ۱۶۸
۲۶۶	شمس العین مع شرح دیکھو خمسہ	
۲۶۷	شمشیر اسلام دیکھو علی نامہ	
۲۶۸	شمع الفراکن	۲۶۲
۲۶۹	شوکت الاسلام اردو (ترجمہ فتوحات واقدی)	۲۴۲، ۲۱۲
۲۷۰	شوکت صدیقی فارسی (کتاب الردت)	۲۴۲، ۲۴۴

پیش گفتار

شمع کو ہے جس طرح جانسوز پروانوں پہ ناز
ٹونک کو ہے اس طرح اپنے کتبخانوں پہ ناز

(بہار ٹونکی)

عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے تاریخی جشن افتتاح کے موقع (۱۳ مارچ ۱۹۷۹ء) پر یہ شعر میں نے انسٹی ٹیوٹ کے سجے دھجے ڈسپلے سیکشن میں وصلی پر لکھا تھا آج اس کی تعبیر اس کتاب میں دیکھ رہا ہوں یہ ٹونک کے کتب خانوں اور ان کے نوادر کا ایک جائزہ، ایک تنقیدی تبصرہ اور ایک تاریخی مطالعہ ہے۔

شوکت علیخاں نے نہ صرف ٹونک بلکہ راجستھان کی علمی ادبی اور ثقافتی تاریخ کے گمشدہ اوراق کو یکجا کر کے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ کلچرل ہیریٹیج ٹونک کے شاندار ماضی کی حسین یادگار اور راجستھان کے مستقبل کی امانت ہے۔ ایک طرف اگر ٹونک کے نوابِ رنگین کی داستان ہے تو دوسری طرف راجستھان کی عظمتِ رفتہ کی تعبیر رنگیں بھی اس کتاب کے اوراق میں جلوہ گر ہے

مجھے فخر ہے کہ میں نے اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ایک آزاد و خود مختار ڈائریکٹریٹ بنانے میں اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ جس کا یہ ادارہ مستحق تھا۔ جو عربک پرشین کنز کو ہندوستان سے قریب تر لانے میں، نمایاں کارنامہ انجام دے گا ——— شوکت صاحب واقعی ایک لائق، فائق، ادیب محقق اور جینئس آدمی ہیں جنہوں نے ٹونک کا نام راجستھان میں اور راجستھان کا نام ہندوستان میں روشن کر کے ہندوستان کے عربی فارسی کلچرل ہیریٹیج کو پورے عالم اسلام میں روشناس کرایا۔ مجھے امید ہے ان کی مرتبہ یہ کتاب اہل ذوق اور اہل علم طلب سے خراج تحسین حاصل کرے گی۔

گوپال کرشن بھانوت
چیف سکریٹری راجستھان جے پور

اظہارِ تشکر و امتنان

حمد و صلوٰۃ کے بعد ——— خدائے رحیم و کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں ہمیں یہ پُرمسرت موقع مرحمت فرمایا۔ کہ ہم آج عربی و فارسی ریسرچ ڈائرکٹریٹ کے اشاعتی پروگرام کے تحت اردو زبان میں انسٹی ٹیوٹ کی پہلی کتاب "قصرِ علم" کے نام سے زیورِ طبع سے آراستہ کرکے منظرِ عام پر لانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ

یہ حقیقت ہے کہ اگر فضلِ ایزدی ہمارا مساعد نہ ہوتا تو یہ مشکل کام اس قدر جلد منصۂ شہود پر آنا محال تھا۔ جس فضلِ ایزدی کے سبب یہ ادارہ معرضِ وجود میں آیا۔ اسی کے فضلِ خاص سے یہ کتاب اشاعت پذیر ہوئی۔ سچ ہے۔ ؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس وقت مجھے اپنے محترم اور ٹونک کے بزرگ صوفی استادِ سخن، مولائی، مرشدی، سیدی حضرت مولانا سید محمود الحسن صاحب صوفی ٹونکی کی یاد بھی بے ساختہ آرہی ہے جن کی دعائیں اس ادارے اور میری ترقی کی ہمیشہ ضامن رہیں آج سے دس سال قبل مرحوم نے مجھ حقیر کو ڈائرکٹر اور اس ادارہ کو ڈائرکٹریٹ بنائے جانے کی پیش گوئی فرمائی تھی اور اپنے دلی احساسات کو اس طرح شعر کے قالب میں ڈھال کر مجھ پر اپنے الطاف و اکرام کی بارش کر دی تھی ؎ باب دیارِ علم کہا ہے حضور نے — دراصل قصرِ علم کی شوکت علی سے ہے

ان کے متعلق میرا یہ نذرانۂ عقیدت رسمی نہیں بلکہ خلوص و عقیدت کے گلہائے عطر سے مہکا ہوا وہ حقیر تحفہ ہے جو ان کی مقدس روح کو انشاء اللہ سرور و کیف پہنچائے گا۔

اس کے بعد میں اپنے والدِ بزرگوار محترم جناب صاحبزادہ ادریس علی خاں صاحب مدظلہ کی بارگاہِ شفقت میں

بصد ادب با صد شکر و سپاس سر نیاز مندی خم کرتا ہوں جن کی بے پایاں پدرانہ شفقتیں، نوازشیں اور دعائیں قدم قدم پر میرے شامل حال رہیں سچ پوچھئے! تو مجھے ان کی مستجاب دعاؤں نے ہی اس مقام تک پہنچایا ہے

ناسپاسی ہوگی اگر اس کتاب کی اشاعت کے موقع پر عالی جناب بھیروں سنگھ شیخاوت سابق وزیر اعلیٰ حکومت راجستھان اور عالی جناب گوپال کرشن بھانوت چیف سکریٹری راجستھان کا شکریہ ادا نہ کیا جائے جنھوں نے اس ادارہ کو ایک آزاد ڈائرکٹریٹ بنا کر عربی فارسی علوم کی قدر شناسی اور اپنی علم دوستی کا مظاہرہ حق ادا کیا بلکہ دنیائے علم و فن میں راجستھان کے نام کو تابندہ تر اور درخشندہ تر بنا دیا۔ اگر نواب محمد علی خاں اس ادارہ کی روح رواں ہیں تو بھانوت صاحب یقیناً اس کے جان جاناں

اس کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے سابق وزرائے تعلیم عالی جناب ڈاکٹر سید نور الحسن صاحب، اور ڈاکٹر پی سی چندر، نیز راجستھان کے سابق ریاستی وزیر جناب سید فاروق حسن صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا اولین فرض سمجھتا ہوں جن کی خصوصی توجہ اور مساعی جمیلہ کی بدولت یہ ادارہ منازل ترقی طے کرتا رہا۔ اس کے عروج و فروغ میں ان معزز و محترم وزرائے تعلیم نے جو خصوصی الطاف بے پایاں اس ادارہ پر فرمائے ان کے شکریہ کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں

ایک اور اہم شخصیت میرے شکر و سپاس کی مستحق ہے جس کا نام لیتے ہوئے میرا قلم ادب سے جھک جاتا ہے۔ وہ ہیں جناب ڈاکٹر کپیلا وتسیاین صاحبہ جوائنٹ ایڈوائزر وزارت تعلیمات حکومت ہند آپ کی نظر کرم کا بھی دل سے معترف ہوں جو اس ادارے کے فروغ کے لئے ہر وقت سرگرم عمل رہتی ہیں۔

آخر میں اپنے کرم فرما مولانا محمد عمران خاں صاحب کا بھی شکر گزار ہوں جو ہمیشہ انتہائی ہمدردی سے ہر کام میں میرے معاون رہے اور اس کتاب کی تصحیح اور فہرست سازی کی ذمہ داری کو قبول کیا اور اس طرح مجھے ایک بڑے درد سر سے بچا لیا۔

اسی طرح میرے مہربان مکرم سید منظور الحسن برکاتی اور جناب مولانا سید قاضی الاسلام صاحب

کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جن کی مساعی جمیلہ مجھے اور اس ادارہ کو چمکانے میں ہمیشہ سرگرم عمل رہیں برکاتی صاحب نے اس کتاب کی پیش گفتار بعنوان "ایک خواب جو حقیقت بنا" لکھ کر اس کی اور میری وقعت بڑھا دی ہے۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے ادارہ کے رفقاء و احباب کا شکریہ ادا نہ کروں جن کے بھرپور تعاون سے میں اس کام کی انجام دہی کا اہل بنا۔ رفقاء کار میں جناب مولانا سید عبدالقادر ترکستانی استاذ السلطان نواب محمد اسمٰعیل علی خاں قاجر مرحوم فرماں روائے ہم قوم ٹونک جناب حمید اللہ خاں صاحب عزیزم صاحبزادہ عبدالحی خاں (استاذ ادا میم) کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

سب سے آخر میں میں اپنا نذرانۂ عقیدت اپنے استاد محترم جناب صاحبزادہ عبدالمنعم خاں صاحب کو پیش کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں جن کے فیض صحبت و تعلیم و تربیت نے مجھے قلم پکڑنا سکھایا۔

جناب قاری سلیم اللہ صاحب واصف فرقانی بھی تہ دل سے میرے شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے اس کتاب کی کتابت میں اپنے فن کا پورا پورا مظاہرہ کیا۔ اور مختلف خطوں کے نمونوں اور رنگا رنگ تزئین کاری گلکاری کے ذریعہ اس کتاب کے صفحات کو رشک گلزار بنا دیا۔

اس کے ساتھ ہی وہ تمام اہالیانِ ٹونک بھی شکر و سپاس کے مستحق ہیں جنھوں نے دامے، درمے قدمے، سخنے اس ادارے کی سرپرستی فرما کر شوکت نوازی کا ثبوت دیا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیرا الجزاء

ممنون کرم
شوکت علی خاں

نے آئی۔سی۔ایچ۔آر پروجیکٹ میں ٹکنیکل اسسٹنٹ ہیں۔

ایک خواب جو حقیقت بنا!

مولانا سید منظور الحسن صاحب برکاتی - لکچرر دار العلوم خلیلیہ نظامیہ ٹونک راجستھان

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

کارساز حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے وہی کاموں کو بناتا اور آرزوؤں اور امیدوں کو پوری کرتا ہے۔ وہ کسی کی مخلصانہ کوششوں اور محنت کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ بس ضرورت اس کی ہو کہ یقین محکم کے ساتھ عمل پیہم بھی ہو۔ ایک وقت وہ تھا۔ جب کہ ٹونک کے اس نادر الوجود قدیم کتب خانہ کو عربی فارسی ریسرچ ڈائرکٹریٹ کے روپ میں دیکھنے کی آرزو اور تجویز ایک خوش آیند حسین خواب سے زیادہ نہ تھی لیکن جب خدا کے فضل و کرم سے یہ حسین خواب حقیقت بنا اور وہ دل خوش کن آرزو اور تجویز عملی جامہ پہن کر سامنے آئی تو جو لوگ اس کو گونگے کے خواب اور مجذوب کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہ دیتے تھے انگشت بدنداں رہ گئے۔ حکومت راجستھان کے فراخ دل اور علم دوست چیف منسٹر اور چیف سکریٹری صاحب نے عربی فارسی کے عالموں اور دانشوروں کو جب یہ خوشخبری سنائی اور حکومت کے اس اہم اور تاریخی فیصلہ سے ارباب علم کو مطلع کیا تو ٹونک ہی نہیں بلکہ ملک کے تمام ہی حصوں کے محققین و مورخین اور عربی فارسی علوم سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و دانش نے اس اقدام کی تحسین و ستائش کی اور ہر علمی حلقہ نے اس بات پر مسرت کا اظہار کیا۔

ٹونک چونکہ علم و ادب کا مرکز رہا ہے اور اہل فضل و کمال کا منبع نیز آج بھی دنیائے علم و ادب میں اور عربی فارسی حلقوں میں اس کی ساکھ باقی ہے اس لئے راجستھان کے اس شیراز صفت شہر کو عربی فارسی کا صوبائی مرکز قرار دینا فطری طور پر اہل علم کے لئے مسرت و اطمینان کا سبب بنا۔

قدیم علوم پر مشتمل ہزاروں مخطوطات اور نوادرات کا جو قدیم کتب خانہ آج سے سو سال قبل ٹونک کے تیسرے فرماں روا امین الدولہ نواب محمد علی خاں جنت آرامگاہ نے قائم فرمایا تھا وہ عروج و زوال کے مختلف ادوار سے گزرتا ہوا آج عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان کے نام سے ایک ترقی یافتہ شکل میں اس کے جواں ہمت ڈائرکٹر صاحبزادہ شوکت علی خاں کی نگرانی اور انتظام میں ایک اہم علمی و ادبی مرکز کے طور پر علم و فن کے فروغ کا سبب بنا ہوا ہے۔ بادی النظر میں یہ مخطوطات و نوادرات کا ایک انمول و نایاب ذخیرۂ کتب ہے لیکن اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو یہ تصنیفی و تالیفی مرکز بھی ہے اور علم و فن کا ایک اشاعتی ادارہ بھی اور نہ صرف اشاعتی ادارہ بلکہ "ریسرچ اسکالرس" کے لئے ایک تحقیقی و تاریخی حوالہ جاتی مخزن و منبع بھی۔ یہاں سینکڑوں کتابیں ایسی موجود ہیں جو تاریخ اور دوسرے علوم و فنون پر کام کرنے والوں کے لئے مستند ماخذ کے طور پر کام آتی رہتی ہیں اور جن سے صدہا تشنگان علوم فیضیاب ہوتے رہتے ہیں

اس ادارہ کی حقیقی عظمت و اہمیت اور اس میں موجود مخطوطات کی فضیلت و برتری کا اندازہ ایک حد تک ان مضامین و مقالات سے لگایا جا سکے گا جو زیر نظر کتاب میں شامل ہیں۔ ایک عرصہ سے ارباب علم و تحقیق کو انتظار تھا۔ ان کی خواہش تھی۔ اور خود صاحبزادہ شوکت علی خاں کی دلی آرزو اور کوشش تھی کہ جلد سے جلد اس ادارہ اور اس کتب خانہ کی تفصیلی تاریخ اس کے خاص خاص نوادرات و مخطوطات کا تعارف اردو زبان میں کتابی صورت میں شائع ہو لیکن حالات کی ناسازگاری اور وسائل کا فقدان اس ارادہ کو اب تک عملی جامہ نہ پہنا سکا تھا۔ بارے خدا کا شکر ہے کہ ایک مدت کے مد و جزر کے بعد یہ گوہر تابناک بحر علم کی گہرائیوں سے نکل کر سطح آب پر آیا ہے اور اس کتب خانہ کے ساتھ ساتھ ٹونک کے دوسرے چھوٹے بڑے کتب خانوں سے متعلق اہل قلم کے مضامین و مقالات یکجا کتابی صورت میں طبع ہو کر منظر عام پر آ رہے ہیں۔ اگرچہ "ہر کہ سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں" بہرحال افادیت و اہمیت کے لحاظ سے ان مضامین کی اشاعت کی سخت ضرورت تھی ان کو شائع کر کے ادارہ عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے ایک عصری تقاضہ کو کسی حد تک پورا کیا ہے ان کی حیثیت "مشتے نمونہ از خروارے"

کی ہے۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ وسیع سے وسیع تر پیمانہ پر جاری رہے گا۔

گماں مبر کہ بپایاں رسید کار مغاں ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

آج جبکہ اس ادارہ کے متعلق مضامین و مقالات کتابی شکل میں شائع کئے جارہے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بطورِ اعترافِ خدمت اور اظہارِ تشکر کچھ اس کے ناظم اعلیٰ، اس کے مخلص فعال ڈائرکٹر اور اس کو اور سنوارنے والے کی اُن خدمات کا تذکرہ کر دیا جائے جو انھوں نے اس کی توسیع و ترقی کے سلسلہ میں انجام دی ہیں

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اس ادارہ کو جو یہ مقام عروج حاصل ہوا ہے وہ اس کے ڈائرکٹر صاحبزادہ شوکت علی خاں کی بے لوث مساعی اور انتھک جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ شوکت صاحب نے بڑی دماغ پاشی دل سوزی اور شبانہ روز جانفشانی سے اس ادارہ کی بدحالی دور کرنے اور اس کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کیلئے اسکیمیں بنائیں تجاویز مرتب کیں اور اہلِ علم و دانش اور اربابِ فکر و فن کو اپنا رفیقِ کار و معاون اور دست و بازو بنا کر ان کی کامیابی کے لئے کوششیں کیں جس کی وجہ سے یہ ادارہ آج راجستھان کے افق پر آفتاب نصف النہار کی شکل میں درخشاں نظر آرہا ہے۔ اور ڈوبتا ہوا جو انقلابات زمانہ و تغیرات حالات کے باعث اپنی مرکزیت اور اپنی امتیازی خصوصیات کو ایک ایک کرکے کھوتا جا رہا تھا، اس کی بہاریں خزاں رسیدہ ہو رہی تھیں۔ شوکت صاحب ہی کی مسلسل و پیہم اور مخلصانہ جدوجہد کے طفیل اس خزاں رسیدہ چمن کی بہاریں واپس لوٹ آئی ہیں۔ اور اس ادارے کے باعث یہ سرزمین پھر سے مرجع اہلِ علم بنی ہے۔

ایک دور وہ تھا۔ اس ادارہ کے شوکت صاحب ہی تنہا افسر تھے، شوکت صاحب ہی کلرک وہی اس کے چوکیدار تھے تو وہی نگراں الغرض ان کی حیثیت "خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ" کی تھی لیکن آج خدا کا شکر ہے کہ وہ ڈائرکٹر جیسے جلیل القدر عہدہ پر سرفراز ہیں اور ان کے ماتحت اس ادارہ کے مختلف شعبوں میں ایک معقول عملہ کام کر رہا ہے جن میں ایک نہیں، دو، دو سرویئر ہیں۔ کاپیسٹ بھی ہیں۔ کوٹرانسلیٹر بھی، ٹائپسٹ بھی ہیں تو اکاؤنٹینٹ بھی، جلد ساز بھی ہیں تو چوکیدار اور چپراسی بھی۔

پھر بیکران کی سپروائزری میں این ایس ڈی کے وظائف یاب ایک نہیں دو نہیں چھ اسکالرس تحقیقی و تدوینی کام میں معروف ہیں۔ تصنیف و تالیف کا کام الگ ہو رہا ہے اور انگریزی اور دوسری زبانوں کیٹلاگنگ کا پروجیکٹ علیحدہ چل رہا ہے۔ فرنیچر کا معقول انتظام ہو گیا ہے۔ خاص خاص نادر اور تاریخی اہمیت کی حامل کتابیں الماریوں سے نکل کر حسین و خوبصورت شوکیسوں میں آراستہ نظر آ رہی ہیں حسین و خوبصورت بلند و بالا شوروم، شوکیسوں کی قطاروں، خوشنما و خوشخط وصلیوں، حسین و جاذب نظر معلوماتی چارٹوں سے مزین ہے والیان ریاست کی قد آور تصویریں سنہری، روپہلی فریموں میں آویزاں ہیں۔ جن کے نظارہ سے ارباب ذوق نہ صرف لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ بہت کچھ معلومات لے کر جاتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ **شوکت** صاحب کو اس ادارہ سے ایک قسم کا جذباتی تعلق ہے وہ اس کو اسلاف کی پاکیزہ میراث تصور کر کے سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، اور ہر وقت اس کی اصلاح و تنظیم، اس کی فلاح و بہبود اور اس کی تزئین کاری میں لگے رہتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ انھوں نے اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ اس ادارہ کی ترقی اور برتری کے لئے وقف کر رکھا ہے وہ سفر کرتے ہیں تو اسی کی فلاح و بہبود کے لئے، وہ حضر میں ہوتے ہیں تو اسی کی ترقی کی اسکیموں کی تیاری میں مصروف گویا اس ادارہ کی برتری و ترقی ان کا مقصد حیات ہے۔

شوکت صاحب بانی ریاست **نواب امیر الدولہ** کے خاندان کے ایک ہونہار باصلاحیت ممتاز فرد ہونے کے ساتھ ساتھ امیر الدولہ کے خسر اور ان کے دوش بدوش جنگ آزادی میں حصہ لینے والے اخوندزادہ محمد ایاز خاں کے مایۂ ناز اخلاف میں سے ایک ہیں۔ اگر اخوند صاحب نے نواب امیر الدولہ کے ساتھ کارہائے شجاعانہ انجام دے کر ریاست ٹونک کی بنیاد کو مستحکم کیا تھا تو ان کے ایک خلف **شوکت علی خاں** نے **نواب امیر الدولہ** کے پوتے **نواب محمد علی خاں** کی قائم کردہ علمی ریاست (کتب خانہ) کی نیو کو نہ صرف مستحکم و مضبوط کیا بلکہ اس کی توسیع و ترقی میں تن من دھن کی بازی لگا رکھی ہے۔

ان کی ان ہی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کل ہند کانفرنس اردو اساتذہ منعقدہ ٹونک کے موقعہ پر

ہونے والی ایک تقریب میں ٹونک کے اہل علم نے اپنے پیش کردہ سپاسنامہ میں کہا تھا۔

"سیف و قلم کا ہمیشہ سنجوگ رہا ہے، آپ کے صاحب سیف اسلاف نے نوک شمشیر بڑے بڑے سنگین اور ناقابل تسخیر قلعے فتح کئے ہیں۔ اور ان کی حفاظت اور قلعداریاں کی ہیں خالق کائنات آپ کو صاحب علم بنایا ہے آپ نے اپنے جادو نگار قلم کے ذریعہ ایک ایسے قلعہ کو فتح کیا ہے جو علم و حکمت، تاریخ و آثار ادب و شعر کے بیش بہا جواہر سے معمور ہے اور ایسے قلعہ کی قلعداری آپ کے سپرد ہے جس کے دامن میں قیامت تک اصحاب علم و فن اور ارباب فکر و تحقیق منفعت اور افادہ حاصل کرتے رہیں گے۔"

بلا شبہ شوکت صاحب اس انسٹی ٹیوٹ کے افسر اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک رنگین انشاء پرداز ہیں تحقیقی مقالہ نگاری انگریزی وار دو سیمیناروں و سمپوزیموں ہسٹری کانگریس کی نشستوں میں ان کی شرکت اور ادبی و تاریخی و تحقیقی عنوانات پر ان کی مقالہ خوانی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ان کا تاریخی مطالعہ بہت وسیع ہے وہ اکثر تاریخی موضوعات پر قلم برداشتہ مضامین لکھ ڈالتے ہیں گویا ہندوستان کی تاریخ حفظ برزبان ہے پیش نظر کتاب میں ان کے تاریخی و تحقیقی کئی مقالے شامل ہیں اور کتاب کے شروع میں ان کا بڑا تفصیلی، جامع اور ہمہ گیر مقدمہ ہے جو ان کی بے پناہ معلومات اور ان کے اسلوب نگارش کا ترجمان ہے۔

بہرحال کتب خانہ، یا ڈائرکٹریٹ، یا عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ جو چاہے آپ نام دیدیجئے۔ آج دنیا بھر کے ان چند گنے چنے عالی شان کتب خانوں میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے جن کے گراں قدر نوادر کی زیارت کے لئے ارباب علم و تحقیق دور و دراز کا سفر اختیار کر کے یہاں آتے اور اپنی تشنگی ذوق کی سیرابی کا سامان پاتے ہیں۔

اللہ کرے یہ علم کدہ تا روز ابد آباد رہے،
ہر آفت سے محفوظ رہے، ہر خدشے سے آزاد رہے

آتشِ کارواں

بہ تقریبِ جشنِ افتتاحِ ادارۂ تحقیقاتِ عربی و فارسی ٹونک

بہ لطفِ نگاہ محبِ گرامی قدر صاحبزادہ شوکت علیخاں ناظمِ اعلیٰ

ہندوستان کے مایۂ ناز ادیب و محقق جناب ڈاکٹر تنویر احمد علوی ریڈر شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی نے اس ڈائرکٹریٹ کی جشنِ افتتاح کے موقع پر اس ادارہ اور ٹونک نیز ٹونک کی ایک مقبول صنفِ شاعری چاربیت کے بارے میں اپنے تاثرات و احساسات کا اظہار ایک فارسی نظم میں فرمایا تھا۔ یہ معرکۃ الآرا نظم اپنی اہمیت کے اعتبار سے ایک تاریخی نظم ہے اس ٹونک عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سے شائع ہونے والی اس پہلی اردو کتاب میں اس نظم کو بطورِ خاص شامل کیا جا رہا ہے۔ اراکین ادارہ ہٰذا اور اربابِ ٹونک تنویر علوی کے ان پرخلوص و عقیدتمندانہ جذبات کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور بصمیمِ قلب ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں (ایڈیٹر)

ٹونک آں منزلِ وفا کیشاں ❀ **ٹونک** آں رہ گزارِ دل ریشاں
داستانے زِ رفتگاں ماندہ ❀ آتشے چوں زِ کارواں ماندہ
ہر بہیرے و بنگہے کیں جاست ❀ یادگارے زِ ترک و تازی ماست
بے نیازِ زمام و راحلہ ہا ❀ چوں جرس ہم نوردِ قافلہ ہا
تیغ داراں شہیدِ ناز ایں جا ❀ غازیاں را صفِ نماز ایں جا
سخن از درد و داغہا دارد ❀ ہم بدستش چراغہا دارد
گوہرے چوں بہ حلقۂ گرداب ❀ ہم چوں شمعے بہ سایۂ محراب
نقشِ فرمائے بر جبیں دارد ❀ یدِ بیضا در آستیں دارد
ٹونک ای شہرِ شیشہ وسنداں ❀ **ٹونک** ای مرکزِ ہنرمنداں
چوں گلِ لالہ داغ سامانے ❀ ہم چوں صبحے بہ چاکِ دامانے
سازو برگِ دلِ فگارے ہست ❀ دستِ گل خوردۂ بہارے ہست

حسنِ برگِ گلے بہ طنازی ❀ کاں بریشم کند نمد سازی
سادہ کارش بدست پرکارے ❀ بگریباں نہفتہ زنارے
نقشِ بنارے بہ کام دانی ہا ❀ حسن لطفے بہ جام دانی ہا
ہم چوں شبنم بہ شیشۂ سمنے ❀ چوں نگارے بگوشۂ چمنے
چوں عروسے بہ جلوہ سامانی ❀ چوں گل تر بہ پاک دامانی
چار بیتے کہ حرف و افسونے ست ❀ ضربِ فرہاد و رقص مجنونے ست
چوں مصافے بہ تیغ و میدانے ❀ چوں طوافے بکوئے جانانے
ہم چوں دستاں سرا خوش آہنگے ❀ پائے کوباں بہ ضربِ مہ چنگے
نغمہ خواناں بہ جوشش و مستیہا ❀ دف نوازاں بہ تیز دستیہا
ساز بر دوش ہم چوں موجِ رواں ❀ ہم چوں گرداب شعلۂ بیما
چوں حریفانِ مست می آیند ❀ تیغ و خنجر بدست می آیند
شعرہا شکوہ ہا شکایت ہا ❀ شکرہا لطف ہا حکایت ہا
شعلہ ہا ہم چوں جام می رقصند ❀ تیغ ہا بے نیام می رقصند
ٹونک آں بزم خوش کلاماں ❀ خوش نگاہان و گل بداماناں
فکر و فن را چوں مردم دیدہ ❀ آگہی را عیار سنجیدہ
شعر و افسانہ را روایت ہا ❀ نقد و تحقیق را درایت ہا
بہ عبارت چناں اشارتے ❀ بہ اشارت چناں عبارتے
ہم بصورت درے دبستانے ❀ ہم بہ معنیٰ دلیل و برہانے
بہ لطافت چوں شیشۂ عسلے ❀ بہ صفا چوں سفینۂ غزلے

هم چوں شاخِ گل از چمن زارے — عندلیبے چوں از چمن زارے
بہ قفس آشیاں حذر کردہ — هم بدوشِ صبا سفر کردہ
بہ سنہری محل چوں می آئی — بہ شبستانِ حسن و زیبائی
چوں بہشتے بخواب می بینی — از رخِ ماہتاب گل چینی
چوں گریبانِ غنچہ خوش رنگے — هم چوں سازے انجمن آہنگے
هم بہ ترصیع چوں بدخشانے — هم چوں ماہِ مبیں درخشانے
هم چوں شاخ گُلے بہ تزئینے — هم چوں موجِ گہر خوش آئینے
هم چوں روئے نگار خوش تابے — چہ در آئینہ عکسِ مہتابے
سقف و محراب زرنگار ایں جا — ہست افسانۂ بہار ایں جا
چہ قدر نقشِ دل نشینے ہست — هم چو فردوسِ بر زمینے ہست
بہ **جلوخانہ** چوں گذر داری — هم بہ لوح و قلم نظر داری
کاں بالآخر ادارہ شدہ است — دیدہ ہا را اشارہ شدہ است
شہرِ جاں بخاکِ او زندہ — داغِ دل ہم چوں ماہ تابندہ
حرفِ شیریں ز علم و فن ایں جا — صد چراغے ز انجمن ایں جا
هم چوں شہرے خجستہ آئینے — صد کتاب و ورق بہ تزئینے
صفحہ ہا ہم چوں نورِ ایمانے — نقش ہا چوں حدیث و قرآنے
حکمت و شعر را خزینہ درو — قدر و معیار را سفینہ درو

چوں سرائے ز حسنِ انجمنے
تا بہ ایران می رود سخنے

ڈاکٹر تنویر احمد علوی

مقدمہ

تاریخ انسان کو دانا بینا اور واقف و بانش بناتی ہے۔ شواہد و حقائق کے ساتھ استدراک علم و حکمت،
استدلال اور فکر و تنقید دیتی ہے۔ انتقالِ مکانی اور انتقالِ زمانی کے باوجود بھی مردہ کرداروں میں توانائی
اور حرکت و تحرک بخشتی ہے۔ گویا ماضی کے بحرِ زخار میں کھو کر ان کو سیکھنے کی جستجو تاریخ کا مزاج ہے لیکن ماضی کے ان اوراق
میں ہر دور اور ہر زمانہ کی تصویر کشی بھی تاریخ کا مذاق سلیم ہے۔ واقعات و شواہد سے دفتر کے دفتر پیدا ہو جاتے ہیں یہاں
زمانے کروٹیں بدلتے، انقلابات سانسیں لیتے اور عہد اور قرن بدلتے دکھائی دیتے ہیں۔

تاریخ کا مزاج کائنات کو اتنا محیط ہے کہ اس کی ہر شے بولتی نظر آتی ہے۔ حدود متعین ہوتے ہیں عہد و
قرن بنتے ہیں ادوار و ازمنہ وضع ہوتے ہیں سنگ ہائے میل نصب ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ کھنڈرات آلہ و اعلام
در و دیوار نقش و نگار اور خشتہائے قدیم بولتے دکھائی دیتے ہیں۔ ذرہ ذرہ اپنے زمانوں کا آئینہ بن کر تاریخ کی روداد
کرتا دکھائی دیتا ہے۔ کہیں زمانہ خود تاریخ بن جاتا ہے اور کہیں تاریخ زمانہ بن جاتی ہے۔ صنادید عجم کی زبانی ہو کہ شواہد و حقائق
کی ترجمانی تاریخ ہر نقش میں مرتسم اور منقش نظر آتی ہے کسی قوم کی کہانی ہو کہ ملک و ملت کی ترجمانی فرقے، طبقے، زبان
علم و حکمت، شعر و سخن، فکر و فہم اور گفتار و کردار کی بات ہو سب میں تاریخ چھائی ہوئی ہے۔ کہیں علم و حکمت کی اقدار
متعین کرتی ہے تو کہیں تہذیب و تمدن کی جلوہ نمائی کرتی ہے کہیں شواہد و حقائق پر تبصرہ کرتی ہے تو کہیں قوموں کے
اور ملکوں کے عروج و زوال کا جائزہ اس انداز سے لیتی ہے کہ قوم اور ملک اپنے رنگ و بو، مزاج و رفتار اور
گفتار و کردار سے آشکارا ہو جاتے ہیں۔

ارتقائے انسانیت سے لے کر نباتات، حیوانات اور جمادات تک کی تاریخ مرتب کی جاتی ہے۔
انسان کے شعور کی تاریخ، اس کے قول و فعل، اس کے ذہنی ارتقاء اور علم و حکمت کی تاریخ یہاں تک کہ انسان

کے احساسات و انتشارات اور اس کے ایک ایک جذبے کی تاریخ ڈھالی جاتی ہے۔ جذبات کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ حسیات اور معقولات و منقولات تک کو احاطۂ تاریخ سے باہر نہیں کیا جا سکتا ہے۔

تاریخ صرف سلاطین اور ممالک کے عروج و زوال ہی کے حالات میں مقید نہیں ہے۔ بلکہ آثار و اعلام، اسباب و علل اور تنقید و تحقیق کی روشنی میں زمانے کے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ اور معاشرے اور طبقات و عمرانیات کا مطالعہ بھی اسی سے متعلق ہے۔

اس کا دامن اتنا وسیع و عریض ہے کہ سلفیات و عتقیات، مسکوکات و مخطوطات اور مکتوبات سب پر تاریخ چھائی ہوئی ہے۔ فنون لطیفہ ہوں کہ جمالیاتی آئین فکر، مکارم اخلاق ہوں کہ معاشرتی نظام زندگی، علم و حکمت کے باب ہوں کہ عقل و عمل کی بیدار طاقتیں، عقول عشرہ ہوں کہ مذہبی، معاشی اور سماجی تحریکات سب میں تاریخ جلوہ گر، سب سے تاریخ نمایاں اور سب کو تاریخ محیط ہے۔

ہر زمانے اور ہر دور میں مختلف القسم مآخذ، تاریخ کو بناتے ہیں کسی دور میں پتھر، چٹانیں، کھنڈرات اور شجریات و حجریات اور جمادات اپنے اپنے دور کی تصویریں لئے تاریخ بناتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں تحریریں، قلم کی مدو رکشتیں، حرکات جلی و خفی، اس کے دامن اور دائرے، نوک پلک، زمانے کی رفتار و سمت اور قوموں کے مزاج و عقل و کردار کو سموئے ہوئے تاریخ کا سرمایہ حیات نظر آتی ہیں

قلم کی رفتار انسان کی تاریخ کی امین و محافظ ہے جب سے تحریر ایجاد ہوئی ہے۔ انسان کے شعبہ ہائے زندگی کی ہر ہر پہلو سے اور ہر ہر زمانے میں تحریر نے تصویر لی ہے۔ وہ کہیں اشک بن کر یاد کی شکل میں ٹپک پڑی۔ کہیں آہ بن کر نامراد عاشق زار کے جذبات میں رونما ہو گئی کہیں یادداشت بن کر قوم و ملت کے دل و دماغ پر مرتسم ہو گئی۔ کہیں وہ شاعر کی فکر میں ڈھل گئی تو کہیں مصور کے موئے قلم میں سما گئی۔ کہیں غزل کی جان بن گئی۔ کہیں شاعر کا خواب رنگین بن گئی کہیں قوم کا سرمایہ بن گئی اور کہیں زمانے کی رفتار و کردار بن گئی۔ کہیں مصور فطرت کا حسین و مترنم شاہکار اور کہیں مصنف کا سحر کار قلم بن کر ہر کتابے دل پہ

زندگی کو سراپا نرم، سراپا حسن و جمال، سراپا تغزل و تکلم بنا دیا جہاں رعنائیوں کے جلوے بکھر کر سنور گئے اور سنور کر بکھر گئے اور نکھر کر کہیں مصنف کے قلم میں کہیں مفکر کے ذہن میں کہیں صوفی کے ذکر و فکر میں اور کہیں مؤرخ و محقق کے اسلوب و انداز، گفتار و کردار، انداز فکر اور طرز بیان میں ڈھلنے لگے اور قوم و ملک کے ثقافتی و علمی خزانے بننے لگے۔

ہر زمانے اور ہر دور میں تحریر، تقریر اور فکر و خیال کے سانچوں میں علمی بوقلمونیاں، ثقافتی جلوہ نمائیاں اور علمی و ادبی حیرت سامانیاں منعکس ہونے لگیں جو کتاب، صحیفہ، منشور، مسودہ، مخطوطے کی شکل میں آج تک جلوہ گر ہیں۔ جذبات کی ترجمانی اور عکاسی نے انسان کو مجبور کیا۔ کہ وہ پتھر کا سہارا لے۔ اور اس کو تراش و خراش کر کے اپنے جذبات کی عکاسی کا مظہر اور ترجمان بنا دے۔

یہی وجہ ہے کہ مصوری اور نقاشی معرض وجود میں آئیں۔ اسی طرح تحریر بھی جذبات و احساسات کی مصوری اور عکاسی ہے قدیم سے قدیم تر زمانے سے تحریر کا وجود ملتا ہے چاہے مٹی کی تختیوں میں ملے یا بھوج پتر تانبا پتر، چھال پر، کھال پر، یا چٹانوں اور پتھروں پر، یا ٹیرا کوٹا پر[۱] (Terra cotta)

یہی کتاب گھر، کتاب خانے، کتب خانے، بیت الحکمت گرنتھ بھنڈاروں کی تخلیق کا سبب بنے ہندوستان میں میگستھنیز کی سرزمین و مرتبہ ہو کر گم ہو جائے۔ یہاں کتاب کی دنیا شروع سے آباد تھی ہیوین سانگ یہاں کے حالات قلمبند کرے کہ نہ کرے۔ ابن بطوطہ سفر نامہ ترتیب دے کہ نہ دے ہندوستان شروع ہی سے علم کا گھر، کتاب خانہ اور علم کی دنیا کہا جاتا تھا۔ پاٹلی پتر، نالندہ، اجین، بنارس، بھروچ، متھرا ٹیکسلا اور اجودھیا کے در و دیوار، کھنڈرات اور شکستہ آثار گواہ ہیں کہ یہاں کتاب گھر اور بیت الحکمت رہے ہیں۔

اسی طرح اسلامی دنیا میں بھی کتب خانوں کی ابتدا عروج اسلام سے شروع ہو چکی تھی۔ مدینہ کوفہ، بصرہ، دمشق، طوس، بخارا، شیراز، قاہرہ، غزنی، قرطبہ، اور طرابلس وغیرہ صرف علوم و فنون کے سرچشمے تھے بلکہ خزائن القصور، خزائن النوادر، اور بیت العلم اور دار الحکمت کے نمونے بھی بنے ہوئے تھے۔

---

[۱] مٹی کی پکی ہوئی اینٹیں اور ٹھیکریاں جو پانچ ہزار سال سے پہلے سے ملتی ہیں۔

اسلامی دنیا میں کتابوں کی ابتدا، حضرت امیر معاویہؓ سے ہونا بتائی جاتی ہے لیکن حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہی کتابت شروع ہو چکی تھی۔ قرآن کی ترتیب اور کاتبِ وحی کے ذریعہ کتابت وغیرہ کا اہتمام اسی دورِ مقدس کی یادگار ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کتاب خانے کی ابتدا کی جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ نے فروغ دیا۔ پھر تفاسیر و احادیث کی ترتیب و تدوین نے ذوقِ کتب اندوزی کو اور فروغ دیا۔ اس ذوقِ کتب اندوزی نے ذوقِ کتابت اور فنون خطاطی کو مائل بہ ارتقا کیا اس لئے بے محل نہ ہوگا۔ اگر یہاں فنِ خطاطی کے آغاز و ارتقا اور اس کی اقسام کا مختصر طور پر تذکرہ کر دیا جائے۔

فنِ خطاطی مسلمانوں کی ایک ایسی دین ہے جو تمام فنونِ لطیفہ مصوری، نقاشی اور سنگ تراشی میں نزاکت، نفاست اور دلربائی کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

کوفہ جو اس عہد میں دارالعلم تھا یہیں سے خطِ کوفی کا آغاز ہوا۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں خطِ کوفی میں اصلاح ہوئی۔ اعراب کی ایجاد، حرکات، کشش، کرسی اور شان و صفا میں خطِ کوفی ترقی کر کے نکھرنے لگا۔

خلافتِ بنو امیہ کے زمانے میں خطِ کوفی سے قدرے تغیر و تبدل و اصلاح سے قطبہ نے چار خط ایجاد کئے۔[1] دوسری صدی ہجری میں نامور تاریخ ساز فاضل خلیل بن احمد نحوی متوفی ۱۷۰ھ م ۷۸۶ء نے خطِ کوفی کی اصلاح کر کے موجودہ اعراب ایجاد کئے۔[2]

مشہور محقق ابن ندیم نے لکھا ہے کہ اشاعتِ اسلام سے پہلے ایران میں سات خط رائج تھے ان کو ایرانی ہفت قلم کہتے تھے۔[3] خلیفہ مامون رشید کے استاد کے علی بن حمزہ سائی متوفی ۱۸۲ھ م ۷۹۸ء نے بھی خطِ کوفی سے کئی شاخیں نکالیں اور مامون کے زمانے تک خطِ کوفی کی مروجہ شاخیں قلم الجلیل[4]، قلم السجلات[5]

---

[1] محمود سحاق، فنِ تحریر کی تاریخ، انجمن ترقی اردو ۱۹۶۲ء ص ۲۱۴ [2] ایضاً ص ۲۱۵

[3] ملی خطبہ شاہوں کے خطوط و فرامین اور مساجد کے کتبوں میں مستعمل تھا۔

[4] ... جب ... سنا ویزیں لکھی جاتی تھیں

قلم الدیباج (دیباچہ اسی سے نکلا ہے)، قلم طومار، قلم الثلثین، قلم المحرم، خط ارخش، خط ریاض، خط مدیح وغیرہ وغیرہ رائج تھیں۔

ابن مقلہ متوفی ۳۲۸ھ مطابق ۹۳۹ء نے خط کوفی سے چھ خط ایجاد کئے جس کو رباعی میں اس طرح کہا گیا ہے۔

بگار ہن خط خوش می نویسد　　بغایت خوب دلکش می نویسد
مناشیر[1] و محقق، نسخ و ریحان　　رقاع و ثلث ہر شش می نویسد

چوتھی صدی ہجری مطابق دسویں صدی عیسوی میں حسن بن حسین علی فارسی نے رقاع اور توقیع سے ایک اور دل پسند اور مجوبہ خط تعلیق وضع کیا جو بعد میں امیر تیمور کے زمانے میں خط نسخ کی آمیزش سے سب سے جاذب نظر خط نستعلیق میں تبدیل ہو گیا اس خط کو خواجہ میر علی تبریزی نے ایجاد کیا تھا۔

ابو الفضل نے دیباچہ مرقع بادشاہی میں لکھا ہے کہ میں نے تیمور کے عہد سے پہلے کی نوشتہ وصلیاں خط نستعلیق میں دیکھی ہیں[3] ہمارے ادارہ میں بھی دو تین نسخے اس خط میں موجود ہیں جو آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے نوشتہ ہیں۔ ان میں سے ایک کلیات خواجو کرمانی ہے جو خود خواجو کے عہد کا مکتوبہ نسخہ ہے۔

نستعلیق کے بعد خط شفیعہ اور پھر خط شکستہ ایجاد ہوئے جو اب تک مروج ہیں لیکن خط نستعلیق سے بہتر اب تک کوئی دوسرا خط ایجاد نہیں ہوا۔ اسی بیچ تزئین و آرائش کے لئے خطاطی سے خط اور شاخ سے شاخ پھوٹتی رہیں کئی خط ایجاد ہوئے جن میں خط گلزار، خط ماہی، خط طاؤس، خط ہلال، خط گوہر، خط قدرت، خط غبار، خط لرزہ، خط زلف عروس، خط منثور، خط طغریٰ، خط ناخن، خط معکوس، خط توام، خط گرہ و پیوند، خط خورد بینی - ان خطوط کی اصطلاحات بھی قابل ذکر ہیں - مثلاً۔

---

[1] اس خط میں کتابوں کے ابتدائیے لکھے جاتے تھے۔ [2] اس کی دو قسمیں تھیں طومار الکبیر اور مختصر الطومار
[2] مناشیر خط توقیع کو کہتے ہیں - اس میں فرامین، انشائیہ اور احکام لکھے جاتے تھے۔
[3] بعض لوگ خط نستعلیق کا موجد یاقوت مستعصمی متوفی ۶۹۸ھ - ۱۲۹۸ء کو بتاتے ہیں جو میرے نزدیک قرین قیاس ہے اس لئے کہ آٹھویں صدی کے نسخے خط نستعلیق میں ملتے ہیں خواجہ میر علی تبریزی نے اس میں اصلاح کی ہوگی اور اس کی شان و صفائی میں اضافہ کیا ہوگا - اس کو خط نستعلیق کا مصلح کہا جا سکتا ہے - نہ کہ موجد۔

سر، گردن، پیٹھ، پیٹ، نوک، پلک، دامن، دائرہ، کشش، کرسی، نشست، کشادن

صفا، فصل، رنج فصل، یک مدہ، دومدہ، یک دانگ، دودانگ، سہ دانگ وغیرہ وغیرہ

ان تمام ہی خطوں میں فرامین، منشور، نشان، مسودے، مخطوطات، مکتوبات، خرائط، حسب الحکم دستک، رقعات، بیاضیں، وصلیاں، طغرے، دیباچے، پارچے، رومال وغیرہ لکھے جانے لگے۔ ہر ہر کتب خانے میں یقیناً جملہ قسم کے خطوں کے نمونے ضرور ملیں گے مخطوطات زیادہ تر کوفی، رقاع، ثلث، نسخ اور شکست میں ملیں گے۔ ویسے تزئین اور زیب و زیبائش کے لئے لوح کتاب، بین السطور، حواشی یا ترقیموں میں مختلف خطوں کے نمونے بھی ملتے ہیں۔ ان خطوں کی شان کو برقرار رکھنے کے لئے اس کتاب میں بھی مختلف قسم کے خطی نمونے کہیں عنوانات میں کہیں مقالے کے آخر میں اور کہیں ترقیمے میں دیئے ہیں۔

کتب خانے کتاب کی دنیا بھی کیا دنیا ہے ایک خاموش دنیا۔ مگر گویا یہاں قوم اور ملک مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں۔ علم، تہذیب و تمدن اور ثقافت ہی کسی قوم اور ملک کو زندہ رکھتے ہیں۔ اگر کسی ملک کے علم اور اس کی تہذیب میں توانائی اور دوامیت باقی ہے تو وہ ملک صدیوں تک زندہ رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ زندہ قومیں اپنے علم کی بستیاں، تہذیبی نمونیاں اور ثقافتی آثار کتابوں کی دنیا میں چھوڑ گئے ہیں۔ وہ بستیاں چاہے ہندوستانی گرنتھ بھنڈاروں میں ہوں کہ خزائن العلوم بیت الحکمت اور دارالعلم میں ہوں آج بھی تاریخی عظمت سمیٹے ہوئے دعوت فکر و عمل دے رہی ہیں۔

تاریخ کبھی اس عالمی واقعہ کو فراموش نہیں کرے گی جب مامون رشید نے یونان کی علمی دولت سمیٹ کر خزانے کے خزانے بھر لئے تھے یونانی علوم و فنون کے قافلے اور کارواں رحیل رحیل مخطوطات اور علمی نوادرات لئے بغداد میں اترتے رہے۔ اور اونٹوں سے لدے ہوئے یونانی اساطیر، داستانیں کتابیں اور علمی صحیفے اس تاریخی دیار علم کو مرکز علم و فن اور خزائن القصور بناتے رہے۔

مامون رشید نے تصنیف و تالیف اور ترجمہ نگاری کا ایک قصر علم تعمیر کیا۔ جو بیت الحکمت

کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ منہ مانگی قیمت کتاب لانے والے کو دیتا تھا۔ اس وقت بغداد میں گھر گھر کتب خانہ، اور بیت الحکمت بنا ہوا تھا

مامون رشید کے دور میں بغداد میں دس لاکھ مخطوطات محفوظ تھے[۵] قاہرہ میں ۱۶ لاکھ کتابیں قرطبہ میں ۴ لاکھ، طرابلس میں تیس لاکھ اور مراغہ میں چار لاکھ مخطوطات موجود تھے[۶] اس روح فرسا اور ہولناک حادثہ سے بغداد کی علمی دولت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جب کہ ۶۵۶ھ م ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خاں نے بغداد کو تباہ کیا تھا اور وہاں بیت الحکمت کی تمام کتابیں دجلہ میں دریا برد کر دی تھیں۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ سات روز تک دریائے دجلہ کا پانی سیاہ بنا ہلاکو خاں کی کثافت قلبی اور دل کی سیاہی پر روتا رہا ہے۔ دریائے دجلہ میں کتابوں کا پل بن گیا تھا۔ ان دریا برد مخطوطات میں سے دو مخطوطات ہمارے ادارہ میں بھی اس تاریخ ساز بیت الحکمت کی عظمت کو لئے ہوئے مرقع عبرت بنے ہوئے ہیں اور بغداد کی ثقافت و حکمت ان کے ایک ایک نقطے ایک ایک سطر اور ایک ایک صفحے سے نمایاں ہے

یہ کتابیں اپنے حروف کے دائروں اور دامن میں اب بھی علمی بہاریں اور ثقافتی عظمتیں سمیٹے ہوئے بغداد کی عظمت رفتہ اور سطوت پارینہ کی مظہر بنی کسی دل کو تڑپا رہی ہیں اور کسی آنکھ کو رلا رہی ہیں اور کسی اہل نظر اور اہل دل کے لئے راحت قلب و جگر بنی ہوئی ہیں۔

مسلمانوں کے اس فن کتابت اور جمالیاتی و تعمیری ذوق و شوق نے چٹانوں، پہاڑوں، ریگستانوں اور خزاں رسیدہ محلات میں بھی کتب خانے کھڑے کر دیئے۔ بیت الحکمت بنا ڈالے اور کتابوں کے سینکڑوں تاج محل تعمیر کر ڈالے جہاں ایک ایک مصنف کے خود کے خطی نسخے سینکڑوں کی تعداد میں اب تک محفوظ ہیں

ابن تیمیہ کے استاد احمد بن عبد الدائم نے اپنے قلم سے تنہا دو ہزار کتابیں لکھی تھیں یحییٰ بن معین نے چھ لاکھ احادیث لکھی تھیں۔ ابن جوزی نے اس کثرت سے کتابیں لکھی تھیں کہ ان کے قلم کے تراشوں سے

[۵] محمد زبیر، اسلامی کتب خانے۔ ندوۃ المصنفین دہلی ص ۳۰۔ [۶] ایضاً

ان کے غسل میت کا پانی گرم کرنے پر بھی تراشے بچ گئے تھے علامہ ابن جوزی کی وصیت تھی کہ میرے مرنے کے بعد ان تراشوں سے پانی گرم کیا جائے۔ وہ جس طرح اخیر دم تک کتابوں کو سینے سے لگائے رہے اسی طرح اپنے قلم کے تراشوں کو جمع کرتے رہے جو قلم کبھی حدیث و رجال کی خدمت میں تراشا جاتا تھا کبھی سیر و مغازی کیلئے کبھی تفسیر و فقہ کے باب کے لئے تراشا جاتا تھا

اسی طرح امام بخاریؒ کے شاگرد امام محمدؒ نے تبرک و تقدس کی غرض سے اس روشنائی سے جو اپنے استاد کے قلم میں لگی رہ جاتی تھی پوری حدیث کی کتاب ترتیب دے لی[1]

اس جانفشانی، لگن، اور ذوق پیہم نے اسلامی کتب خانوں کی بنیاد رکھی ویسے تو دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلامی کتب خانے پھیلے ہوئے تھے لیکن مصر کا کتب خانہ جسے خزائن القصور کہا جاتا تھا بغداد کا بیت الحکمت، جامعہ ازہر کا کتب خانہ، کتب خانہ محمودیہ، کتب خانہ نظامیہ، طوسی کتب خانہ جامع دمشق جہاں تین سو بیس کتب خانے تھے، نیشاپور، طرابلس، شیراز، غزنی، ہرات، حلب اور مدینہ منورہ کے کتب خانے دنیا کے مشہور و معروف کتب خانے تھے۔

ہندوستان میں بھی غزنوی کی آمد سے کتاب خانے کی ابتدا ہو چکی تھی لیکن منضابطہ میں سب سے عظیم الشان کتب خانہ محمد تغلق نے تعمیر کیا تھا۔ اس کے بعد فیروز تغلق نے بھی توجہ کی۔ عہد مغلیہ میں مصوری خطاطی اور نقاشی کا بہت فروغ ہوا۔ خود امیر تیمور اور بابر کتابوں، مورخوں اور تذکرہ نویسوں کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور ہمایوں نے تو اپنی جان ہی کتابوں کی نذر کر دی تھی۔

اکبر جہانگیر اور شاہجہاں کے عہدوں میں بھی کتب خانوں کو خوب سرپرستی ملی۔ جہانگیر شاہجہاں اور عالمگیر کے خود کے مطالعہ کئے ہوئے نسخے، صاد بنائے ہوئے اور عرض دیدہ، جائزہ نمودہ لکھی ہوئی تحریریں اور مہر تیاری ہوئی کتابیں آج دنیا کے اکثر و بیشتر کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

---

[1] اسلامی کتب خانے ص ۳۱

- کسی کتاب پر صرف تحویل دار کی مہر لگی ہوئی اس بات کی علامت ہے کہ یہ شاہی کتب خانہ کی
ہے لیکن اگر جائزہ، صاد، یا عرض دیدہ بھی لکھا ہوا ہو تو یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ بادشاہ نے خود اس کتاب
بنفس نفیس پڑھا ہے۔

راجستھان میں بھی کتب خانوں کی کمی نہیں رہی - الور، جے پور، جودھپور اور اودے پور کی پوتھی
خانے اور جین بھنڈار، گرنتھ بھنڈار۔ بیکانیر اور بھرت پور، جھالاواڑ اور اجمیر کی نئی طرز کی لائبریریاں اب بھی
گرنتھوں، کتابوں اور مخطوطات سے مالا مال ہیں۔ جے پور کے کپٹ دوار پوتھی خانہ (جواب سوائی مان سنگھ
میوزیم کے میوزیم میں محفوظ ہیں) اور بیکانیر میں اسٹیٹ آرکائوز جس میں پورے راجستھان کے دستاویزات
فرامین، خرائط، نشان، دستک حسب الحکم، روزنامے جات، اخبارات اور روزنامچے محفوظ ہیں جن میں تاریخ
و تمدن کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

مغلیہ دور کی تاریخ پر راجستھان سے بڑھ کر اور کہیں بہتر آرکائوز نہیں ہے اسی طرح جودھ
پور میں راجستھان اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ جس میں ایک لاکھ سے زائد سنسکرت، پالی پراکرت اور
ہندی کی قلمی کتابیں ہیں تحقیق و تنقید کا بے پناہ سرمایہ لئے ہوئے ہے۔

ٹونک عربی فارسی کا سرچشمہ راجستھان میں ٹونک کو وہی مقام حاصل ہے جو عراق میں
بغداد کو، ایران میں شیراز کو، روس میں سمرقند و بخارا کو اور اودھ میں لکھنؤ یا ہندوستان میں دہلی کو
حاصل ہے۔ یہ رشک سمرقند و بخارا۔ اگر ہندوستان کا شیراز نہیں تو راجستھان کا شیراز و طوس و بخارا ضرور
ہے۔ علوم و فنون کا سرچشمہ، ثقافت و حکمت کا کاشانہ، شعر و سخن کا دبستان، مذہب و ملت کا گہوارہ
دہلی اور لکھنؤ کا سنگم اور حسین امتزاج رہا ہے۔
یہ بھی کبھی دلی کی طرح انتخاب زمانہ اور علم و فضل کا کاشانہ تھا۔ اور از منۂ رفتہ اور عظمت پارینہ کی
دین لئے اب بھی نقوش قدس اور علمی و ثقافتی آثار و اعلام کو زندہ کئے ہوئے ہے مقدس تاریخ کی اوراق

نہ جانے کتنی انجمنیں سجائے ہوئے قرون وسطیٰ کی عظمت وحشمت اور صولت وشوکت کو زندہ کئے ہوئے ہیں

عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ   عربی اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

کا نادر ونایاب خزینۂ کتب گنج گراں مایہ او تاریخی کتب خانہ اس عہد آفریں دور کی بہار ہے جب ٹونک علمی گہوارہ، ادبی دبستان اور مرکز علم وفن اور مرجع خلائق تھا۔ جہاں اساتذہ، شعرا اور ادباء کا مسکن ومخزن تھا۔ وہاں شعر وسخن اور علم وفن کا جلوہ صد رنگ بھی تھا۔ علم دوست اور ادب نواز نوابان والا تبار نے اس چھوٹی سی بستی کو رشک دبستان دلی اور شیراز وبغداد بنا رکھا تھا۔

۱۸۱۷ء میں مجاہد آزادی نواب امیر الدولہ بہادر (امیر خاں) نے انگریزوں سے جنگ کرکے یہ ریاست قائم کی تھی۔ امیر خاں کے ہمراہ جہاں اہل سیف نبرد آزما سورما آئے تھے وہاں اہل قلم اور ارباب علم وبصیرت بھی آئے تھے پھر ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد تو ٹونک دہلی اور لکھنؤ کا مسکن بن گیا تھا۔

امیر الدولہ (۱۸۱۷ء۔ ۱۸۳۴ء) کے جانشین نواب وزیر الدولہ (۱۸۳۴ء۔ ۱۸۶۴ء) نے ہندوستان کے خاندان برباد مشاہیر شعرا وادبا کو آباد کرکے گویا دلی اور لکھنؤ کی الٹی ہوئی بساط کو ٹونک میں پھر سے بچھا لیا تھا۔ چونکہ اکبر شاہ ثانی رشتے میں نواب وزیر الدولہ کے خالو ہوتے تھے اسی لئے ان کی رسائی لال قلعہ کے دیوان خاص اور دیوان عام تک تھی۔ وہاں کی دیار داری شاہی رکھ رکھاؤ اور خلوت وجلوت کے آداب شاہی اور علم مجلسی کی ٹونک میں آبیاری کی اور دربار کو آراستہ وپیراستہ کرکے ٹونک کو مغلیہ طرز پر ڈھال لیا

نواب وزیر الدولہ نے قلعۂ معلی میں ایک کتب خانہ بھی قائم کیا جس کا تذکرہ کتب خانوں کے باب میں دیکھیں گے۔

ان کے جانشین نواب یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خاں

اپنے والد کے انتقال کے بعد ۱۸۶۴ء میں مسند آرائے حکومت ہوئے نواب محمد علی خاں خود بھی اپنے باپ کی طرح جید عالم اور تبحر فاضل تھے انہوں نے تمام والیان راجستھان بالخصوص کوٹہ بوندی اور جھالاواڑ کی انگریزوں کے خلاف پوشیدہ طور پر ایک فیڈریشن بنانے کی داغ بیل ڈالی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی فوج کو نئے انداز سے عسکری نظام کے تحت آراستہ کرنا شروع کیا۔

انگریزوں نے اس بہادر، آزمودہ کار حکمراں کے تیور بھانپ لئے اور ٹونک کے پڑوسی راج واڑے لاوا کے ٹھاکر کے قتل کے الزام میں نواب محمد علی خاں کو ۱۸۶۷ء میں معزول کرکے بنارس بھیج دیا

ٹونک سے جاتے وقت وہ اپنے ہمراہ اپنا کتب خانہ بھی لے گئے تھے۔ جہاں انہوں نے اس میں مزید اضافہ کیا اور ایک زر کثیر صرف کرکے ایک ایسا علمی خزانۂ بے بہا بنارس میں اکٹھا کرلیا جو آج تک قائم ہے۔ آج نہ وہ ٹونک ہے نہ ٹونک کی ریاست لیکن نواب محمد علی خاں کی علمی ریاست آج بھی اس عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی شکل میں زندۂ جاوید ہے۔

ٹونک کی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ اگر مٹا بھی دی جائے تو نواب محمد علی خاں کا یہ کتب خانہ ٹونک ہی کو نہیں بلکہ مشرقی علوم و فنون اور اسلامی اقدار کو زندہ رکھنے کے لئے کافی و وافی ہے۔ ٹونک کی وہ عظمت رفتہ گو دست برد زمانہ ہوگئی لیکن علمی، ادبی اور ثقافتی گہر افشانیاں اب بھی کسی کاشانے کی زینت، کسی دبستان کی آبرو بنیں اہل علم اور ارباب فکر و بصیرت سے داد و تحسین لے رہی ہیں۔

یہاں تاریخ زندہ ہے مسانید مجسم ہوں کہ آثار الصنادید، نقش و نگار، افکار و اخبار اور اعلام و آثار نقطے نقطے اور حروف و الفاظ کی زبانی اپنی عظمت رفتہ اور سطوت پارینہ کی کہانی، کہتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ نادر و نایاب کتب خانہ اسی دور زریں اور عہد آفریں علمی عظمت کی یادیں

اپنے دامن تارتار میں کب سے جاہ وجلال، عزت وناموس، جبروت وسطوت، صولت وشوکت کا آئینہ دار، ہر دور اور ہر زمانے کی تصویر لئے بیٹھا ہے کس کس دور کن کن مراحل اور کن کن نامساعد حالات سے گزرتا ہوا اب ایک خودمختار آزاد ڈائرکٹریٹ کی حیثیت سے ماضی کی داستان رزم و بزم زبان حال سے کہہ رہا ہے۔

یہاں ایک عالم کا علم سمٹ آیا ہے۔ علوم وفنون کی دنیا بکھر گئی ہے ایک جہان بس گیا ہے۔ اس طرح یہ انتخاب زمانہ ہے ویسے کہنے کو صرف کتب خانہ ہے۔ جہاں زندگی کے ان گنت صفحات آنسوؤں کی طرح کسی کے دامن میں سمٹنے کے لئے بکھرے ہوئے ہیں ان صفحات میں کسی کے آنسو کسی کی آہ اور کسی کی واہ کے ساتھ ساتھ حق وصداقت کے دفتر کے دفتر چھپے ہوئے ہیں۔ انجمنوں کی انجمنیں سجی دھجی پڑی ہیں کہیں فردوسی کا شاہنامہ کھلا ہے تو کہیں فیضی اور ابوالفضل کے دفتر و دیوان کہیں شاہجہاں نامے تو کہیں رزم نامے ایک طرف ملا علی قاری، ابن جوزی، بوعلی سینا اور سیوطی اپنی نگارشات میں زندہ ہیں تو دوسری طرف سلاطین وملوک اپنی تواریخ واساطیر میں آج بھی یہاں زندہ ہیں کہیں مصور بہزاد کا قلم بول رہا ہے تو کہیں شہزادوں اور شہزادیوں کے درہائے شاہوار سلک تحریر میں جڑے ہوئے ہیں۔ کہیں داراشکوہ کہیں عالمگیری اور کہیں جہانگیری تحریریں شاہی محفلیں آراستہ کئے ہوئے ہیں وہ اب بھی یہاں زندہ ہیں اور ہم زندہ رہ کر بھی مردہ ہیں۔

یہیں بغداد کی دریا برد کتابوں کی نشانیاں ہیں۔ قرون وسطی کے علوم وفنون کی یادگاریں ہیں۔ مصر ودمشق کی امانتیں ہیں۔ طوس وبخارا کے تقدس وتبرک کی دولت ہے۔ اس طرح اگر دیکھا جائے تو یہیں بصرہ وبغداد بھی ہے اور طوس وبخارا بھی، تبریز وشیراز بھی ٹیکسلا، بھی نالندہ بھی اور پاٹلی پتر بھی۔

اس گنج گراں مایہ میں تفسیر وحدیث، فقہ ورجال، سیر ومغازی وسلوک وفلسفہ

والٰہیات، اسلامیات، ادبیات، فلکیات، ہیئت و ریاضی اور تاریخ و تنقید کے بے عدیل و بے نظیر مآخذ محفوظ ہیں جس میں عہد بہ عہد اور قرن در قرن سیاسی، ادبی، ثقافتی، معاشرتی اور مذہبی و سماجی تحریکات ان کا ارتقاء و فروغ اور تاریخ کے دفتر کے دفتر پوشیدہ ہیں۔

ہر دور کی جد و جہد، طبقاتی کشمکش۔ سلاطین، امراء اور عوام کے احوال و واقعات ان خراب و خستہ و دریدہ مخطوطات میں نظر آئیں گے۔ کہیں کہیں عصری رجحانات تاریخ ساز واقعات و واردات، زمانے کے گردش کے وہ واقعات جو جبر و تسلط کے دور میں مصنفین و علماء کے قلم سے نہیں نکلے ہوں بوقت مطالعہ بطور یادداشت ان مخطوطات میں لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

کہیں بادشاہ اور شہزادوں کی قلمی تحریریں مثلاً عرض دیدہ[1]، جائزہ نمودہ، ملاحظہ گرفتہ اور صاد[2] کا نشان وغیرہ اس امر کا ثبوت ہیں کہ بادشاہ نے خود ان کتب کا مطالعہ کیا ہے ہمارے ذخیرے میں ایسی متعدد کتابیں محفوظ ہیں۔ ایسے مخطوطات میں اگر عہد کتابت درج نہیں ہو تو اس قسم کی تحریریں مہر مخطوطہ شناسی کے علاوہ دور متعین کرنے میں مفید اور ممد رہتی ہیں۔

اسی طرح روزنامچے، تذکرے، وافات، منہیات[3]، حواشی[4]، ترقیمے[5]، بلغ[6]، تصحیحات

---

[1] عرض دیدہ وغیرہ سے مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے خود یہ کتاب دیکھی ہے اور اس کے مطالعہ میں رہی ہے لیکن اگر صرف مہر لگی ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کے کتب خانے میں لائی گئی ہے۔

[2] صاد کا نشان بھی اس امر کا ثبوت ہے کہ بادشاہ نے اس کا مطالعہ کیا ہے کہیں کہیں خرید کرنے اور مطالعہ کرنے کی تاریخ تک لکھی ہوئی ہوتی ہے۔

[3] مخطوطات کے حواشی پر خود مصنف کے نوٹس دیئے ہوئے ہوتے ہیں جن کو اکثر نقل کے وقت کاتب لکھ دیتے ہیں۔ وہ منہیات مسلسل بیش قیمت ذخیرہ ہوتے ہیں۔

[4] اسی طرح حواشی چاہے وہ بین السطور یا حاشیہ پر لکھی ہوئی تحریریں ہوں بڑی مفید ہوتی ہیں۔

[5] ترقیمہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو مخطوطہ کی آخری اصل عبارت جو نوک دار گاؤدم ہوتی چلی آتی ہے اور دوسری عبارت ترقیمے کے بعد خود کاتب کی لکھی ہوئی ہوتی ہے۔

[6] مقابلے کے وقت بلغ کا نشان اس امر کی طرف نشان دہی کرتا ہے کہ اس کا مقابلہ ہو چکا ہے۔

مطالعہ کنندگان کی تعریفات و تقریظات وغیرہ بھی مخطوطات کے مواد اور متن کے علاوہ الگ سے تاریخی اور علمی مآخذ ہوتے ہیں جو عصری رجحانات اور تحریکات کو سمجھنے اور تحقیقات کرنے میں ہمیشہ کام دیتے ہیں ان مخطوطات پر شعوری یا غیر شعوری طور پر اشارات اور تحریریں بھی قابل قدر ہوتی ہیں۔

بعض خاص اصطلاحی علامات مثلاً ضبہ (جو شک کی علامت ہوتی ہے اور خود مصنف اپنی اصل کتاب پر لگا دیتا ہے) صح (صحت کی علامت ہوتی ہے) بط (عبارت کے غلط یا باطل ہونے کی علامت ہے) بت (اسے شروع فقرہ پر لکھتے ہیں تاکہ یہ ترشح ہو کہ پہلا فقرہ تمام ہو کر دوسرا جملہ شروع ہو رہا ہے۔ یہ زیادہ تر مصنف اور کاتب استعمال کرتے ہیں) یہ سب علامتیں بھی تحقیقی کاموں میں رہنمائی کرتی ہیں کہ زیر نظر مخطوطہ کس دور کا ہے اور اس دور میں کتابت اور تصنیف و تالیف کے کیا آداب تھے اور تحریری ساخت پرداخت کی کیا ارتقائی منازل تھیں۔

اسی طرح خطاطی کی بعض اصطلاحات اور مصنفین و مؤلفین کے اشارات مختلف دور میں مکتوبہ الفاظ کی نشست و کرسی، شان و صفا، مراکز، دائرے، دامن، نقاط، اور کشش، جزم، تشدید قلم کی بندش اپنے اپنے دور اور عہد میں نمائندہ ہوتی ہیں۔ مثلاً ابتدائی صدی ہجری میں اعراب کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ پھر تیسری صدی ہجری اور دوسری صدی ہجری آخری قرن میں اعراب شروع ہوئے اور چوتھی اور پانچویں صدی کے کچھ قرنوں میں اعراب لگانا بند سے ہو گئے۔

اسی طرح چھوٹا ساتویں صدی ہجری میں جزم "د" کے بجائے "۸" ح۔ص۔ع کے نیچے "ح" "م" "ص" "ع" لکھنے کا رواج تھا۔ "و" کی گھنڈی اور "م" کی گھنڈی بند ہونا کب سے شروع ہوئی اسی طرح اعراب اور دم دار طوال الف جیسے "ماثورہ" اور بند گھنڈی کے پیش "و" بشکل واؤ کب تک رہے یہ سب خطاطی کے ساتھ پانچویں صدی ہجری تک اور کہیں کہیں چھٹی صدی ہجری تک پائے جاتے ہیں۔ اور نقاط الٹے واؤ "،" کی شکل میں لگانا اور آیت یا جملے کے اختتام پر "۵" بنانا بھی چھٹی صدی ہجری کے

مخطوطات پر ملتے ہیں یہ سب علامات اور نشانات مخطوطہ شناسی اور عصری کتابت کے اصول وضوابط طریق کار اور ادوار کی حدود و اقتدار متعین کرنے میں مدد دیتے ہیں -

ان علامات کے ساتھ ساتھ خطاطی کی اصطلاحات بھی مطالعہ اور تحقیقی و تدوینی کاموں میں مدد دیتے ہیں - مثلاً مخطوطہ میں جدول[1] اور بارِیکا[2] کیسی ہے اور ہے کہ نہیں - طلائی کام اور مینا کاری اور جلد بندی بھی ہر دور کی علیحدہ علیحدہ خصوصیات کی حامل رہی ہیں - دندان موش[3]، پتہ[4]، لوح[5] افشاں[6] وغیرہ بھی ہر دور اور ہر صدی کی الگ الگ خصوصیات کا پتہ دیتی ہیں

کاغذ کی ساخت بھی مخطوطہ کی ہیئت کا پتہ دیتی ہے مثلاً کاغذ بانس، روئی، جڑی بوٹیوں، اور چاول کا ہوتا تھا جس پر دیمک زدگی کے آثار بتا دیتے ہیں کہ کاغذ کس چیز کا ہے - اس کے علاوہ روشنائی کے اثرات، رنگ کب ایجاد ہوا - بادام کے چھلکوں کی، تیل کے دھوئیں کی یا شیر خرما کی روشنائی کے کیا کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں

اسی طرح میناکاری، گلکاری، جلد بندی، تزئین کاری وغیرہ بھی مخطوطہ شناسی میں مدد دیتے ہیں -

---

[1] جدول :- ابتدائی صدیوں میں جدول مخطوطہ میں نہیں ڈالتے تھے جدول صفحہ پر عبارت کو احاطہ میں لینے کے لیے سونے، شنگرف یا روشنائی سے ڈالتے تھے - اس کی تحریر اور خط ہر دور میں الگ الگ رہی ہے

[2] بارِیکا صفحہ کے کناروں سے قریب اور جدول سے بہت فاصلے پر حاشیہ کے گرد باریک خط ڈالنے کو کہتے ہیں

[3] دندان موش تزئین و زیبائش کے لیے بین السطور سونے یا زعفران سے جو کام بشکل دنداں یا کنگھے کی طرح کاتب بنا دیتے ہیں - یہ بھی تعین زمانی کرتے ہیں -

[4] پتہ وہ کاغذ جس پر سونے کا پانی پھرا ہوا ہو - اور ورق معلوم ہو -

[5] لوح - اول صفحہ پر سونے یا مٹی یا رنگ سے مزین تختی یا کرسی کو کہتے ہیں جو محراب دار ستون دار یا تختی کی طرح بنائی جاتی ہے - اس میں گلکاری یا زر افشانی اور سونے بالخصوص نیلے کی بنائی ہوئی روشنائی سے کام کیا ہوا ہوتا ہے -

[6] زر افشاں یا افشانی اس کو کہتے ہیں جس میں کاغذ پر زعفران یا سونے کی باریک باریک پنکھیاں یا ریزے ذرات چمکانے کے لیے ڈال دیتے تھے -

اس ادارہ میں بعض مخطوطات تو متذکرہ بالا خصوصیات کے حامل ہیں اور خطاطی، مینا کاری اور فنی مہارت کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ بعض مخطوطات ممالک اسلامیہ اور قرون وسطیٰ کے کتب خانوں کی زینت رہ چکے ہیں۔ چند ایسے مخطوطات بھی ہیں جو ہند و عرب اور ہند و ایران کے تاریخی اور ثقافتی تعلقات سے بحث کرتے ہیں۔ بعض ایسے نوادر ہیں جو شہنشاہوں، شہزادوں اور شہزادیوں کی تحریروں سے مزین ہیں مثلاً نقد النصوص، تاریخ مسعودی، المحیط، عالمگیری، قرآن شریف اور التلقیح وغیرہ

اسی طرح بعض مصنفین کے قلمی شاہکار ہیں جیسے الفوز الکبیر، اعراض السیاستہ، کفل الرعاع فتوح الاسلام، شرح ابن ماجہ، شرح مسند الامام الاعظم از ملا علی قاری، اور تقریب النشر وغیرہ

بعض ایسے بھی نسخے ہیں جو مصنفین کے خود کے تصحیح شدہ ہیں اور سلاطین و امراء کو معنون کئے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی سب مخطوطات کا ذکر کتب خانوں سے متعلقہ مقالات میں اپنی اپنی نوعیت سے کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں سب سے پہلا مقالہ راقم الحروف ہی کا ہے جس میں چند نوادر کا ذکر ہے اور خاص طور سے تاریخی مخطوطات کا جائزہ جو چھ قسطوں میں لیا گیا ہے وہ مقالات بھی اس میں شامل ہیں۔ اس جائزہ کے ساتھ بعض نوادر مخطوطات کی نشان دہی دنیا کے مشہور ترین خزائن المخطوطات اور ذخیرۃ النوادر میں بھی کی گئی ہے اکثر ریو، ایتھے اور بالخصوص اسٹوری کا حوالہ دیا گیا ہے ان مخطوطات میں بعض اہم، منفرد اور عزیز الدہر نسخوں کے مواد اور متن پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

راقم الحروف کے سات مقالات شامل ہیں ان کے علاوہ اس کتب خانہ پر جو مضمون سب سے پہلے مولوی عبدالرشید صاحب لاہوری کا شائع ہوا تھا وہ بھی شامل کتاب کیا گیا ہے۔ مولانا کا مقالہ کافی تفصیلی بسیر حاصل اور علمی و تحقیقی مقالہ ہے یہ مقالہ معارف میں شائع ہو چکا ہے اس کو معارف کے شکریہ کے ساتھ اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔

عبدالرشید صاحب سے پہلے مولانا محمود حسن خاں صاحب مصنف معجم المصنفین

(جو ساٹھ جلدوں پر مشتمل ہے) اور پروفیسر حافظ محمود شیرانی نے بھی ٹونک کے اس کتب خانہ کا ذکر شاید
اپنے مقالات میں کیا ہے۔ بلکہ مولانا محمود حسن خاں صاحب کے تو اکثر مخطوطات پر قلمی حواشی بھی چڑھے
ہوئے ہیں۔ محمود شیرانی اور مولانا محمود الحسن خاں صاحب ٹونک کے وہ ماہر عتیقیات، سلفیات اور طوسی آثار اور
نابغۂ عصر محقق ہیں کہ جنھوں نے ٹونک کو تحقیقی اور علمی دنیا میں متعارف کرایا۔

ہندوستان میں محمود شیرانی نے سب سے پہلے مخطوطہ شناسی اور اس مخصوص فن میں درک و
مہارت کا ثبوت دے کر تحقیق و تاریخ کے نئے باب اور نئے عنوانات قائم کر کے قدیم بتوں کو توڑ ڈالا انھوں نے
مخطوطات اور مسکوکات کے علم کی روشنی میں ایک ایسی راہ نکالی ہے جو تحقیق و تنقید کے اس خارزار و
سنگلاخ میدان میں ہمیشہ رہ نوردانِ علم و ادب کی رہنمائی کرتی رہے گی۔

ٹونک کے ایک اور کتب خانہ کے متعلق مولانا حکیم محمود احمد صاحب برکاتی کا مقالہ "کتب خانہ وزیر الدولہ ٹونک کے
چند نوادر" مطبوعہ ماہنامہ "بصائر" کراچی بابت جولائی ۱۹۶۲ء تاخیر سے حاصل ہونے کی بنا پر بطور ضمیمہ کتاب کے آخر میں
شامل کیا جا رہا ہے محمود میاں حکیم الہند علامۃ الدہر مولانا سید برکات احمد صاحبؒ کے پوتے ہیں اور پاکستان
میں برکات اکیڈیمی کی روح رواں ہیں۔ مولانا کے مقالہ میں اس کتب خانہ وزیر الدولہ ٹونک
کے مخطوطات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے

یہ کتب خانہ قلعہ معلی میں کتب خانہ وزیری کے نام سے عرصۂ دراز تک قائم رہا بعد میں نواب
اسماعیل علی خاں تاج مرحوم نے مولانا آزاد کی فرمائش پر مرکزی وزارت تعلیمات کو نیشنل میوزیم
کے لئے دے دیا تھا نیشنل میوزیم کے اس کتب خانہ کی فہرست میں نے بھی دیکھی ہے۔ تقریباً ڈھائی ہزار،
مخطوطات اور ایک ہزار مطبوعات پر مشتمل ہے۔ جو اب بھی نیشنل میوزیم دہلی میں محفوظ ہیں۔

تعجب کی بات ہے کہ اب تک کوئی فہرست باقاعدہ مرتب نہیں ہوئی ہے آئے اسکالرس کے لئے
افادہ اور استفادہ کا کوئی معقول انتظام نہیں ہو سکا ہے اس میوزیم کی آرٹ پرچیز کمیٹی کا مرکزی سرکاری

کی طرف سے نامزد ممبر بھی ہوں۔ اس کے باوجود میں بھی اس ذخیرے کو نہیں دیکھ سکا ہوں۔

اسی کتب خانہ سے متعلق ایک مقالہ میرے کرم فرما مولانا منظور الحسن برکاتی کا "ٹونک کے دو قدیم کتب خانے" کے عنوان سے شامل کیا جا رہا ہے۔ مولانا موصوف ٹونک کے وہ نامور محقق ادیب اور رنگین بیان مصنف ہیں جنھوں نے بصیرت افروز مقالات لکھ کر علمی ادبی اور تحقیقی دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ آپ کا شمار غالبیات کے ماہرین میں ہوتا ہے جس کتب خانہ پر آپ کا سیر حاصل مقالہ ہے اس ادارہ کو چمکانے میں آپ نے متعدد مقالات اور مضامین لکھ کر اس ادارے سے اپنی وابستگی ظاہر کر دی ہے۔

منظور میاں نے اس خوبصورت انداز میں اس کتب خانے کی کہانی لکھی ہے کہ جس نے اس کتب خانہ کو دیکھا بھی نہیں ہے وہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں نے اس کتب خانہ کو نہیں دیکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کا ایک اور مضمون اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سے عربک پرشین ریسرچ ڈائرکٹوریٹ تک بہت ہی دلچسپ رنگین اور پربہار داستان ہے جس میں اس ادارے کی تاریخ، اہمیت، انفرادیت اور ندرت کا سحر کن انداز بیان میں ذکر کیا گیا ہے

اس کتب خانے سے متعلق چند مضامین میرے کرم فرما مولانا محمد عمران خان صاحب کے بھی ہیں، جو معارف اور برہان میں شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا ابتدا ہی سے اس کتب خانہ سے وابستہ رہے ہیں۔ اور قلمی و مطبوعہ ذخیرہ ہائے کتب کی اردو میں فہرست بنا چکے ہیں۔ آپ کے مقالات یقیناً سیر حاصل بصیرت افروز اور غائر مطالعہ کا نتیجہ ہوں گے۔ آپ خود سراپا فہرست کتب ہیں۔ آپ کے گھر خود ایک اہم کتب خانہ عرفانیہ ہے جس کے بیشتر مخطوطات پر آپ نے بالاقساط مقالے لکھے ہیں۔ اسی طرح ٹونک کے مکاتب و کتب خانوں پر بھی آپ نے مقالے لکھے ہیں

اس کے علاوہ فن سیرت اور نواب محمد علی خان پر، پُر از معلومات مقالے بھی ان مذکورہ مقالات کے ساتھ اس کتاب میں شامل کئے گئے ہیں۔ آپ کے مقالات نے اس کتاب کی اور بھی زینت

بڑھا دی ہیں جن کی ان تھک کوشش، لگن اور اس ادارے سے وابستگی میرے لئے مشعل راہ ہے جو خود اپنی ذات سے ادارہ ہوں وہ کیوں اس ادارے کو فروغ دینے میں کوشاں ہوں۔

عزیز القدر صاحبزادہ مولوی سعید احمد خاں صاحب نے ایک مقالہ بعنوان "صاحبزادگان کے کتب خانے" لکھ کر اس کتاب کو مکمل کر دیا۔ جس زمانہ کی بات سعید احمد صاحب نے کہی ہے اس زمانے میں ٹونک میں بغداد کی طرح گھر گھر کتب خانہ تھا۔ خاص طور سے صاحبزادگان (نواب کے خاندان کے ہر فرد کو صاحبزادہ کہا جاتا ہے۔ یہ ایک خطاب ہے۔ جو نواب وزیرالدولہ نے اپنے خاندان کے ہر فرد کو دیا تھا) اور علماء کے کتب خانے بہت اہم تھے۔ بہت سے کتب خانے تو امتداد زمانہ سے برباد ہو گئے ان برباد شدہ ذخیروں میں صاحبزادہ سردار محمد خاں کا کتب خانہ سب سے اہم تھا۔

میرے برادر عزیز صاحبزادہ امجد علی خاں نے ایک نئی بات کا انکشاف کیا۔ کہ سردار محمد خاں کے کتب خانہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مکتوبہ قرآن شریف بھی محفوظ تھا۔ صاحبزادہ سردار محمد خاں صاحب نواب محمد علی خاں مرحوم کے پوتے تھے اور ان کے ساتھ بنارس بھی رہے تھے خود ذی علم و ذی فہم، اور مشرقی و مغربی علوم و فنون کے کما حقہ واقف کار تھے۔ آپ سندھ میں ڈپٹی کمشنر اور جوناگڑھ میں دیوان ریاست رہ چکے ہیں۔

کمشنر صاحب کے خلف الرشید صاحبزادہ محمد شمشیر خاں شاہین سے میں نے خود اس کتب خانے کے متعلق دریافت کیا تھا واقعی اس کتب خانہ اور نوادرات کے ساتھ ایک قرآن شریف خط کوفی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک کا مکتوبہ تھا۔ پتہ نہیں وہ قرآن شریف کہاں چلا گیا۔ شمشیر صاحب نے اور بھی نوادرات کا ذکر کیا جو تلف ہو گئے۔ اس کتاب گھر میں تقریباً تیس ہزار کتابیں تھیں۔

ان تمام مقالات سے ٹونک کی عظمت رفتہ و سطوت پارینہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ ٹونک نہ صرف مرکز علم و فن تھا۔ بلکہ کتب خانوں کا گہوارہ اور کشور نوادرات و مخطوطات بھی تھا جس کی مقدس یاد کو اس

ادارے عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک نے زندہ کر رکھا ہے۔ یہ ٹونک کی آبرو سمیٹے ہوئے نہ جانے کیا کچھ دولت اپنے دامن میں لئے علمی دنیا کو آباد کئے ہوئے ہے۔ یہاں تاریخ زندہ ہے۔ ثقافت، امارت اور روایت زندہ ہے۔ ایک ایک کتاب تابناک ماضی کی رنگین داستانوں کی داستانیں لئے ہوئے ہے کہیں نوابوں کی داستانیں بکھری پڑی ہیں کہیں شہنشاہوں کے دوہائے شاہوار اہل قلم اور ارباب فکر و بصیرت کے سروں کے تاج بنے ہوئے ہیں کہیں مصنفین و مفکرین کے رشحات قلم اور نکتہ وران باکمال کی دقیقہ سنجیاں انجمنیں سجائے ہوئے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخش رہے ہیں۔

ان بصیرت افروز مقالات سے اس قصرِ علم کے بام و در مطلع انوار بن کر جلوہ صد رنگ بنے ہوئے اہل علم اور اہل نظر کو دعوتِ فکر و عمل دے رہے ہیں۔

میں دست بدعا ہوں کہ یہ قصرِ علم علمی دنیا کو آباد رکھے اور اہل علم میں مقبول ہو

آمین

(صاحبزادہ)
شوکت علی
خاں
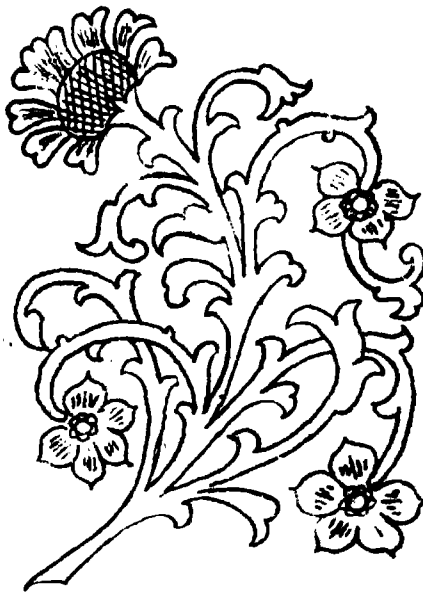
جناب مولوی ابوالطیب عبدالرشید صاحب - لاہور

کتب خانہ ٹونک کے بعض مخطوطات[1]

راقم الحروف کو اپنے زمانہ قیام ٹونک میں پہلی بار اس کے کتب خانہ کے دیکھنے اور وہاں کی نادر قلمی کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا، دوران مطالعہ جو قابل ذکر قلمی کتابیں نظر سے گزرتی تھیں۔ ان کے متعلق اس خیال سے مختصر کیفیت بطور یادداشت لکھ لیا کرتا تھا۔ کہ آئندہ کسی وقت اس امر کو مرتب کرکے پیش کیا جائے گا۔ اسی خیال کے ماتحت آج تقریباً سات سال کے بعد اس یادداشت کو مضمون کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ اہل علم کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اور بعض قلمی، کتابوں کے متعلق مفید معلومات حاصل ہوں گی۔

کتابوں کے تذکرہ سے پہلے کتب خانہ کی تاریخ کے متعلق حضرت الاستاذ العلام ابو عبداللہ محمد السورتی (م سنہ ۱۹۴۰ء) اور ٹونک کے دیگر اہل علم حضرات سے کتب خانہ کے متعلق جو کچھ مجھے معلوم ہو سکا ہے۔ اس کو لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اس سے کتب خانہ کی تاریخ بھی سامنے آ جائے گی

یہ کتبخانہ اپنی قدامت اور نوادر کتب کے ذخیرہ کے لحاظ سے شمالی ہند مثلاً لکھنؤ، رامپور اور پٹنہ کے مشرقی کتب خانوں سے کسی طرح کم نہیں ہے لیکن ریاست کی بے اعتنائی کے باعث اب تک گوشہ گمنامی میں پڑا ہوا ہے۔ اس لئے اکثر اہل علم حضرات کتب خانہ ٹونک اور اس کے بیش بہا علمی نوادرات سے قطعاً ناواقف ہیں۔

---

[1] مطبوعہ معارف نمبر ۲ جلد ۶۱

ان مضامین میں یہ مقالہ سب سے پہلا ہے۔ اس لئے بعض ضروری حواشی کے ساتھ کتاب ہذا میں ابتداءً شامل کیا جا رہا ہے۔

اس کتب خانہ کو سب سے پہلے نواب **محمد علی** خاں بہادر نے اپنے زمانہ نظر بندی میں بنارس میں فراہم کرنا شروع[1] کیا تھا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے عبدالرحیم خاں صاحب جو بڑے ذی علم اور متقی تھے۔ کتبخانہ کو بنارس سے منتقل کر کے **ٹونک** لے آئے اور اپنی حویلی میں رکھا صاحبزادہ مرحوم نے دیوان شمس الدین (قافلہ) کا کتب خانہ خرید کر اسے بھی اس کتبخانہ میں شامل کیا۔ جب تک صاحبزادہ صاحب زندہ رہے کتب خانہ میں کتابوں کا اضافہ فرماتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد کتب خانہ ان کے چھوٹے بیٹے صاحبزادہ عبدالمنعم خاں صاحب کے قبضہ میں آیا۔ وہ بھی اپنے پیش رو بزرگوں کی طرح کتب خانہ کی ترقی میں کوشاں رہے[2]۔ ان کے انتقال کے بعد خاندان میں کوئی ایسا علم دوست نہیں رہا۔ جو بزرگوں کی اس علمی وراثت کی حفاظت اور نگرانی کرتا اس لئے ریاست نے اس کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ اور موجودہ فرماں روائے ٹونک ہز ہائینس نواب امین الدولہ سر **سعادت علی** خاں بہادر بالقابہ کے عہد میں کتب خانہ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں بہادر کی حویلی سے منتقل ہو کر ایک عالیشان سرکاری عمارت میں آگیا ہے[3]۔

کتب خانہ کی موجودہ حالت نہایت خراب ہے۔ فہرستیں نامکمل اور ناقص ہیں۔ مخطوطات کی علیحدہ کوئی فہرست نہیں مطبوعات اور مخطوطات کے لئے ایک ہی فہرست ہے مخطوطات پر کوئی تشریحی نوٹ بھی نہیں۔ چنانچہ راقم سطور کو **ٹونک لائبریری** کی فہرست سے قطعاً کوئی مدد نہیں ملی۔ اور خود ہر کتاب کے متعلق تحقیق کرنی پڑی ہے۔ اس لئے ریاست کو کتب خانہ کی جانب توجہ کرنے کی زیادہ، ضرورت ہے۔ اس کی ادنیٰ توجہ سے یہ کتب خانہ بھی شمالی ہند کے مشرقی کتب خانوں کی طرح شہرت

---

[1] یہ واضح رہے کہ نواب محمد علی خاں مرحوم کو شہزادگی کے زمانہ ہی سے کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا اور کئی کتابیں شائع بھی کرنا شروع کر دی تھیں جب وہ بنارس جا رہے تھے اس وقت اپنی جمع کردہ قلمی نوادر بھی ٹونک سے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اور وہاں کے دورِ قیام میں اضافے کرتے رہے۔ ایڈیٹر

[2] اس وقت صاحبزادہ موصوف بقید حیات تھے۔ [3] نواب صاحب کا انتقال ۱۹۲۶ء میں ہوا۔

واہمیت حاصل کرسکتا ہے۔

علوم قرآن

(۱) تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر

یہ ابو الفرج عبد الرحمن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی القرشی التیمی البکری البغدادی الفقیہ الحنبلی الواعظ الملقب بہ جمال الدین الحافظ (م۔ ۵۵۰ھ[۵۱]) کی تصنیف ہے۔ کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ بخط نستعلیق[۵۲] خوشخط موجود ہے جو سورۃ الصافات سے آخر قرآن تک ہے۔ کتاب کا طرز بیان نہایت صاف اور سادہ ہے۔ جس کو معمولی استعداد کا عربی طالب علم بھی بلا تکلف سمجھ سکتا ہے[۵۳]

(۲) تیسیر البیان لاحکام القرآن

یہ علامہ جمال الدین محمد بن علی بن عبداللہ المعروف بابن نور الدین التیمی کی تصنیف ہے۔

ابتداء میں یہ عبارت ہے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْقُرْاٰنَ" الخ

مصنف نے اس میں صرف ان آیات کی تفسیر کی ہے جو احکام سے متعلق ہیں ۸۲۰ھ میں اس کی تصنیف سے فراغت ہوئی۔ کتاب پر سنِ کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں ہے لیکن نسخہ قدیم الخط اور صاف لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہے جو ۱۱۶۹ھ کا لکھا ہوا ہے۔ دوسرا نسخہ کتب خانہ رامپور میں ۱۱۰۱ھ کا نوشتہ محفوظ ہے۔

---

۵۱ (۲) ابن جوزی کی تاریخ وفات ۵۹۷ھ مطابق ۱۲۰۰ء ہے جو شاید کاتب نے سہواً ۵۵۰ھ لکھ دی ہے۔ ایڈیٹر

۵۲ مخطوطہ ابتدائی کتابت قدیم خط نسخ میں ہے جس پر کچھ اثرات ثلث کے اور کہیں کہیں خط کوفی کے آثار نظر آتے ہیں یہ نسخہ چھٹی صدی ہجری یا ابتدائی ساتویں صدی ہجری کا مرقومہ ہے جب کہ نستعلیق ایجاد بھی نہیں ہوا تھا۔ مصنف نے نستعلیق کا استعمال شاید خوشخطی کے لئے کیا ہوگا۔

۵۳ تفصیل کے لئے مقالہ "ٹونک کے کتب خانے اور ان کے نوادر" ملاحظہ کیجئے۔

(۳) کثیر الفوائد فی تصحیح و توضیح امثال القرآن

موضوع کتاب، کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ امثال القرآن کے موضوع پر یہ بہترین کتاب ہے چھوٹی تقطیع کے ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ سن تصنیف[1] نسخہ کے آخر میں یہ عبارت ہے:۔

"وکان الفراغ من تسوید ھٰذا النسخۃ الشریفۃ فی یوم الجمعۃ شہر رمضان المبارک ۱۲۔۔ھ"

(۴) اسئلۃ القرآن

یہ کتاب محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی المتوفی ۶۶۰ھ کی تصنیف ہے جن کی عربی لغت میں کتاب "مختار الصحاح" مشہور و متداول کتاب ہے۔ یہ نسخہ مختلف رنگ کے نفیس گل بیز کاغذ پر بخط نستعلیق لکھا ہوا ہے۔ تقطیع متوسط ضخیم، ابتدا اس طرح سے ہے

"قال الفقیر الی رحمۃ ربہ و مغفرتہ" الخ

یہ کتاب اعراب القرآن للعسکری مطبوعہ مصر کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہے۔

(۵) تفسیر ایجاز البیان لمعانی القرآن

یہ نجم الدین ابو القاسم محمود بن ابی الحسن النیشاپوری القزوینی کی تصنیف ہے۔ کتاب کا سن تصنیف معلوم نہ ہو سکا۔ مصنف نے یہ کتاب شہر خجندہ میں تصنیف فرمائی ہے۔ اس کا نسخہ اکثر جگہ سے کرم خوردہ ہے کتابت قدیم طرز کی اور چھوٹی تقطیع کے ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے کتاب کا آغاز یوں ہوتا ہے

بعد حمد اللہ و کفا و جفنہا ما الصلوٰۃ علیٰ نبیہ محمد خیر خلقہ[2] الخ

---

[1] اس کا سن تصنیف ۵۵۳ھ م ۱۱۵۸ء ہے اور سن کتابت ۶۵۸ھ م ۱۲۵۹ء ہے۔ ایڈیٹر

[2] اس کا دوسرا نسخہ اب تک دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔ اس کی تدوین و ترتیب کے لئے مرکزی وزارت تعلیمات حکومت ہند کی جانب سے مولانا سید احمد صاحب کو نیشنل اسکالرشپ ملی ہے

(۶) غریب القرآن المسمیٰ بنزھۃ الخاطر وسرور الناظر

للامام اللغوی فخر الدین محمد بن علی النجفی الطریحی

یہ نسخہ بھی قدیم الخط ہے مگر نہایت اچھی حالت میں ہے سن کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ یہ کوئی مستقل کتاب نہیں ہے بلکہ امام ابی بکر محمد بن عزیز سجستانی (م ۳۳۰ھ) کی کتاب "غریب القرآن" کو جدید ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ اس کی تصریح مقدمہ میں مؤلف اس طرح کرتا ہے۔

• انی عثرت بکتاب غریب القرآن المسمی بنزھۃ القلوب ونزھۃ المکروب تالیف ابی بکر محمد بن عزیز السجستانی وتاملتہ واذا ھو کتاب فائق رائق عجیب غریب الا المطلوب فیہ یعسر تناولہ للقصور فی ترتیبہ والخلل فی تبویبہ فاستخرت اللہ تعالیٰ علی تغییر ذٰلک الترتیب علی وجہ لہ رضی فشرعت فیہ ورتبتہ علی ابواب الحروف الھجائیۃ الخ

(۷) تفسیر القرآن :۔ للشیخ الاجل الشاہ اہل اللہ بن الشیخ عبدالرحیم الدہلوی

یہ عربی میں قدیم مفسرین کے طرز کی تفسیر ہے۔ عبارت نہایت پاکیزہ شستہ اور صاف ہے۔ شاہ صاحب نے اس میں اہلِ تصوف کے مذاق کا خاص طور پر لحاظ رکھا ہے یہ تفسیر علامہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ صرف اجمال اور تفصیل کا فرق ہے اس میں اختصار ہے اور قاضی صاحب کی تفسیر میں تفصیل ہے

راقم سطور نے شاہ اہل اللہ صاحب کے مفصل حالات معلوم کرنے کے لئے مختلف عربی فارسی تذکروں کی ورق گردانی کی اور خط وکتابت کے ذریعہ اہل علم حضرات سے دریافت بھی کیا مگر کہیں سے کامیابی نہ ہوسکی اور نہ آپ کی تصنیفات کے متعلق کچھ معلوم ہوسکا۔

صرف الیانع الجنی کے مطالعہ سے اتنا پتہ چل سکا کہ آپ شاہ ولی اللہ کے بھائی ہیں۔ اور احادیث ہدایہ کی تخریج پر آپ کی ایک تصنیف ہے۔

اس سے زیادہ حالات شاید الیانع الجنی کے مؤلف کو بھی معلوم نہیں ہو سکے۔ یانع کے الفاظ یہ ہیں:۔

ولوکان لولی اللہ اخ یسمی اھل اللہ کان من اھل اللہ واھل العلم به لم یبلغنی من خبرہ فوق انہ کتب لطیفا فی تخریج احادیث الھدایۃ رأیت لہ الابواب الاربعۃ مختصرا فیہ کلمات جامعۃ یکثر نفعھا رحمہ اللہ تعالیٰ" الخ

کتاب کے آخر میں یہ عبارت ہے:۔

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین اولاً وآخراً الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ وانا الفقیر المفتقر الی اللہ الکریم اھل اللہ بن عبد الرحیم احسن اللہ الیہ والی والدیہ بفضلہ العمیم والسلام علی من اتبع الھدیٰ

فقہ اور اصول میں بھی عربی میں آپ کی دو معرکۃ الآراء تصنیف ہیں "مختصر الہدایہ" اور "اصول فقہ" پہلی کتاب فقہ حنفی کی مشہور متداول کتاب ہدایہ کا خلاصہ ہے۔ یہ خلاصہ اس قابلیت کے ساتھ کیا گیا ہے کہ کتاب کا اصل مضمون نہیں چھوٹا ہے لیکن لاحاصل تطویلات اور فقیہانہ مناقشات کو یکسر قلم انداز کر دیا ہے حتیٰ کہ صاحبین اور طرفین کے اختلافی مسائل تک نظر انداز فرما دیئے ہیں۔ صرف امام ابوحنیفہؒ کے فقہی مسلک کو پیش کیا ہے۔ اور اس کے ذیل میں ہر مسئلہ کی تائید و توثیق میں صحاح اور دوسری مستند کتب احادیث

سے حدیثیں نقل کی ہیں۔

غالباً اسی کتاب کے متعلق مؤلف یانع کو تخریج ہدایہ کا شبہ ہو گیا ہے۔ راقم کے پاس یہ دونوں کتابیں صحیح و سالم قلمی موجود ہیں۔ مختصر الہدایہ کا نسخہ حضرت مولانا عبد القیوم (م ۱۲۹۹ھ) بن شیخ عبد الحی بڈھانوی خلیفہ سیدنا احمد شہیدؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی۔ رئیس بھیکم پور (ادام اللہ فیوضہم العلمیہ) کے کتب خانہ میں میری نظر سے گزرا ہے۔ اس کا ایک ناقص نسخہ مکتوبہ ۹۵۹ھ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں فن فقہ کے تحت نمبر ۸۱۲ پر موجود ہے۔ جو کتاب النکاح سے کتاب المزارعۃ تک ہے۔ ایک محترم دوست سے معلوم ہوا ہے کہ مختصر الہدایہ کا ایک قلمی نسخہ علامہ ادیب عبد العزیز الاثری المیمنی صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ابقاہ اللہ تعالیٰ راعیاً للعلم والادب کے پاس بھی ہے۔

رسالہ اصول فقہ یہ رسالہ صغیر الحجم ہونے کے باوجود اصول فقہ کا نہایت جامع رسالہ ہے۔ اور اصول شاشی اور حسامی کی طرح عبارت میں اس قدر ایجاز و اختصار سے کام نہیں لیا گیا ہے جس سے طلبہ پر کتاب کا مطلب سمجھنا دشوار ہو جائے۔ یہ رسالہ عبارت اور طرز بیان کے اعتبار سے متداول اصولی رسائل سے بدرجہا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اولہ:۔

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوات والسلام علی سید المرسلین
محمد والہ واصحٰبہ اجمعین اما بعد فیقول الفقیر المفتقر الی
رحمۃ اللہ الکریم محمد اہل اللہ بن الشیخ عبد الرحیم غفر اللہ
لہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ ھذا مما یجب استحضارہ
فی اصول الفقہ ۔۔۔ الخ

میرے پاس جو نسخہ ہے وہ والد ماجد حضرت مولانا محمد یٰسین محدث بریلی (م ۸ صفر ۱۳۶۳ھ) کے

ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ مرحوم نے اس رسالہ کو بنگلور (مدراس) کے زمانہ قیام میں کسی قلمی نسخہ سے نقل فرمایا تھا۔
کہیں کہیں معمولی سی بیاض چھوٹی ہوئی ہے قابلِ طبع رسالہ ہے

(۸) المقدمۃ فی اصول الترجمۃ

یہ رسالہ بزبان فارسی حکیم الامت سیدنا الشیخ ولی اللہ بن عبدالرحیمؒ کی تصنیف ہے۔ گو یہ ۱۲-۱۲ صفحہ کا مختصر رسالہ ہے۔ مگر مضمون کی ندرت اور خصوصیات کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ترجمۂ قرآن کے فن پر اپنے طرز کا یہ پہلا رسالہ ہے۔ فن ترجمہ قرآن کی جن خصوصیات کا اس رسالہ میں ذکر کیا گیا ہے ان کا اپنے ترجمۂ قرآن (فتح الرحمٰن) میں التزام رکھا ہے۔ یہ رسالہ شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے۔ جو رسالہ فتح الرحمٰن کے بعض مطبوعہ نسخوں کی ابتداء میں چھپا ہوا ہے وہ زیر نظر رسالہ کے علاوہ ہے۔ یہ نسخہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۲۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔ کاتب کا نام محمد علی الحسینی السقطی ہے اس رسالہ کا ایک قلمی نسخہ مولانا سید نورالحق علوی استاذ اورنٹیل کالج لاہور کے یہاں بھی ہے۔ ان دونوں نسخوں میں کہیں کہیں الفاظ کی کمی وزیادتی کا معمولی سا فرق ہے۔

اکتوبر ۳۶ء کے برہان دہلی میں اسی "مقدمہ" کو مختصر نوٹ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ برہان کا یہ شائع کردہ رسالہ راقم سطور کے ٹونک لائبریری کے نسخہ سے نقل کیا ہوا ہے۔

اس نسخہ کے طبع کرنے میں بڑی عجلت سے کام لیا گیا ہے ضرورت تھی کہ اس کے دوسرے نسخوں کو تلاش کر کے ان سے تصحیح و تقابل کے بعد شائع کیا جاتا۔ راقم سطور نے مختلف نسخوں کی مدد سے اس کی تصحیح کرلی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اسے شائع کیا جائے گا

(۹) طیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح

یہ علامہ حسین بن عبداللہ بن محمد الطیبی م ۷۴۳ھ کی نہایت معتبر تصنیف اور مشکوٰۃ کی شروح میں سب سے پہلی شرح ہے۔ یہ نسخہ جابجا سے ناقص ہے۔ مگر کتابت نہایت اعلیٰ ہے۔

اولہ :- الحمد للہ الذی ھو العزیز الحکیم وھو الرحمٰن الرحیم : الخ

اصول حدیث میں بھی آپ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے ٹونک میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے طبعی کر ساتھ اگر اس کتاب کو بھی مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی مدظلہٗ طبع کرادیں تو بہتر ہو۔

(۱۰) ضوء المشکوٰۃ (حاشیہ مشکوٰۃ)

یہ ہندوستان کے جلیل القدر ادیب شاعر علامہ مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی تصنیف ہے کتاب کا آخری باب "باب ما علی الولاۃ فی التنبیہ" ہے۔ خطبہ کے بعد لکھتے ہیں۔

دبعد فیقول الفیض السہارنفوری وقد صین من کل شر وعین

الی لما انفضت یدی من تعلیقات الجلالین ثنیت عنانی الی

حل المشکوٰۃ غیر مکترث بزین ولا شین ولا مبال بما یصیب کل ھین و

لین مما یقال فیمن ضل وزل ولم یفرق بین العین والغین فشرعتہ منقحا

للاسماء والانساب مصرحا المناسبۃ ما فی الباب بالباب وکاشفا

فیہ عما یستعملہ العرب وباحثا عما یلیق لفنون الادب وموفقا بین

المتنافیین ورافعا للتنافی الظاھر البین علی قدر علمی وفھمی للہ دری

ان اصاب سھمی ولم اقتف الشراح ولم ابحث عن المسائل فان الفقہ

کافل لھا ونعم الکافل وسمیتہ بضوء المشکوٰۃ وعسی ان یکون ان تلقی

بالقبول واللہ المستعان علی ما اقول وھو نعم المسئول ھذا وفی

الدعاء وجود الخطاء معفو

(۱۱) حاشیہ مشکوٰۃ (عربی)

مصنف کا نام عطاء اللہ بن فضل شیرازی نیشاپوری المعروف بجمال حسنی ہے۔ طبقات شاہجہانی

میں لکھا ہے کہ میر جمال الدین عطاء اللہ نے ہرات میں وفات پائی۔ صاحب کشف الظنون نے ان کی وفات ۱۰۰۰ھ میں لکھی ہے۔

یہ نسخہ بخط عربی خوشخط ہے اول صفحہ مطلاء ہے اور جدول آسمانی ہے۔ کتاب کے آخر کی ان عبارتوں

تمت الحاشیۃ بحمد اللہ وعونہ وحسن توفیقہ فی سنۃ الف ثمانین زائداً

علیہ التسع من الہجرۃ النبویۃ علیہ الصلوٰۃ وعلیٰ الہ واصحبہ وازواجہ اجمعین

شرعت ہذہ الحاشیۃ فی بلدۃ لاہور حفظہ اللہ من الآفات فی عہد

ابی المظفر محی الدین اورنگ زیب والسنۃ من جلوس تسعۃ عشر

سے بظاہر دھوکا ہوتا ہے کہ ۱۰۰۰ھ میں مصنف کا انتقال ہوا ہے تو ایسی حالت میں ۱۰۸۹ھ سن تصنیف کس طرح ہو سکتا ہے لیکن درحقیقت یہ سنِ کتابت ہے سنِ تصنیف نہیں

کتاب کے سرورق پر ہے "وھی خلاصۃ الطیبی"

(۱۲) لمعات التنقیح علیٰ مشکوٰۃ المصابیح

للشیخ عبد الحق حنفی المحدث الدہلوی (م ۱۰۵۲ھ م ۱۶۴۲ء)

یہ نسخہ قدیم الخط دو ضخیم جلدوں میں ہے کاغذ گل ریز سفید ہے۔ پہلی جلد نہایت خوشخط خفیف سی کرم خوردہ، جلد دوم بادامی مجدول شنجرفی وسیاہی، پہلے ورق کے صفحہ پر یہ عبارت ہے۔

"حاجی عبد اللہ خلیفہ شیخ عبد الرزاق بن شیخ امام الدین قادری" اور یہ مہر ثبت ہے [شیخ عبد القادر]

(۱۳) جواہر[1] الاصول فی حدیث الرسول

یہ ابوالفیض محمد بن محمد علی الفاسی کی تصنیف ہے۔ اولہ

الحمد لمن اصح حدیث کلام القدیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ من

---

[1] اس کا ایک قلمی نسخہ سہارنپور میں ایک محترم دوست کے یہاں میری نظر سے گزرا جو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے نسخہ سے منقول ہے

احسن کلام حدیثہ القدیم وعلی آلہ واصحبہ سراۃ ھداۃ الصراط المستقیم

آخر کی عبارت ہے:-

استراح بنان الکاتب من تحریرھا وتسطیرھا فی ضحوۃ الخمیس
الذی کان السابع والعشر من ذی القعدۃ وقد مضی من الھجرۃ
المصطفویۃ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام

(۱۴) لباب الاصول فی اصول الحدیث

یہ عربی میں اصول حدیث میں مختصر رسالہ ہے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

(۱۵) مدارج الاخبار ومعارج الآثار من مشارق الانوار

ہندوستان میں فن حدیث پر دو کتابیں لکھی گئی ہیں "مشارق الانوار" اور "کنز العمال" ان دونوں میں اولیت کا فخر مشارق الانوار کو حاصل ہے۔ اس کتاب میں اول الذکر کتاب کو فقہی تبویب پر مرتب کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ نہایت قدیم الخط ہے۔ فن حدیث کے تحت نمبر ۱۱۹ پر محفوظ ہے۔

(۱۶) شمائل ترمذی: بحواشی علامہ ابن حجر عسقلانی و میرک شاہ وغیرہ

یہ نسخہ بتقطیع متوسط ۱۰۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ سن کتابت کی عبارت حسب ذیل ہے۔

قد فرغ من تحریر ھٰذہ النسخۃ الشریفۃ المبارکۃ المسماۃ بشمائل
النبوۃ المصطفویۃ الفقیر الی اللہ الصمد محمد سعید بن محمد فی تاسع
عشر من ربیع الاول سنۃ الف ومائۃ وستین من الھجرۃ

اس کے علاوہ شمائل کے دو قلمی نسخے اور بھی کتب خانہ میں ہیں جو سنہ ۱۰۱۹ھ و سنہ ۹۰۹ھ کے نوشتہ ہیں۔

(۱۷) اشرف الوسائل فی شرح الشمائل (عربی)

مصنف کا نام احمد بن علی الہیتمی الانصاری مصری (المولود سنہ ۹۰۹ھ المتوفی سنہ ۹۷۳ھ) ہے

قاضی زکریا کے شاگرد ہیں، مکہ معظمہ میں ۹۷۳ھ کے بعد انتقال فرمایا۔ حجر ان کے اجداد میں کسی کا نام یا لقب تھا، اسی نسبت سے ابن حجر مکی مشہور ہوئے۔ نسخہ بخط نسخ خوشخط لیکن خفیف کرم خوردہ ہے۔

اولہ: الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وبعد فھذہ عجالۃ علقتھا علی مشکل شمائل الامام الحافظ ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ (بفتح المھملۃ فسکون)

مقدمہ میں ہے:-

لما قرئت علی فی رمضان سنۃ تسع واربعین وتسع مائۃ (۹۴۹) بالمسجد الحرام المکی الخ وسمیتھا اشرف الوسائل الی فھم الشمائل واسئل اللہ قبولھا (آمین)

(۱۸) شرح شمائل

یہ شرح شیخ عبد الرؤف المناوی (م ۱۰۳۱ھ) کی تصنیف ..۹۰ صفحات پر مشتمل ہے یہ نسخہ ۱۰۳۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ آخر میں یہ عبارت ہے۔

تم الشرح المبارک بعد العصر من یوم السبت السادس عشر من شھر رمضان المعظم سنۃ ۱۰۳۲ھ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم علی ید الفقیر محمد بن احمد المطری

کتاب کے سرورق پر ہے:-

ھذا الشرح للشیخ عبد الرؤف المناوی۔ المتوفی سنۃ ۱۰۳۲ھ

یہ شرح مولانا عصام الدین الاسفراینی اور علامہ ابن حجر الہیتمی مکی کی شرحوں کے بعد شمائل

کی تیسری شرح ہے جس میں پہلی دو شرحوں کی تہذیب و تنقیح کی گئی ہے۔ شرحوں کے بعد شمائل کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :-

ان ممن تصدی لشرحها اوحد المدققین مولانا عصام الدین الاسفرائینی فاتی بما لم یسبق الیه من کشف النقاب عن اسرارها لکنه من الاحتمالات العقلیة فی هٰذا الفن الذی هو من الفنون النقلیه مع ما هو علیه من الابهام حتی عد ذلک من سقطات الاوهام و ثلثها العالم النحریر الشهیر بابن حجر الهیثمی نزیل المکة المکرمة فاطال و اطاب

(۱۹) شرح شمائل

مولانا عصام الدین ابراہیم بن محمد الاسفرائینی م ۹۴۳ھ کی شرح شمائل کا بھی قلمی نسخہ کتب خانہ میں محفوظ ہے

(۲۰) الخیر الکثیر اور التفہیمات

یہ دونوں رسالے ایک مجموعہ میں نہایت پاکیزہ خط میں لکھے ہوئے ہیں مجلس علمی ڈابھیل سورت سے یہ دونوں رسالے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں حضرت شاہ صاحب کے پہلے مسودے سے منقول ہونے کی باعث ان کی قدر و قیمت چھپ جانے کے باوجود بہت زیادہ ہے۔ یہ دونوں نسخے ٹونک لائبریری کے گوہر نایاب کہلانے کے مستحق ہیں۔

مجموعہ کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے

تفہیمات حضرت قدوۃ العلماء مولوی شاہ ولی اللہ صاحب منقول از مسودۂ اول قلمی خط فارسی کاغذ سفید، در کتب خانۂ یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خاں بہادر دام اقبالہ والی ٹونک در سنہ ۱۲۹۰ھ داخل گردید۔

اس عبارت کے ذیل میں جو مہریں ثبت ہیں ایک مہر محمد علی خاں بہادر کی اس طرح سجع میں ہے۔

نگہبان دین محمد علی

دوسری مہر وزیر الدولہ امیر الملک محمد وزیر خاں نصرت جنگ کی ہے اسی مجموعہ میں سات صفحوں کا ایک رسالہ مصطلحات الحدیث کا بھی ہے۔ اس پر نواب محمد علی خاں کی مہر ہے

(۲۱) مجموعہ رسائل حجۃ الاسلام سید نا اسمٰعیل شہیدؒ

اس مجموعہ میں ایک رسالہ ہے جس میں حضرت شہیدؒ نے معاصر علماء شاہجہاں آباد (آگرہ) کے فتاوای پر تنقید فرمائی ہے۔ مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

پس از ایں اجوبۂ مفصلہ بعض سوالات است کہ علماء شاہجہاں آباد در اجوبۂ آنہا اجماعے مخل بکار بردہ اند وبدیں سبب بعض عوام در اوہام باطلہ افتادہ اند۔ ابتغاء لرضوان اللہ تعالیٰ برائے دفع شبہ عوام بتفصیل پرداختم۔ وھو حسبی ونعم الوکیل ونعم المولیٰ ونعم النصیر

دوسرا رسالہ "علم عقائد" میں ہے۔ اس کا آغاز یہ ہے:۔

من العبد الذلیل الراجی لرحمۃ اللہ الجلیل محمد اسماعیل تجاوز ربہ مما قل وکثر

تیسرا رسالہ "اصول حدیث" پر ہے جس میں احادیث کے اخذ و استناد کے سلسلہ میں ائمہ اربعہ کا نقطۂ نظر اور محور فکر واضح فرمایا ہے جس کے مطالعہ سے ائمۂ اربعہ کے (فقہ میں) بادی النظر میں جو اختلاف نظر آتا ہے اس کی حقیقی علت نظروں میں آجاتی ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد درس حدیث میں کسی مذہب کے پیرو کو اپنے مسلک کی تائید اور تقویت کے لئے متعارض احادیث میں دور از کار تاویلات کرنے کی قطعاً گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس رسالہ سے موجودہ جماعتی نقاط نظر کے طریقۂ تعلیم حدیث میں اصلاح ہو سکتی ہے۔ قابل طبع رسالہ ہے۔
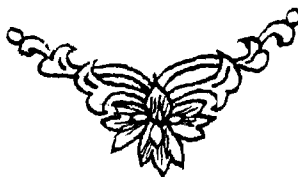
شوکت علی خاں، ڈائرکٹر عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک

ٹونک آج گو علم و فن کا مرکز نہیں لیکن کسی زمانہ میں وہ گہوارۂ علم و ہنر اور کاشانۂ مذہب و ملت رہ چکا ہے۔ ہندوستان بھر کے منتخب اور اکابر علماء یہاں جمع تھے۔ سمرقند، بخارا، کابل، قندھار، ایران، ترکستان، مصر اور عرب تک کے طلباء حصول علم کے لئے یہاں آتے تھے اس کا ذرہ ذرہ علم پروری اور ادب نوازی کا آئینہ دار ہے یہاں محمود غزنوی کی فوجیں بھی ٹھہری ہیں اور نگ زیب کے رایات ظفر آیات بھی گذرے ہیں ہلکر اور سندھیا کے ناقوسوں کی آوازیں بھی یہاں کے دشت و جبل میں گونجی ہیں یہیں سید احمد شہیدؒ کا قافلہ ٹھہرا تھا۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی قدم بوسی کا شرف بھی اسی زمین کو حاصل ہے۔ اس کی سرزمین پر اب تک ان کے فیضان اور روحانی تجلیات کا اثر باقی ہے۔

یہاں کے علماء و فضلاء، سید حیدر علی، حکیم سید دائم علی، علی احمد بہاری، سید انعام اللہ بریلوی، حکیم امام الدین، حکیم مرزا جان خاں، حیدر حسن خاں محدث، غازی ولی محمد پھلتی، مولوی خیر الدین شیر کوٹی، مولانا نجف علی خاں جھجری، حکیم نازش خیر آبادی، محمود حسن خاں (مصنف معجم المصنفین) حکیم برکات احمد، حافظ محمود خاں شیرانی، استاذی مولوی محمد عیسٰی خاں اور مرشدی حضرت صولتؒ کے فیوض و برکات سے ایک عالم سیراب ہوا۔

ٹونک کی علمی تاریخ تو اب قصۂ پارینہ بن چکی ہے لیکن اس کی کچھ یادگاریں اب بھی باقی ہیں۔ اور وہ اس کے کتب خانے ہیں۔ جو آج بھی اسلاف کے بیش قیمت جواہر پاروں کو اپنے دامن میں لئے بیٹھے ہیں

لہ معارف نمبر ۳ جلد ۹۶ بابت ستمبر ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا۔ جس کو اضافہ کے ساتھ کتاب ہذا میں شامل کیا جا رہا ہے۔

ان میں سب سے بڑا کتب خانہ سعیدیہ[1] ہے۔ جو اپنے بیش قیمت نوادر کے اعتبار سے ہندوستان کے ممتاز کتب خانوں میں شمار ہونے کے لائق ہے۔

اس میں بہت سے قدیم علماء و مصنفین کی کتابوں کے نادر نسخے ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتے ان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ صاحب کے تبرکات بھی ہیں کئی کے قطب شاہی خاندانوں کے نوادر بھی ہیں۔ مرزا ہمایوں، اکبر اور اورنگ زیب کے مخطوطات بھی ہیں خود مصنفین کے لکھے ہوئے اور ان کے دستخط شدہ مخطوطات بھی ہیں خصوصاً پانچویں چھٹی، ساتویں، آٹھویں، نویں، اور دسویں صدی ہجری کے مشاہیر علماء کے اسناد اور تحریروں کے بیش بہا اور نایاب نسخے ہیں۔

اس کتب خانہ کے بانی یمین الدولہ نواب محمد علی خاں[2] ہیں جو نواب امیر الدولہ[3] بہادر بانی ٹونک کے پوتے اور نواب وزیر الدولہ[4] کے جانشین تھے، نواب ممدوح خود بھی بڑے عالم اور علم نواز تھے نواب صاحب نے سیاسی دنیا سے الگ ایک ادبی دنیا بسائی تھی جو اب تک قائم ہے۔ گو سیاسی اعتبار سے ٹونک ریاست ختم ہو چکی لیکن نواب محمد علی خاں کی ادبی مملکت آج بھی قائم ہے۔

نواب محمد علی خاں بہادر ۱۸۶۴ء میں تخت نشین ہوئے اور تقریباً چار سال بعد ہی انگریزوں نے معزول کر کے بنارس بھیج دیا۔ یہاں آنے کے بعد نواب صاحب نے ایک ادبی دنیا بسائی، کاتب و خوشنویس

۱۔ جس کے مطبوعات سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری اور مخطوطات راجستھان کے دیگر ذخائر کے شمول کے ساتھ اب ایک خود مختار آزاد ڈائرکٹریٹ "عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک" کے نام سے قائم و دائم ہے

۲۔ تیسرے فرماں روائے ٹونک جو اس کتب خانہ کے بانی تھے (۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۷ء)

۳۔ ہندوستان میں آزادی کا آخری طاقتور شہباز اور پٹھانوں کے سب سے بڑے لیڈر تھے جنھوں نے ٹیپو سلطان کے بعد وطن کو آزاد کرانے کی جدوجہد کی۔ لیکن اپنے ہی ملک کے اغراض پرست ساتھیوں کے عدم تعاون کی بنا پر ناکام ہو کر انگریزوں سے صلح کر لی اور ٹونک کی ریاست لے کر عہد و پیماں میں جکڑ دیے گئے۔

(تاریخ سید احمد شہید مصنفہ مولانا غلام رسول مہر ص ۱۱۰)

۴۔ دوسرے فرماں روائے ٹونک (۱۸۳۴ء تا ۱۸۶۴ء)

اور علماء و فضلاء کو اپنی محفل میں جگہ دی دور دور سے قیمتی جواہر پارے جمع کئے۔ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر و ایران اور
دنیا کے گوشہ گوشہ سے علماء و سفراء کو بھیج بھیج کر نایاب نسخے یا ان کی نقلیں منگوائیں۔ اور خود بھی تصنیف و تالیف کا
سلسلہ شروع کیا۔ اس طرح جب نواب صاحب نے ۱۸۹۵ء میں انتقال کیا تو ایک بیش بہا کتب خانہ
چھوڑ گئے۔ یہ کتب خانہ نواب صاحب کے فرزند صاحبزادہ عبدالرحیم[۵۱] خاں صاحب کو ورثہ میں ملا جنہوں نے ٹونک منتقل
کر کے اس میں مزید اضافہ کیا۔

صاحبزادہ عبدالرحیم خانصاحب کے انتقال کے بعد نواب سعادت علی خاں صاحب نے اسے ریاست
کو منتقل کر دیا۔ اور ۱۹۴۲ء میں صاحبزادہ عبدالعظیم خاں کا تقرر ناظم سعیدیہ[۵۲] کتب خانہ کی حیثیت سے کیا
عبدالعظیم خاں صاحب نے بڑی جانفشانی اور تن دہی سے اس فریضہ کو انجام دیا اور از سر نو فہرست مرتب کرنے
کے لئے ۱۹۵۱ء میں مولانا محمد عمران خاں کو مامور کیا۔ مولانا موصوف علوم شرقیہ کے نہ صرف فارغ التحصیل
ہی ہیں بلکہ اس کے دلدادہ بھی ہیں اس لئے تین سال کی مسلسل محنت اور کاوش کے بعد قلمی اور مطبوعہ کتابوں
کی الگ الگ فہرستیں باعتبار فن مرتب کیں۔ ان کی بدولت قلمی نسخوں کی ندرت اور خصوصیات کا حال
بیان کرنا آسان ہو گیا۔

۱۹۶۱ء میں حکومت راجستھان نے سعیدیہ کتب خانہ کے تمام نوادر کو نئے ادارہ تحقیقات علوم شرقیہ
میں منتقل کر دیا جس میں ناظم ادارہ علوم شرقیہ کی حیثیت سے راقم کا تقرر کیا گیا۔ یہ کام حکومت نے مولانا آزاد،
مرحوم کی اسکیم کے تحت کیا تھا جو ان نوادر کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے حد درجہ لائق ستائش ہے۔

---

۵۱ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں صاحب نواب محمد علی خاں بہادر کے خلف الصدق تھے باپ کی طرح خود بھی علم و فن کے شائق اور علوم شرقیہ کے دلدادہ تھے اور اس دنیا میں بڑے عالم کی حیثیت سے مشہور تھے بہت سی کتابوں کی تالیف و ترتیب بھی کی ہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے باپ کے اس گراں مایہ ذخیرہ کو اپنی فائق کوششوں سے اور زیادہ بڑھایا۔ یہاں کی ہر کتاب پر موصوف کے حواشی اور دستخط ملتے ہیں۔

۵۲ سعید الدولہ وزیر الملک نواب سعادت علی خاں صاحب بہادر (۱۹۳۰ء تا ۱۹۴۷ء) کا تخلص "سعید" تھا۔ اسی نسبت سے اس کتب خانہ کا نام "سعیدیہ" پڑا۔ اور خطاب بھی سعید الدولہ تھا۔

اس ذخیرہ کے بیشتر نوادر پر نواب محمد علی خاں کے قلم کی تحریریں، حواشی اور امیر الدولہ و وزیر الدولہ نوابان ٹونک کی مہریں اور دستخط ثبت ہیں۔ مولانا آزاد اس کتب خانے کی اہمیت سے پوری طرح واقف تھے خود بھی استفادہ فرماتے اور دوسروں کو بھی استفادہ کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۵۱ء میں کتب خانہ سے متعدد کتابیں حکومت راجستھان کے ذریعہ طلب فرمائیں جو کئی سال تک ان کے زیر مطالعہ رہیں۔

اسی زمانہ میں آپ نے حکومت راجستھان کو کتب خانہ کی ایک مفصل اور جامع فہرست تیار کرانے کی طرف توجہ دلائی۔ اور اس کا ایک خاکہ بھی بنا کر بھیجا۔ اس خاکہ کے مطابق کتابوں کی ایک مکمل فہرست تیار ہوئی جو افسوس ہے کہ اب تک قلمی شکل میں ہے۔ مگر ادارے کی دوسری فہرستوں کے مقابلہ میں بہت مفید اور کارآمد ہے۔

اس کتب خانہ کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دوسرے ملکوں کی فضلاء و محققین اس سے استفادہ کے لئے ٹونک آتے رہے ہیں۔ سنہ ۱۹۵۲ء میں عرب لیگ کی جانب سے جو وفد نادر کتابوں کی تلاش اور ان کے فوٹو لینے کے لئے ہندوستان آیا تھا اس نے اس کتب خانہ کی بیس کتابوں کے فوٹو لئے۔ اسی طرح کیمبرج یونیورسٹی کے ایک اسکالر نے جو محقق طور پر ریسرچ کر رہے تھے ٹونک آکر اس کتب خانہ سے استفادہ کیا۔ اور ایک کتاب کا عکس حکومت ہند کے ذریعہ منگوایا۔

ہندوستان کے علماء اور مصنفین تو بکثرت آتے ہی رہتے ہیں اور خط و کتابت کے ذریعہ استفادہ کرتے ہیں جو مشہور شخصیتیں بھی راجستھان آتی ہیں وہ کتب خانہ دیکھنے کے لئے ٹونک ضرور آتی ہیں۔

خود مولانا آزاد مرحوم کی دلی خواہش تھی کہ کسی موقع پر اس گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے نایاب ذخیرہ کو ملاحظہ فرمائیں لیکن غیر معمولی مصروفیات کی وجہ سے اس ارادہ کو پورا نہ کر سکے جس کی تکمیل مولانا مرحوم کے جانشین پروفیسر سید نور الحسن نے سنہ ۱۹۷۶ء میں کی۔
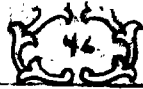
پروفیسر صاحب نے اس ادارہ کی اہمیت کے پیش نظر ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۶ء میں دوبار یہاں تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی۔ اور حکومت راجستھان اور دیگر عمائدین حضرات کی توجہ اس کی ترقی و ترویج کے لئے مبذول کرائی۔ اور مجھ سے ایک تفصیلی اسکیم مانگی جس کو میں نے .I.C.H.R میں پیش کی۔ اس اسکیم کے تحت آئی۔سی۔ایچ۔آر نے مجھے ایک اہم ریسرچ پروجیکٹ دے کر اس کا ڈائریکٹر مقرر کیا۔ جو اب تک چل رہا ہے۔

اس پروجیکٹ کے تحت اس ادارہ کے تقریباً ساڑھے پانچ ہزار سے زائد عربی، فارسی، اردو کے مخطوطات کی انگریزی میں وضاحتی فہرست (CATALOGUE) مرتب کرنی تھی۔ مخطوطات میں اضافہ ہوتا تھا اور پروفیسر گرودر ڈائریکٹر آئی، سی، ایچ، آر کی مہربانی سے اس دو سالہ پروجیکٹ کی اور توسیع کی گئی۔ مزید برآں ایک سال کی توسیع کی اور ضرورت ہے اس لئے کہ گرودر صاحب نے اس کیٹلاگ کو اور وضاحتی اور تحقیقی بنانے کے لئے کچھ تحقیق طلب اور زوائد معلومات کا اضافہ کرنے کے لئے مفید اور بار آور ہدایات دی ہیں۔

پروفیسر نور الحسن صاحب کے جانشین ڈاکٹر پی، سی چندر گی ۱۹۷۸ء میں اس ادارہ کی ایک تاریخی نمائش اور صد سالہ تقریبات کا افتتاح کرنے تشریف لائے اور اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کو خود مختار ادارہ بنانے اور ترقی دینے کے لئے حکومت راجستھان سے سفارشات کیں۔

ڈاکٹر مسز کپیلا واتسیانہ جوائنٹ ایڈوائزر محکمہ تعلیمات حکومت ہند نے اس ادارہ کی توسیع و فروغ کے لئے حکومت راجستھان کو بار بار لکھا۔ اور دامے، درمے اس کی بہت مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس ادارہ کے قدرداں، سرپرست اور کھویا کو کھرا کر دیا جو راجستھان کے چیف منسٹر جناب بھیروں سنگھ شیخاوت سے زیادہ علمی اور تحقیقی دنیا میں عربی، فارسی علوم کے احیاء کے لئے زندہ رہیں گے

انھوں نے ایک دوسرے قدردان علم و فن، روح رواں جناب گوکل چند بھاوت چیف

سکریٹری راجستھان کی مفید مشوروں سے اس عدیم المثال تاریخی ذخیرہ کو صوبائی سطح پر ایک خود مختار آزاد ڈائریکٹریٹ کی شکل دی۔

یہ تاریخ ساز کارنامہ عربی فارسی دنیا میں ہمیشہ راجستھان کا نام سرفراز او بلند رکھے گا جناب بھیروں سنگھ شیخاوت اور جناب گوپال کرشن بھانوت کے نام یہاں کے ایک ایک مخطوطہ پر سنہری حروف میں جلی عنوان سے ہمیشہ اجاگر رہیں گے۔

یہ ڈائریکٹریٹ ساڑھے پانچ ہزار سے زائد مخطوطات اور تیس ہزار سے زائد مسودات پر مشتمل پورے راجستھان میں علوم شرقیہ کا واحد ادارہ ہے جس میں تین[۱] ہزار سے زیادہ قلمی کتابیں ہیں جو مختلف خصوصیات کی حامل ہیں۔ کچھ فنی لحاظ سے نادر ہیں، کچھ ادبی لحاظ سے، بعض ندرت اور قدامت کے لحاظ سے اہم ہیں، بعض کتابت اور صناعی کے لحاظ سے بے نظیر ہیں۔

اس کتب خانہ میں مختلف ملکوں اور مختلف دور کے خطوط اور خطاطی کے نمونے مثلاً کوفی، ثلث نسخ، رقاع، خطِ ناخن، خط غبار، خط سنبل، خط گلزار، خط طغریٰ، تعلیق اور نستعلیق وغیرہ موجود ہیں جن سے ان کی تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے۔ مطلاّ و مذہب نسخوں کا بھی ایک بیش قیمت ذخیرہ ہے جو صناعی کا بہترین نمونہ ہیں اب ان نادر نسخوں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) قرآنِ کریم کا ایک مُطلاّ و مُذہّب نسخہ جو خطاطی کا بہترین نمونہ ہے، کاغذ کی ساخت قلم کی کشش، اس کے بیل بوٹے، مذہب حاشیے اور سیاہی کی جاذبیت اس نسخہ کی ندرت اور قدامت کی ضامن ہے۔ یہ حمائل شریف شیراز میں ۸۴۲ھ میں لکھا گیا۔ کاتب کا نام احمد التبریزی[۲] ہے۔ کاغذ نہایت نفیس

---

[۱] اب اس ادارہ میں جے پور، ادے پور، جھالاواڑ اور بھرت پور کے مخطوطات بھی شامل ہو گئے ہیں جن کی تعداد اب تقریباً ساڑھے پانچ ہزار سے زائد ہو چکی ہے۔ حکومت راجستھان کے سابق اسٹیٹ ایجوکیشن منسٹر سید فاروق حسن صاحب کی قوجہ خاص سے یہ اسکیم منظور کی گئی اور ایک شاندار مرکزی ادارہ کی بنیاد پڑی۔

[۲] احمد التبریزی

نایاب اور باریک ہے پورا نسخہ مع بین السطور اور حاشیہ مطلّا و مذہب ہے۔ نشانات آیات بھی مطلا ہیں جدول انتہائی نفیس، رنگین اور دلکش ہے۔

(۲) **کلام مجید**:- کا ایک سی ورقی نسخہ فن خطاطی کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ پورا کلام مجید تیس اوراق میں ہے۔ کاغذ بادامی باریک شروع کے دو صفحے کا حاشیہ مطلا اور مینا کار ہے کل اوراق مجدول طلائی اور بین السطور مطلا، حاشیہ حسین بیل دار اور مطلا ہے خط نہایت باریک......... لیکن حروف ایسے روشن ہیں کہ دور سے بھی واضح اور دلکش نظر آتے ہیں خطاطی کی ندرت کے علاوہ ماہر فن کار نے اس رعایت سے کتابت کی ہے کہ ایک ورق میں ایک پارہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے [1]

(۳) **قرآن مجید**:- کا ایک نسخہ دور مغلیہ کی یادگار ہے جو تیموری سلاطین کے کتب خانہ میں رہ چکا ہے لیکن بد قسمتی سے کرم خوردہ اور داغدار ہے۔ اس کی خطاطی، کاغذ کا رنگ اس کی قدامت کے شاہد ہیں۔ آخر میں نامکمل ہونے کی وجہ سے خطاط کا اور تاریخ کتابت کا پتہ نہیں چلتا۔ صرف شروع میں ایک صفحہ پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ [2]

"از کتب خانہ سرکار مرزا محمد ہمایوں شاہ بہادر ابن مرزا محمد کام بخش عالم بہادر"

(۴) **تقریب النشر**:- یہ کتاب تجوید و قرأت میں ہے اور کتب خانہ کے بہترین نسخوں میں شمار کی جاتی ہے۔ محمد بن محمد بن محمد الجزری اس کے مصنف ہیں۔ اور ان کی زندگی کا مکتوبہ ہے خود مصنف کے ہاتھ کی قلمی اجازت اس نسخہ پر مرقوم ہے جو انھوں نے اپنے شاگرد شمس الدین زبیری کو عطا کی تھی۔

---

[1] یہ قرآن مجید عبد الباقی یاقوت رقم کا نوشتہ ہے جو شاہجہاں کو پیش کیا تھا۔ اس کے انعام میں شاہجہاں بادشاہ نے عبد الباقی کو رائج الوقت سکے عوض تلوا کر زر دے دیا

[2] یہ تاریخی تحریر اورنگ زیب عالمگیر کے پوتے کی ہے جو ادارہ کی اس روایت کی بھی تصدیق کرتی ہے کہ یہ نسخہ اورنگ زیب کے دست مبارک کا نوشتہ ہے۔ جو اورنگ زیب سے منسوب کیا جاتا ہے۔

محمد الجزری شرقی دنیا کے جید عالم گزرے ہیں۔ سلطان بایزید شہنشاہ روم تک آپ کی قدر کیا
کرتے تھے ان کی تحریر نے اس نسخہ کی قدر و قیمت بڑھا دی ہے۔ یہ نایاب نسخہ اورنگ زیب عالمگیر کے
کتب خانہ کی بھی زینت رہا ہے۔ کتاب کے دوسرے ورق پر اورنگ زیب کی مہر کندہ ہے۔ تاریخ کتابت
۸۲۹ھ م ۱۴۲۵ء درج ہے چونکہ مصنف کی قلمی عبارت اس پر مرقوم ہے اس لئے اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ یہ مصنف کے عہد کا مکتوبہ ہے۔

(۵) زاد المسیر (تفسیر) عبدالرحمن ابن جوزی

یہ نسخہ خلفاء عباسیہ کے کتب خانوں کی زینت رہ چکا ہے ۶۵۶ھ میں جب ہلاکو خاں نے
مستعصم باللہ کو قتل کرکے خلافت کا خاتمہ کردیا اور بغداد کا کتب خانہ برباد ہوا تو یہ نسخہ کسی شخص کے ہاتھ لگ
گیا۔ کتاب کے آخر میں جو عبارت درج ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۶۵۶ھ میں یہ نسخہ کسی صاحب کی ملک
میں آیا اس کا نام محو شدہ ہے۔ البتہ سن کتابت واضح ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ مصنف ابوالفرج
عبدالرحمن بن علی بن جوزی کی زندگی یا اس کے کچھ ہی دن بعد کا لکھا ہوا ہے۔ اس لئے کہ مصنف کا انتقال
۵۹۷ھ میں ہوا تھا۔

نسخہ ہذا کے پہلے صفحہ پر ایک طلائی مزین مربع بنا ہوا ہے یہ پرانا نسخہ بہت دیدہ زیب محشیٰ مجدول اور خطاطی
وقدیم عربی رسم الخط کا بیش بہا نمونہ ہے خلفاء کے دور کی عبارتیں جگہ جگہ ہیں جو صاف پڑھنے میں نہیں آتیں۔

(۶) تفسیر جلالین ۔ سن کتابت درج نہیں ہے لیکن مصنف کی زندگی کا نسخہ
ہے اس پر خود مولانا جامی کے حاشیے جگہ جگہ ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ مولانا جامی کی زندگی کا ہے جامی
کا انتقال جلال الدین سیوطی سے تیرہ سال قبل ہوا تھا۔ اس لحاظ سے یہ نسخہ نہایت قابل قدر ہے۔[1]

(۷) سواطع الالہام ۔ فیضی کا یہ مشہور بے نقط نسخہ نہایت خوشخط

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی کا [illegible] ۹۹۶ھ کا مکتوبہ [illegible] ۱۲۵ / ۲ / ۹ — ۱۵ / ۲ / ۹۵

مطلاً، مذہب اور طلائی مجدول ہے پوری تفسیر میں کوئی بھی نقطہ والا حرف استعمال نہیں کیا گیا اور مقدمہ بھی بے نقط لکھا گیا ہے۔ اس نسخہ کے کاتب اور سن کتابت کا کچھ پتہ نہیں چل سکا لیکن خطاطی، کاغذ کی اور قلم کی حسین گلکاریوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ دسویں یا گیارھویں صدی کا مکتوب ہے

(۸) تلخیص فی التفسیر: - ابو عباس احمد بن یوسف الکواشی ۶۸۰ھ کا قابل دید نسخہ ہے جو مشہور خطاط عبدالقادر بن صالح بن محمود کے سحر کار اشہب قلم کی گلکاریوں سے مزین ہے۔ یہ نسخہ مصنف کی زندگی کا ہے اور انہیں کے نسخہ سے تصحیح شدہ ہے اس پر خود مصنف کے ہاتھ کی ایک تحریر بھی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ نسخہ مصنف کی نظر سے گزر چکا ہے۔ کتاب کے آخر میں جگہ جگہ "عرض دیدہ شد" مع سنین مرقوم ہے ان میں سے کوئی نویں صدی کے بعد کا نہیں ہے۔ کتاب کے صفحہ ۱۲۰ و ۱۴۰ پر مہریں ثبت ہیں۔ جن میں یہ کندہ ہے

جاوداں باد انشان خاتم محمود شاہ   تا بلوح آسماں باشد منور مہر و ماہ[1]

(۹) الفوز الکبیر: - شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی الفوز الکبیر سے کون واقف نہیں ہے۔ لیکن اس نسخہ کی اہمیت اس لئے زیادہ ہے کہ اس میں خود شاہ صاحب کے قلم سے وہ اجازت درج ہے جو انھوں نے اپنے ایک شاگرد عبدالہادی کو دی تھی۔ اسی نسخہ سے ان کو درس بھی دیا تھا جو اس کے مستند ہونے کا ثبوت ہے۔

حدیث: - کے نادر نسخوں کا بھی اس کتبخانہ میں معتد بہ ذخیرہ ہے ان میں سے دو اہم مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱۰) اختیار اعتماد المسانید: - امام شرف الدین اسمٰعیل بن حسینی[2] اس مخطوطہ پر کتاب کا نام نہیں ہے لیکن کشف الظنون نے اختیار اعتماد المسانید لکھا ہے خود مصنف

---

[1] محمود شاہ بیگڑا شاہان گجرات میں مشہور و معروف بادشاہ گزرا ہے جس کی مہر پر یہ شعر کندہ تھا۔ اکثر کتابوں پر اس کی بھی مہر پائی جاتی ہے۔

[2] معنف ۔ ۳ ۔ ۱۱۱ ۔ ۔ ۱۲۱ ۔ ۱۱۱ ۔ ۔ ۱۲۱ ۔ ۰۲۲۲۰۰ ، ۳۰۶ [illegible]

کے قلم کا مکتوبہ ہے۔ مصنف نے اسے ۹۰۸ھ میں مدینہ منورہ میں تالیف کیا۔ کتاب کے پہلے صفحے پر ایک مربع دو مدور اور ایک شش پہل مہریں ثبت ہیں جن کی عبارتیں مٹی ہوئی ہیں۔

(۱۱) اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی

اس کے متعدد قلمی نسخے ہیں لیکن ایک نسخہ بہت اہم ہے۔ یہ شیخ کی وفات کے چند ہی سال بعد کا مکتوبہ ہے۔ ان کی وفات ۱۰۵۲ھ میں ہوئی اور اس نسخہ پر ۱۰۶۱ھ سے پہلے کی تحریریں درج ہیں یہ مغلیہ سلاطین کے کتب خانہ میں رہ چکا ہے۔ اس کے پہلے صفحہ پر ۱۲ مہریں اور آخر کے صفحہ پر ایک مہر ہے۔ ان مہروں میں ایک مہر شہزادہ اورنگ زیب کی ہے جو بہت واضح اور نمایاں ہے۔ ان میں مختلف امیروں کی مہریں بھی ہیں دو مہریں لطف اللہ خاں کی ہیں۔ وہ شاہجہانی وزیر سعد اللہ خاں کا لڑکا اور خود بڑا صاحب علم تھا، کئی جگہ "عرض دیدہ شد" مرقوم ہے

(۱۲) کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع

ابن حجر ہیثمی المتوفی ۹۷۳ھ کاتب کا نام درج نہیں سن کتابت ۹۵۹ھ ہے اس اعتبار سے یہ نسخہ مصنف کی زندگی ہی کا لکھا ہوا ہے۔ بلکہ بعض تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف کے قلم کا ہے اس حیثیت سے یہ نسخہ نہایت اہم اور تاریخی ہے

(۱۳) منظومۃ النسفی (فقہ)

نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد المتوفی ۵۳۷ھ مکتوبہ ۸۰۳ھ قدامت کے علاوہ اس نسخہ کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ محمود بن محمد بن شمس الدین مراقی بھیلانی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور اس پر ان کے حواشی ہیں۔

(۱۴) نقایۃ مختصر الوقایۃ

عبداللہ بن مسعود محبوبی حنفی المتوفی ۷۴۵ھ مکتوبہ ۹۹۶ھ شیخ ابوبکر گجراتی کے ہاتھ کا

لکھا ہوا نہایت خوشخط اور مطلّا و مذہب نسخہ ہے۔ شاہی کتب خانہ میں رہ چکا ہے۔ کتاب پر اورنگ زیب کی مہر ثبت ہے۔

تصوف کی کتابوں اور بزرگوں کے تذکروں کے بہت سے نسخے ہیں۔ ان میں حسب ذیل نسخے زیادہ اہم ہیں۔

(۱۵) **جوامع الکلم** - ملفوظات و مواعظ خواجہ گیسو دراز جس کو ان کے مرید خاص خواجہ اکبر حسینی نے مرتب کیا تھا۔ اس کے نسخے نادر و نایاب ہیں یہ نسخہ شاہی کتب خانہ میں رہ چکا ہے اس پر ان کی مہریں ثبت ہیں خواجہ گیسو دراز کی خانقاہ میں جو نسخہ ہے وہ اسی نسخہ کی نقل ہے۔

(۱۶) **نقد النصوص فی شرح الفصوص** مولانا جامی

مصنف کے عہد کا نسخہ ہے جا بجا ان کے خود کے قلم کے حواشی ہیں اس لحاظ سے یہ نسخہ نہایت اہم ہے۔ دارا شکوہ کے مطالعہ میں رہ چکا ہے۔ اس پر اس کی مہر ثبت ہے۔ مزید برآں ہرات کے سلطان حسین مرزا کا ایک قلمی شعر بھی درج ہے اور دیگر اکابر او مشاہیر کے حواشی چڑھے ہوئے ہیں۔

(۱۷) **مروج الذہب مسعودی** (تاریخ)

یہ کتاب بار بار طبع ہو چکی ہے اور مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے لیکن یہ قلمی نسخہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ عبدالرحیم خانخاناں کے کتب خانہ میں رہ چکا ہے اور اس پر اس کی تحریر موجود ہے[۱]

(۱۸) **تلقیح فہوم الاثرہ فی التاریخ والسیرہ** (ابن جوزی)

مکتوبہ ۶۷۰ھ اپنی قدامت کے اعتبار سے اہم ہے۔ اس کے ساتھ دو اور کتابیں زاد المسیر اور تلقیح بھی نہایت اہم ہیں۔ تلقیح پر سلاطین اور امرا کی مہریں اور تحریریں ثبت ہیں۔

(۱۹) **فہرست ابن ندیم وفیات الاعیان** - ابن خلکان - مکتوبہ ۶۴۲ھ

---

[۱] تفصیل کے لیے آگے ایک تفصیلی مقالہ بعنوان "اکبر کے نورتن" کی ایک تحریر ملاحظہ کیجیے۔

(۲۰) نظم الدرر والمرجان فی سیر سید الانس والجان

مولانا اوحد الدین مرزا جان البرکی ، قدیم نسخہ ہے - اس کو شاہ ولی اللہ صاحب کے بھائی
شاہ اہل اللہ صاحب نے ایک مستند نسخے سے نقل کیا تھا -

(۲۱) اخلاق محمدی (سیرت) مولانا سید ابن شیخ جعفری فارسی

خود مصنف کے قلم کا مکتوبہ ہے - اس کو اورنگ زیب کے حضور میں پیش کیا گیا تھا - اس پر مختلف
تحویلداروں کی دس مہریں ثبت ہیں - ایک مہر اورنگ زیب کی بھی ہے -

(۲۲) روضۃ الاحباب فی سیر النبی والاصحاب (فارسی)

جلال الدین عطاء اللہ شیرازی المتوفی سنہ [illegible]ھ

یہ کتاب دو جلدوں میں ہے قدیم نسخہ ہے - شاہ عبد العزیز صاحب کے مطالعہ میں رہ چکا ہے اس
پر ان کے دستخط اور مہر ثبت ہے اس کا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے جس کی ایک جلد سنہ [illegible]ھ اور دوسری
سنہ ۱۰۷۳ھ کی مکتوبہ ہے اور اس پر بہت سی مہریں ہیں -

(۲۳) سیرت گازرونی (عربی) مؤلفہ سعید محمد بن مسعود گازرونی

مکتوبہ سنہ ۹۲۹ھ اصل کتاب فارسی میں ہے اس کا عربی ترجمہ مصنف کے بیٹے ملا عفیف الدین نے کیا تھا

(۲۴) معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ مولانا معین الدین ہروی

مکتوبہ سنہ [illegible]ھ قدامت کے علاوہ خطاطی کا بھی بہترین نمونہ ہے -

(۲۵) تکملہ صولت فاروقی

فتوحات واقدی کو محمد مرزا خاں ترکمانی نے صولت فاروقی کے نام سے فارسی میں نظم کیا
تھا نادری انقلاب میں اس کا ایک حصہ ضائع ہو گیا تھا باقی ماندہ حصہ نواب محمد علی خاں کو ملا
تو انھوں نے متعدد علماء سے اس کی تکمیل کرائی - اس نظم کا نام فتوح الاسلام بھی ہے -

فارسی تاریخوں میں خصوصاً اسلامی ہند کی تاریخ بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اکبرنامہ جہانگیر نامہ تزک جہانگیری، امیرنامہ تیمورنامہ تاریخ نادری، اور اسی کے ساتھ، تاریخ تاج محل، چہار گلشن خلاصتہ التواریخ، سیر المتاخرین، طبقات اکبرشاہی، شاہجہاں نامہ، بادشاہ نامہ، ظفرنامہ تیموریہ، عالمگیرنامہ مرآت، آفتاب نامہ، واقعات عالمگیری اور عالم آرائی، عباسی وغیرہ کے قلمی نسخے ہیں۔

ان میں تاریخ احمدی مصنفہ مولوی سید جعفر علی کا بھی ایک نسخہ نایاب ہے، وہ سید احمد صاحب بخاری نقوی کے مرید تھے اور حضرت سید احمد شہید بریلوی کے سفر جہاد میں میر منشی تھے اس نسخہ کی صرف جلد اول ہے دوسرا نسخہ مولانا سید حیدر علی رامپوری ثم ٹونکی نے لکھا، پہلا فارسی زبان میں ہے اور دوسرا اردو میں۔

تاریخ احمدی کا ایک حصہ دوم بھی ہے جو میاں فتح علی کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ۱۲۹۶ھ میں یمین الدولہ نواب **محمد علی** خاں صاحب بہادر والئی ریاست ٹونک کے حکم سے لکھا گیا۔ یہ بھی اردو میں ہے اور تاریخ احمدی کا تتمہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ تینوں مخطوطات مولانا آزاد مرحوم نے طلب فرمائے تھے جن سے مولانا غلام رسول مہر نے بھی استفادہ کیا ہے[۵]

تاریخ احمدی ایک مرد مومن کی مجاہدانہ سرگزشت ہے اس میں خونچکاں کفن کی لالی بھی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کی سرشاری بھی۔ سیاسی بحران کی کشاکش بھی ہے اور اس کا علاج بھی لیکن افسوس کہ یہ گراں قدر سرمایہ اب تک طبع نہیں ہوا ہے۔ اگر طبع کرا دیا جائے تو دنیا کے سامنے تحریک آزادی کی ایسی تاریخ آجائے گی جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب و غریب تھی جس کی یاد آج بھی مسلمانان ہند کے لئے موجب خیر و برکت ہے۔

[۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب نے کس طرح تائید غیبی سے سردار **امیر خاں** بانئ ریاست ٹونک کے لشکر میں خدمات انجام دیں، کیسے ان سے الگ ہوئے اور پھر کس طرح انگریزوں

[۱] تاریخ سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر۔ ص ۵، ۶ [۵] ایضاً۔ ص ۸۲

اور سکھوں کے خلاف جہاد شروع کیا۔ سید صاحب کے جہاد کی پوری تاریخ نگاہ کے سامنے آجاتی ہے

امیر نامہ ایک روہیلہ پٹھان کی سرگزشت اور انگریزوں کے مقابلہ میں اس کی جنگوں اور دلیرانہ مہمات کی داستان ہے۔ اٹھارھویں صدی عیسوی کے اواخر میں اس پٹھان نے اپنی شجاعت اور دلیری کا سکہ جمالیا تھا۔ یہ سردار بھی تھا اور امیر بھی، سپاہی بھی تھا اور سپہ سالار بھی۔ تاریخ ہند کا کوئی طالب علم ایسا نہ ہوگا۔ جو امیر خاں کے نام سے واقف نہ ہو۔ انگریزی مؤرخین نے تو اس کو ایک جابر اور سفاک پنڈاری لیڈر کی شکل میں دکھایا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ امیر خاں تاریخ ہند کا ایک جانباز سپوت اور مجاہد تھا۔

ڈاکٹر قانون گو نے لکھا ہے کہ امیر خاں کے ساتھ تاریخ نے انصاف نہیں کیا۔ وہ ہندوستان کا سب سے آخری بڑا فوجی[۱] مدبر اور آزادیٔ ہند کا سب سے بڑا شہباز[۲] تھا۔ امیر نامہ[۳] اسی مرد مجاہد کی سچی کہانی، اور اس کی جنگی روداد ہے۔ جب گورنر جنرل بینٹک نے ۱۸۳۲ء میں تمام رؤسائے راجستھان کو اجمیر میں بلایا۔ تو انگریز مترجم پرنسپ کے قول کے مطابق نواب **امیر خاں** کی بے باکانہ گفتگو اور دلیرانہ طرز تخاطب سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور تمام رئیسوں سے زیادہ وقت نواب **امیر خاں** کے مجاہدانہ قصے سننے میں صرف کیا۔ پرنسپ کا کہنا ہے۔ کہ امیر نامہ امیر خاں کے حالات کی سچی تصویر ہے اس لئے کہ امیر خاں نے کبھی شکست کو فتح نہیں بتایا جہاں فتح ہوئی وہاں فتح لکھی اور جہاں شکست ہوئی بڑی صفائی سے وہاں شکست ہی بتائی ہے[۴]۔ ایک انگریز مؤرخ کے قول کے مطابق امیر نامہ ایک مستند تاریخی کتاب ہے[۵] جواب تک غیر مطبوعہ ہے۔ گو اس کا انگریزی ترجمہ لارڈ بینٹنگ کے حکم کے مطابق ۱۸۳۲ء میں شائع

---

۱ دیکھئے Historical Essays by professor Qanongo P. 172

۲ تاریخ سید احمد شہید ص ۸۲ ، لال شادان نائب میر منشی سے قلمبند کرائے تھے

۳ امیر خاں نے خود اپنے حالات زندگی لالہ بسادن لال شادان نائب میر منشی سے قلمبند کرائے تھے

۴ Memoirs of Pathan Soldier of fortune by Henry - prinsep. P. VII

۵ ایضاً

ہو چکا ہے۔ مگر اب نایاب ہے ۔

فارسی تواریخ میں دیوان شمس الدین[1] کے "ہفتدہ سالہ امیر و بست سالہ وزیر" کے نایاب نسخہ کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جو اب تک غیر مطبوعہ ہے۔ اس میں امیر خاں بانی ریاست "ٹونک" اور ان کے جانشین نواب وزیر الدولہ کے سیاسی اور انتظامی حالات بڑے منصفانہ طریقہ سے قلمبند کئے گئے ہیں۔ امیر خاں پر تحقیق کرنے والے تمام اسکالرس اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس لئے اس کا ترجمہ مولوی سید احمد ایم اے اردو میں کر رہے ہیں[۵۲]۔

صرف میں شرح صرف میر مصنفہ مولوی نور محمد بن شیخ فیروز اس لحاظ سے قابل توجہ ہے کہ خود مصنف کے ہاتھ کی نوشتہ ہے۔ اس کو مصنف نے اورنگ زیب کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے لکھا اس لئے عالمگیر کے نام کا خطبہ بھی اس میں شامل ہے۔ اس نسخہ پر عالمگیری کتب خانہ کے تحویلدار کی مہر ثبت ہے ۔

صرف و نحو کا ایک دوسرے سے تعلق ہے۔ اس لئے ان کے مخطوطات بھی ایک دوسرے سے قریب ہیں، نحو میں "**الاعراب عن قواعد الاعراب**" مصنفہ شیخ جمال الدین ابو محمد عبداللہ خط کوفی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے نسخہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی اصل نسخہ سے نقل کیا گیا ہے خط کوفی پانچویں صدی ہجری میں متروک ہونے لگا۔ اس لئے کہ ہروی کی کتاب (الابنیہ) نوشتہ ۴۴۷ھ جو ایرانی کوفی میں مرقوم ہے[۵۳] لیکن اس نسخہ میں خط کوفی کا اثر بہت نمایاں اور واضح ہے اور ایسی حسین قلمکاری ہے کہ قلم کی کشش بال سے زیادہ باریک ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے بالکل نہیں ملتی۔ اس کی فنی نکات اور خطاطی کے کمال کا اندازہ صرف دیکھ کر ہی کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] دیوان شمس الدین یوں تو ریاست ٹونک کے نامور دیوان تھے لیکن ایک متبحر عالم مورخ اور محقق بھی تھے۔ اس ذخیرہ میں ہر کتاب پر موصوف کے حواشی اور دستخط ملتے ہیں۔ موصوف نے وزیر الدولہ، امین الدولہ اور ابراہیم الدولہ کا زمانہ پایا تھا۔

[۵۲] اس نادر نسخہ کی ترتیب و تدوین مولانا سید قاضی الاسلام قاضی شہر کر رہے ہیں جن کو مرکزی سرکار کی طرف سے نیشنل اسکالرشپ ملی ہوئی ہے۔

[۵۳] قرآن پاک کی ایک قدیم تفسیر از پروفیسر محمود شیرانی (سنہ ۱۹۳۲ء)

اسی کے ہمراہ اسی رسم الخط میں ایک اور رسالہ شامل ہے جس کے نام اور مصنف کا پتہ نہیں چلتا یہ بھی نحو کی چھوٹی سی کتاب ہے۔ لیکن قدیم اور نادر معلوم ہوتی ہے۔

اسی فن میں حاشیہ سید علی المتوسط سید شریف بھی قابل ذکر ہے۔ جو ہرات میں ۸۱۳ھ میں لکھا گیا۔ اور قدیم عربی خط کا بہترین نمونہ ہے۔

الفوائد الضیائیہ شرح کافیہ معروف بہ شرح جامی مکتوبہ ۱۰۵۰ھ

"منہل صافی" فی شرح وافی مکتوبہ ۹۵۵ھ **شرح الفیہ ابن مالک** مصنفہ شمس الدین محمد بن احمد کا نسخہ اس لحاظ سے بہت قابل قدر ہے کہ ۹۸۰ھ کا نوشتہ ہے یعنی مصنف کی وفات کے کل آٹھ سال بعد اس کے ایک ہم عصر کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے

اس سے بھی قدیم نسخہ الموسومہ **قواعد المطالب** ابو محمد جلال الدین حسین بن بدر بن ایاز النحوی جو نحو کے امام مانے جاتے ہیں ان کا ہے جو ۷۱۵ھ کا نوشتہ ہے اس پر محمد علی جرجانی کے حواشی بھی ہیں۔

لغت کی کتابوں کے بھی بہت سے نایاب نسخے ہیں۔ ان میں **"الغریبین"** مکتوبہ ۶۴۲ھ **"الدر النثیر"** جلال الدین سیوطی سنہ ۱۰۶۸ھ[1] کے قبل کا مکتوبہ **"شمس العلوم"** مصنفہ نشوان بن سعید کی ساتویں یا آٹھویں صدی کا مکتوبہ ہے۔ نہایت نفیس اور نادر نسخہ ہے اس کا عکس مصری محققین نے لیا تھا۔ **شرح نصاب الصبیان** مکتوبہ ۹۷۰ھ۔ **فرہنگ جہانگیری**، **فتح المنانی** نوشتہ ۱۰۹۲ھ۔ **لطائف اللغات** مرتبہ مولوی عبد اللطیف نوشتہ ۱۰۷۲ھ اور **دستور اللغۃ**[2] مکتوبہ ۱۰۷۱ھ بھی قابل دید ہیں

معانی و بلاغت کے مخطوطات میں **"حاشیہ مطول"** ابو القاسم بن ابی بکر

---

[1] چونکہ اس میں ۱۰۶۸ تک کی جانتیں مرقوم ہیں۔ اس لحاظ سے اس کی کتابت یقیناً سن مذکور کے پہلے کی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ کتاب کی ہیئت اور کاغذ کی ساخت سے بھی یہ اندازہ لگانا بعید از قیاس نہ ہوگا۔ کہ دسویں صدی ہجری کا مکتوبہ ہے۔

[2] کاتب اور مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

سمرقندی اپنی ندرت اور قدامت کے لحاظ سے اہم ہے۔ گو یہ ناقص ہے بہت سے اوراق مقدم و مؤخر ہیں لیکن مصنف کے عہد کا نوشتہ ہے۔ اس لئے کہ کتاب کا سن تصنیف ۸۰۰ھ اور یہ نسخہ ۷۹۴ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسی کے ہمراہ **مطول شرح تلخیص المفتاح** علامہ سعد الدین تفتازانی مکتوبہ ۹۰۸ھ ہے۔ یہ بھی اول الذکر کی طرح نادر ہے

شرح دیوان ابو تمام، ابو زکریا بن علی تبریزی۔ خط، کتابت اور قدامت کے اعتبار سے یہ اس قدر اہم ہے کہ مصری وفد نے اس نسخہ کا بھی عکس لیا تھا۔ تاریخ کتابت کا پتہ نہیں چلتا لیکن چھٹی صدی یا ساتویں صدی میں اس کا لکھا جانا قیاس کیا جاتا ہے

فارسی ادبیات کے یوں تو بے شمار مخطوطات ہیں لیکن **بوستان سعدی** اپنی تذہیب و تزئین کے اعتبار سے اور **دیوان آصفی** شاہی کتب خانہ میں رہنے کی وجہ سے اہم ہیں۔ دیوان آصفی کے اول صفحہ پر **محمد شاہ** بادشاہ کی مہر ثبت ہے۔ **دیوان شانی** مطلا **دیوان اسیر، دیوان زائر** اور دیگر دواوین **قاسم، واقف، مظہر، ناصر علی** سرہندی **صفدر، صائب** اور **عطار** وغیرہ کے بھی اچھے قلمی نسخے ہیں۔

درت پدم اس لحاظ سے بڑی دلچسپ ہے کہ اس میں بزمی دہلوی[1] نے، پدمنی کے قصہ کو بڑی دلچسپ اور رواں انگیز طرز میں فارسی زبان میں لکھا ہے یہ نسخہ شاہی کتب خانہ میں رہ چکا ہے، شرح **قصائد خاقانی** نوشتہ ۸۵۰ھ، **صحیفۂ شاہی** از حسین علی کاشفی نوشتہ دسویں صدی ہجری، **قصائد کمال خجندی** نوشتہ ۸۳۷ھ **قصائد عرفی** نوشتہ جلوس ۳۱ شاہ عالم بادشاہ بھی اچھے نسخے ہیں۔ **قصائد حسن غزنوی** کا نسخہ نہایت مذہب، مطلا اور دیدہ زیب اور شاہجہاں کے عہد زریں کی یادگار ہے۔ گو کاغذ آب رسیدہ اور بوسیدہ ہو چکا ہے لیکن پورا

---

[1] عہد جہانگیری کے منصب داروں میں تھے قصۂ پدماوت کو فارسی میں نظم کیا ہے اور خطبہ کو جہانگیر کے نام سے معنون کیا ہے۔

نسخہ رنگین اور جگہ جگہ میناکاری اور زرچی کاری کی گل کاریاں ہیں۔ تاریخ کتابت نسخہ کے ناقص ہونے کی وجہ سے معلوم نہ ہو سکی لیکن اول صفحہ پر ایک مہر مختار خاں حسینی سبزواری کی ثبت ہے جو شاہجہانی امراء میں سے تھے، اسی لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نسخہ شاہجہانی دور سے قبل کا ہے۔

معقولات میں حاشیہ ملّا غیاث الدین بر قطبی نویں صدی کے اواخر یا دسویں صدی کے اوائل کا مکتوبہ ہے۔ حاشیہ پر کسی صاحب کی تحریر مرقومہ ۹۹۶ھ لکھی ہوئی ہے۔ حاشیہ ملّا جلال الدین دوانی نوشتہ ۹۹۵ھ بھی نادر ہے۔ **تحریر القواعد المنطقیہ** مشہور بہ **قطبی** مکتوبہ ۱۰۰۱ھ **شرح ایساغوجی** مشہور بہ قال اقول حسام الدین مکتوبہ ۹۹۸ھ نایاب، نادر اور قابل مطالعہ نسخہ ہے۔ جس پر شاہانِ اودھ کی متعدد مہریں ہیں۔

ہیئت میں **تشریح الافلاک** ملا عصمت اللہ سہارنپوری خود مصنف کے قلم کا لکھا ہوا نسخہ مکتوبہ ۱۰۸۱ھ طوسی کی "تحریر اقلیدس" مکتوبہ ۱۰۳۰ھ اس اعتبار سے یہ نسخہ اور بھی اہم ہے کہ اس پر تاج الشریعت منصور بن محمد کے حواشی ہیں۔ اس کے علاوہ دو ایک مہریں بھی ثبت ہیں پہلی میں **اللہ ولی التوفیق** ۱۰۸۱ھ اور دوسری میں محمد جعفر الشریفی نقش ہے۔

کتاب فی تحویل سنی الموالید ابو معشر جعفر بن محمد المنجم مکتوبہ ۱۰۲۰ھ قدیم عربی رسم الخط کے بہترین نمونہ کی حیثیت سے نایاب اور نادر نسخہ ہے۔ **احکام الاعوام** علی شاہ کا نسخہ بھی عمدہ ہے

فن جفر میں **رموز الاسرار**، **رسالہ در جفر** اور دیگر رسائل کے علاوہ ایک رسالہ مرتبہ مولوی عبد المجید خاں صاحب[۱] ٹونکی بہترین اور قابل قدر نسخہ ہے۔ یہ کل ۸۰ صفحات کا رسالہ ہے لیکن جفر میں حروف کے متعلق اس سے اچھی بحث مشکل سے ہی ملے گی۔ اس لئے فنی نقطۂ نظر سے یہ رسالہ قابل قدر ہے۔

---

[۱] موصوف حاجی اور حافظ ہونے کے علاوہ بہترین خوشنویس بھی تھے۔ ان کی متعدد تصانیف ہیں جن میں ایک اہم تالیف نعل شریف سید السادات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہے۔

طبی کتابوں کے بھی بہت سے قلمی نسخے ہیں۔ لیکن ان میں اختیارات بدیعی علی ابن حسین انصاری معروف بہ حاجی عطار اپنی خطاطی اور تزئین و آرائش کے اعتبار سے بے نظیر نسخہ ہے۔ پوری کتاب گل کاری و مینا کاری کا بہترین نمونہ ہے۔ جو غالباً کسی شاہی کتب خانہ کی زینت کے لئے بنایا گیا ہوگا۔ ۹۵۵ھ مطابق ۱۵۵۴ء کا مکتوبہ ہے۔ بہت حسین، خوشخط، مطلا اور مذہب دو صفحے مطلا بین السطور، لوح کتاب بہت ہی حسین اور مینا کار ہے۔ پورا نسخہ طلائی مجدول اور دیدہ زیب ہے۔ یہ نسخہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے کتب خانہ میں رہ چکا ہے۔ اس کے اوائل جلوس میں کتب خانۂ شاہی میں یہ کتاب داخل ہوئی۔ اس کے پہلے صفحہ پر اورنگ زیب عالمگیر کی ایک مہر اور چند عبارتیں ہیں۔ ایک عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ منعم بیگ خانہ زاد بادشاہ عالمگیر کی تحویل میں رہی ہے۔ آخر صفحہ پر بھی کئی عبارتیں درج ہیں۔ لیکن پیوند زدہ اور مرمت شدہ ہونے کی وجہ سے صاف سمجھ میں نہیں آتیں۔

اسی فن میں تقویم الادویہ محمد بن علی مکتوبہ ۱۰۹۰ھ اور فرح جمالی ابوبکر نوشتہ ۹۵۵ھ بھی دیدنی ہیں

یوں تو اس کتب خانہ میں ۲۱ فنون میں اور بھی بیسیوں کتابیں ہیں۔ ان سب کا ذکر طویل ہوتا۔ لیکن چند ایسے نادر و نایاب نسخے ہیں جن کا تعارف اہل علم کے لئے ضروری تھا۔ اور جو اس کتب خانے کی زینت ہیں۔

شوکت علی خاں اسسٹنٹ ڈائرکٹر عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک

فن تاریخ کے نوادر

قسط اوّل

ہندوستان میں تاریخی دستاویزات اور مخطوطات کی اہمیت روز افزوں ہے۔ پروفیسر سرجادو ناتھ سرکار نے تو اپنی تمام تحقیقات کا ذریعہ آرکائیوز (Documents) اور مخطوطات (Manuscripts) ہی کو بنایا ہے۔ آجکل ان ہی مآخذ کے ذریعہ تحقیق و تنقید ہو رہی ہے۔

ٹونک میں بھی مخطوطات کا ایک گراں مایہ ذخیرہ موجود ہے جس کا تذکرہ معارف میں پہلے بھی آچکا ہے۔ اس مقالہ میں اسی ذخیرہ کے تاریخی مخطوطات کا تعارف مقصود ہے۔

اس فن میں یوں تو سینکڑوں مخطوطات ہیں مگر چند کتابیں نادر الوجود ہیں اور بعض تو اتنی نایاب اور انمول ہیں کہ اس ذخیرے کے علاوہ اور کہیں دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ اکبر نامہ، تزکِ جہانگیری، عالم آرائے عباسی، سیر المتاخرین اور طبقات اکبر شاہی وغیرہ اس ذخیرہ کے اہم نسخے ہیں۔ مگر یہ بہت سے کتب خانوں میں موجود ہیں اور ان کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر کرنا زیادہ مفید نہیں۔ البتہ شاہجہاں نامہ اس لئے اہم ہے کہ اس کا ترجمہ اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔ صرف چند اوراق کا ایلیٹ نے ترجمہ کیا ہے دوسرے ہمارے ہاں کا نسخہ قدیم ہونے کے ساتھ ساتھ خطاطی کا بھی بہترین نمونہ ہے۔

اس کے ساتھ اقبال نامہ جہانگیری کا بہت ہی نفیس نسخہ ہے جس پر اعلیٰ درجہ کا طلائی کام ہے۔ پہلے دو صفحوں کے بین السطور مطلا و مذہب ہیں۔ پورا نسخہ مینا کاری اور طلائی کام سے مزین اور خطاطی کا بھی اعلیٰ نمونہ ہے۔ گو اس کی کتابت تو تیسویں جلوس شاہ عالم میں ہوئی۔ لیکن مذکورۂ بالا،

۱ء مطبوعہ معارف جون ۱۹۶۹ء جس کو ترمیم و اضافے کے بعد ضروری حواشی کے ساتھ اس کتاب میں شامل کیا گیا۔

خصوصیات کی وجہ سے قابل قدر نسخہ ہے۔

ان نسخوں کے ساتھ ایک اور اہم مگر نامعلوم الاسم نسخہ بھی ہے جو دیکھنے سے کسی کتاب کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ کتابت اور انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کے زمانہ کا نوشتہ ہے۔ اس میں مصنف اور کاتب کسی کا نام نہیں ہے لیکن جگہ جگہ اورنگ زیب کا ذکر اور اس کے واقعات ہیں۔ ممکن ہے کہ **فتوحات عالمگیری** مصنفہ ایسر داس کا حصہ ہو جو انڈیا آفس لائبریری اور برٹش میوزم کے علاوہ اور کہیں نہیں ہے اس نسخہ کی کاپی مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ نے حاصل کی ہے جس کی نقل راجستھان یونیورسٹی لائبریری نے بھی لی ہے ابھی تک اس نسخہ سے اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکا۔ بہرحال یہ نسخہ قدیم اور نایاب ہے آئندہ اس پر ایک مستقل مضمون لکھا جائے گا۔

(۱) اعراض السیاسۃ

یہ ایک فارسی مخطوطہ ہے جس میں تاریخ کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ مگر طرز کتابت اور کاغذ کی ساخت سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم نسخہ ہے۔ محمد بن علی محمد بن الحسن الظہری الکاتب سمرقندی اس کے مصنف ہیں۔ جو خراسان کے بادشاہ سلطان سنجر بن ملک کے عہد کے مشہور مصنف تھے

یہ کتاب سیاسیات و مذہبیات سے متعلق جمشید ملک (۸۰۰ سال قبل مسیح) سے لے کر سنجر بن ملک (۵۱۲ھ تا ۵۵۲ھ) بادشاہوں اور خلفاء کے اقوال جمع کئے گئے ہیں۔ کیمبرج یونیورسٹی لندن کے محقق مسٹر رابرٹ نے جب وہ ٹونک آئے تھے اس نسخہ کو دیکھ کر بہت پسند کیا تھا اور اس کی نقل منگوائی تھی۔ جس کا مائیکرو فلم ان کو بھیجا گیا تھا۔

۲:- البدایہ والنہایۃ

امام حافظ عماد الدین اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی (۷۰۰ھ۔ ۷۷۴ھ) کی مشہور تصنیف

اور اسلامی تاریخ پر مستند اور ضخیم کتاب ہے جس کی متعدد جلدیں ہیں اور چھپ کر شائع ہو چکی ہیں ہمارے
ہاں اس کی صرف ایک جلد ہے۔ اس میں اخبارہ صلعم عن الغیوب المستقبلہ
سے لے کر حضرت علیؓ کی شہادت تک کے واقعات ہیں۔ کاتب کا نام نمیر بن شہید اور سن کتابت ۸۲۵ھ
ہے اس لحاظ سے یہ نسخہ بہت اہم، قدیم، پختہ عربی خط سے مزین اور خطاطی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ شروع
کے دو صفحے مجدول اور طلائی ہیں۔ آخر میں دو مہریں ثبت ہیں۔ ایک مہر مختار الدولہ (ٹونک کے ممتاز
جرنیل اور اہم رکن) کی ہے اور دوسری نواب محمد علی خاں بانی کتب خانہ ہذا کی۔

۳: تاریخ ابن حجر

یہ شیخ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن محمد المعروف ابن حجر عسقلانی کی مشہور تصنیف کا حصہ
دوم ہے جو آٹھویں یا نویں صدی ہجری کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔ [illegible] سائز اور قدیم عربی رسم
الخط سے مزین ہے۔ یہ نسخہ یقیناً نادر ہے۔

۴: مرآت آفتاب نما

نواب عبدالرحمن ملقب بہ شاہ نواز خاں ہاشمی دہلوی، شاہ عالم بادشاہ ۱۱۷۵ھ تا ۱۸۰۶ء
کی چہیتی بیٹی کے استاد تھے جو بعد میں محلاتِ شاہی کے منتظمِ اعلیٰ بنائے گئے
مرآت آفتاب نما ان کی تصنیف اور شاہ عالم کے سن جلوس ۵ تک کی مفصل تاریخ اور ایک طرح
کی سوانح بھی ہے۔ اور جغرافیہ بھی[1]۔ یہ کتاب ایک مقدمہ، دو جلوے اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ہر جلوے
کو چند تجلیوں پھر ہر تجلی کو چند لمعوں پر منقسم کیا گیا ہے
اس کتاب میں انبیاء، صحابہ، اولیائے کرام، علماء، حکماء، شعراء، ادباء، امراء اور سلاطین
وغیرہم کے بڑے دلچسپ اور رنگین انداز میں کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ تاریخ بھی ہے اور مشاہیر سخنوروں

۱؎ دیکھئے: ہسٹری ص ۱۴۶

باکمال اکابر اور ممتاز سلاطین و امراء کا تذکرہ بھی۔ اس کے علاوہ اس میں بہت سے عجائب و غرائب اور نوادر کا بھی مختصر ذکر ہے۔

کتاب کا نام شاہ عالم کے تخلص آفتاب کی مناسبت سے ہے اور جیسا کہ مصنف نے مقدمہ میں بتایا ہے "مرآت آفتاب نما" تاریخی مادہ بھی ہے۔ نسخہ شاہ عالم کے دور کی بہترین، جامع اور مکمل تاریخ ہے۔ اس کے مختلف نسخے بعض مشہور کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ مگر بہت کم مکمل ہیں۔ برٹش میوزیم کا نسخہ ناقص ہے جو صرف چند حصص پر مشتمل ہے[۵]۔ انڈیا آفس لائبریری لندن میں اس کا ایک نسخہ مکتوبہ ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء محفوظ ہے۔ ایلیٹ نے اپنی کتاب میں ۳۳۲-۳۳۹ صفحہ تک اس کا ذکر کیا ہے۔ ہمارے ہاں کا نسخہ ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء کا مکتوبہ ہے۔ بہت عمدہ کاغذ پر دیدہ زیب فارسی نستعلیق خط میں ہے۔ اور اس پر نواب محمد علی خاں بہادر جنت آرام گاہ کے دستخط بھی ثبت ہیں[۶]۔

۵:- جغرافیۂ عالم

یہ کتاب بھی نادر نسخوں میں ہے۔ کاغذ سفید مجدول شجرفی نہایت خوشخط۔ اس مخطوطہ میں تقسیم اقالیم کا ذکر، صوبہ جات ہند کی تفصیل از مغلیہ عہد کی تاریخی عمارتوں کا حال اور ان کے معارف کا بیان ہے۔ تاج محل اور اس کے معارف کا کسی قدر تفصیلی حال ہے۔

کتاب کے آخری صفحوں میں اکبر کی وفات اور سکندرہ کی تعمیر کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب مغلیہ دور کے اواخر میں لکھی گئی ہے۔ کاغذ کی ساخت، فارسی خط اور طرز تحریر۔ لیکن ترقیمہ، تاریخ کتابت وغیرہ کچھ نہیں ہے۔

---

[۵] Rieu 131 (896 a)

[۶] History of India as told by its own historians by Elliot & Dowson Vol VIII PP. 332-339 — نیز ملاحظہ کیجئے اورینٹل کالج میگزین جلد۳

۶ :- تاریخ قلعۂ رنتھمبور

یہ غیرمطبوعہ اور نہایت ہی اہم تاریخی مخطوطہ ہے۔ جہاں تک پتہ چل سکا ہے اس ادارہ کے علاوہ اور کہیں اس کا وجود نہیں ہے۔ راجستھان کی تاریخ پر اہم ترین کتاب ہے۔ راجستھان کے تمام محققین اور مؤرخین نے اس کو بہت اہم تسلیم کیا ہے کیونکہ یہ ہندی کی تاریخی کتاب سے رائے ہمیر دیو والی رنتھمبور کے حالات کا فارسی ترجمہ ہے۔ مصنف نے اپنا نام اور سن تصنیف نہیں دیا ہے۔ خط فارسی شکستہ ہے۔ شروع میں مصنف نے لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کو پانچ داستانوں پر تقسیم کیا ہے۔ پانچوں حصوں میں راجپوتوں کی نسل ان کی شجاعت، دلیری اور راجہ ہمیر دیو اور علاءالدین خلجی کے مجادلے کے حالات و واقعات ہیں۔

قرون وسطیٰ میں قلعۂ رنتھمبور نہایت ہی اہم اور ناقابل تسخیر جنگی قلعہ مانا جاتا تھا جس کی ایک پوری تاریخ، ایک داستان اور ایک راجپوتی آن بان تھی۔ راجستھان کا دل اور دلیر راجپوتوں کا مسکن، یہی تاریخی قلعہ تھا۔ یہاں علاءالدین خلجی کی فوجوں نے راجپوتی آن بان کے مظاہرے دیکھے تھے۔ ہمیر دیو اور علاءالدین کے جنگجو عساکر نے خون کی ہولیاں کھیلی تھیں۔ اور یہیں پرستی پر مٹنے والی بہادر رانیوں نے قربانی کا سبق سکھایا تھا۔

یہ کتاب اسی تاریخی قلعہ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ جو اس کی تاریخ بھی ہے۔ اور راجپوت شجاعت کی داستان بھی۔ اور خوں آشام لڑائیوں کا مرقع بھی۔ گو اس کی تاریخ کتابت کا پتہ نہیں چلتا لیکن سمت ۱۸۳۸ بکرماجیت سے پہلے کی نوشتہ ہے۔ اس لئے کہ آخر کے ۸ صفحات پر آنند ناگوری کے نوشتہ ہیں۔ جو سمت ۱۸۳۸ میں بطور تتمہ بڑھائے گئے ہیں۔

لہ ماہنامہ ۔۔۔ ص ۵۹

لہ مولانا محمد عمران خاں ۔ فہرست ۔۔۔

ان صفحات میں بتایا گیا ہے کہ قلعہ کس طرح اکبر اعظم کے قبضہ میں آیا - اور پھر آخر میں مادھو سنگھ جی والی جے پور کی حکومت میں کس طرح شامل ہوا-

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل نسخہ تھا- جو کسی وجہ سے صاف نہیں ہو سکا- اور اس قلعہ کے قلعدار منشی ہر آنند کے پاس کسی طرح آگیا جس نے یہ چند صفحے اپنے قلم سے بڑھا دئیے- کتاب کے بیشتر صفحات پر ناگری خط کے حواشی بھی ہیں۔[1]

۷:- تاریخ راجستھان

تاریخ راجستھان الموسوم بہ نسب الانساب، مصنفہ کالی رام کائستھ ساکن اجمیر بزبان فارسی :: تاریخ راجستھان کا نہایت بیش بہا اور نایاب نسخہ ہے جہاں تک پتہ چل سکا ہے اس کا دوسرا نسخہ اس لائبریری کے علاوہ اور کہیں دستیاب نہیں ہے اور ابھی تک غیر مطبوعہ ہے خط پختہ شکستہ ہے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے- کہ یہ کتاب بہت مستند اور سرکاری دستاویزات اور کاغذات پر مبنی ہے مصنف کے قول کے مطابق یہ مہاراجہ پرتاب سنگھ والئی جے پور کے حکم سے ۱۲۰۹ھ مطابق ۱۷۹۴ء میں لکھی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے جے پور کے تمام محافظ خانوں ([illegible]) سے فائدہ اٹھایا ہوگا-

اس کے علاوہ اس کتاب میں صرف جے پور ہی کے راجگان کا ذکر نہیں ہے- بلکہ اس میں میواڑ مارواڑ اور ہاڑوتی کے حکمرانوں کے حالات پر بھی تبصرہ ہے- اور اس کے ضمن میں گجرات اور سندھ کے واقعات پر بھی روشنی پڑتی ہے- اور مختصراً گجرات، سندھ اور دکن کے سپہ سالاروں اور فاتحین کے کارناموں کا بھی ذکر آگیا ہے-

---

[1] اس کتاب کو اہم جانتے ہوئے ڈاکٹر ستیہ لال جی ایڈیٹر ہسٹاریکل جرنل اور جے پور ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے انگریزی میں اس کا ترجمہ کرنے کی خدمت مجھے سونپی ہے- لہٰذا راقم الحروف اس کا ترجمہ انگریزی میں کر رہا ہے جو اسی جرنل میں شائع ہوگا لیکن چند در چند حالات کے پیش نظر ترجمہ نہیں ہوا ہے-

غرض یہ کتاب راجستھان کی عظمت، اس کی ثقافت اور اس کے شاندار کارناموں کا بیش بہا خزانہ ہے۔ اور راجستھان کے مورخین اور محققین نے اس کو راجستھان ہسٹری کا بہت ہی اہم اور نادر الوجود نسخہ قرار دیا ہے۔ اور ان کا یہ فرض ہے کہ وہ بنظر غائر اس مخطوطے کا مطالعہ کر کے ان شواہد و حقائق کو منظر عام پر لائیں۔ جو اب تک مخفی ہیں

تاریخ راجستھان ابھی تشنہ ہے۔ اب تک جو تاریخیں اس کی لکھی گئی ہیں ان میں اہم ترین نسخہ کا کہیں حوالہ نہیں ملتا۔ اگر اس ماخذ سے پورا کام لیا جائے تو اس سے راجستھان کی تاریخ سے متعلق بہت سی نئی معلومات حاصل ہوں گی۔[51]

۸:- امیر نامہ

امیر نامہ غیر مطبوعہ اور اہم ترین تاریخی مخطوطہ ہے جو نہ صرف مجاہد آزادی اور بانی ریاست ٹونک امیر الدولہ نواب امیر خاں کی سوانح ہے۔ بلکہ جنگ آزادی کی تحریک اور انگریزوں کے خلاف مرہٹہ اور پٹھان فرقوں کی متحدہ مساعی کی سرگزشت بھی ہے۔ اور راجستھان، روہیل کھنڈ، یوپی، بھوپال، پنجاب اور دکن کے حالات کا مختصر جائزہ بھی۔ منشی بسادن لال شاداں، نائب بخشی نواب امیر خاں بہادر فردوس آشیانی کا مصنفہ ہے۔ اس کا ذکر معارف میں پہلے بھی میں نے کیا ہے۔[52]

ہمارے پاس اس کا جو نسخہ ہے وہ نواب امیر خاں کی زندگی کا مکتوبہ ہے۔ اس لئے اہم اور نایاب ہونے کے علاوہ مستند بھی ہے۔ اس پر ریاست کے مدار المہام دیوان شمس الدین کے حواشی بھی ہیں (نوشتہ ۱۲۴۶ھ م ۱۸۳۱ء)۔

---

۵۱ نیز دیکھئے ہسٹاریکل جرنل دسمبر ۱۹۶۶ء۔ از راقم الحروف راجستھان ہسٹوریکل کانگریس جودھپور سیشن ۱۹۶۶ء

۵۲ مزید دیکھئے۔ معارف نمبر ۳ جلد ۹۶ ص ۲۲۳

ابھی امیر نامہ کو سرکار راجستھان کی طرف سے میں ہندی میں ایڈیٹ کر رہا ہوں۔

۹:- ظفر نامۂ امیر

ظفر نامۂ امیر معروف بہ امیر نامہ منظوم از حافظ پائندہ محمد خاں نکہت رامپوری ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ رامپور کے شاعر نکہت نے امیر نامہ سے متاثر ہو کر نواب امیر خاں کے حالات اور کارناموں کو منظوم کیا ہے کہیں کہیں شاعرانہ مبالغہ اور غلو ضرور ہے لیکن تاریخی حالات کو بڑے دلچسپ انداز میں منظوم کیا ہے

۱۰:- تاریخ احمدی

نواب وزیر الدولہ والی ریاست ٹونک مشہور مجاہد حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت تھے اس لئے سید احمد صاحب کے شہید ہونے کے بعد نواب صاحب نے آپ کے سوانح اور حالات مرتب کرائے تھے۔ کچھ حالات سید صاحب کے مریدوں نے بھی مرتب کئے۔ یہ حالات تاریخ احمدی اور مخزن احمدی اور مکتوبات احمدی کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ سب ہمارے گرانقدر ذخیرے میں محفوظ ہیں

ان میں تاریخ احمدی مصنفہ مولوی سید جعفر علی کا نسخہ بھی ہے جو سید صاحب کے سفر جہاد میں ان کے میر منشی تھے اس نسخہ کی صرف جلد اول ہے۔ دوسرا نسخہ مولانا سید حیدر علی رامپوری ثم ٹونکی کا لکھا ہے۔ پہلا فارسی میں ہے اور دوسرا اردو میں

اسی تاریخ احمدی کا ایک حصۂ دوم بھی ہے جو میاں فتح علی کا مرتبہ ہے یہ ۱۲۸۳ھ میں نواب یمین الدولہ محمد علی خاں صاحب بہادر جنت آشیانی والی ریاست ٹونک کے حکم سے لکھا گیا۔ یہ بھی اردو میں ہے۔ اور تاریخ احمدی کا تتمہ معلوم ہوتا ہے

۱۱:- مخزن احمدی

مخزن احمدی فارسی مولوی محمد علی[۱] صاحب کی تصنیف ہے۔ اس میں سید صاحب

۱؎ محمد علی سید صاحب کے بڑے بھانجے تھے اور طریق سید صاحب کے ... تھے۔ انھوں نے سید صاحب کی پیدائش ... [illegible] ... کرایا تھا۔ مگر اب وہ بہت کمیاب ہے۔

کی ابتدائی چالیس سال کی تاریخ ہے جو ۱۲۶۱ھ کی مصنفہ ہے ہمارے ہاں اس کے تین نسخے ہیں ایک ۱۲۸۲ھ
دوسرا اور تیسرا النوبت ۱۲۷۱ھ کا لکھا ہے۔ مخزن احمدی حضرت سید احمد شہیدؒ کی زندگی اور تحریک
پر پہلی کتاب ہے۔ جو ابتدائی چالیس سال کی سوانح پر مشتمل ہے۔ اور سب سے اہم اور مستند ہے
تاریخ احمدی بھی مستند اور اہم ہے۔ مگر مخزن احمدی سے قدیم ہے

۱۱۲:- مکتوبات سید احمد شہید صاحبؒ

ہمارے ہاں سید صاحب کے مکتوبات کے دو نسخے ہیں۔ ان میں سید صاحب کے وہ خطوط ہیں
جو انھوں نے اپنے مریدین اور مجاہدین کو لکھے تھے۔ دونوں نسخوں کا مقابلہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں
میں کہیں کہیں فرق ہے۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ کے مکاتیب کا مجموعہ بھی محفوظ ہے۔ اس میں ان کے چند مکتوب ہیں اس
کے بعد سید صاحب کی تحریک آزادی سے متعلق ایک استفسار اور سید صاحب کا ایک مکتوب ہے۔

ایک نسخہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے فارسی مکتوبات کا بھی ہے۔ جو مولانا آزاد مرحوم کے حکم پر مولانا غلام
رسول مہر مصنف تاریخ سید احمد شہیدؒ کے مطالعہ کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اور اب تک واپس نہیں ہوا اسی
طرح سید صاحب کے فارسی مکاتیب کا ایک اور مجموعہ بھی ہے جو مولانا آزاد مرحوم کی خدمت میں بھیجا
گیا تھا۔ اور اب تک واپس نہیں ہوا۔

۱۱۳:- متفرق مکتوبات

ان فارسی مکاتیب کا بھی ایک مجموعہ محفوظ ہے جو سید صاحب نے اپنے ساتھیوں اور مریدوں کو لکھے
تھے۔ یہ تمام خطوط سید صاحب کے خلیفہ مولوی نصیر الدین صاحب نے جمع کئے تھے۔ یہ نسخہ بھی مولانا آزاد مرحوم
نے طلب فرمایا جو [illegible] میں واپس آگیا اور اب تک محفوظ ہے

۱۱۴:- **ملحقات احمدیہ۔** اس نام کا ایک نسخہ کتب خانہ کی فہرست

میں درج ہے جو مولانا آزاد کی فرمائش پر دہلی بھیجا گیا تھا۔ مگر واپس نہیں آسکا۔ اس لئے اس کے متعلق، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔[۵۱]

غلام رسول مہر نے اپنی تاریخ سید احمد شہید میں اس کے متعلق لکھا ہے

"اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مصنفہ ابو المظفر مولوی نجف علی ابن ....

مولوی نجف علی صاحب جھجر کے باشندے تھے ٹونک گئے اور وہاں سید صاحب کے حالات سے رئیس کا شغف دیکھا تو عربی زبان میں سید صاحب، شاہ اسمٰعیل شہید مولانا عبدالحی، اور شاہ محمد اسحاق کے حالات لکھ دیئے۔[۵۲] "

۱۵۔ ظفر نامہ

منظومہ مولانا باقی بہت نادر قدیم اور اہم نسخہ ہے تاریخی اعتبار سے تیموری شان اور چغتائی، عظمت کی ایک دلچسپ داستان ہی ہے۔ ادبی لحاظ سے بھی ایک شاہکار ہے۔ ایک ایک شعر مولانا باقی کی قادر الکلامی کا آئینہ دار ہے۔ مولانا نے اپنی یہ تخلیق چالیس سال میں مکمل کی تھی۔ اور شعر کو برائے شعر نہیں۔ بلکہ ایک خاص جذبے سے لکھا ہے۔ اس لئے ظفر نامہ تاریخی اور ادبی دونوں حیثیتوں سے ایک شاہکار ہے۔ یہ نسخہ ۹۷۶ھ مطابق ۱۵۶۸ء کا منقولہ یعنی عہد اکبری کا نوشتہ ہے

۵۱۔ غلام رسول مہر نے اپنی تصنیف میں ملہمات احمدیہ کا ذکر نہیں کیا پتہ نہیں موصوف کو یہ دستیاب ہو سکی یا نہیں۔ یہ کتاب فارسی تصنیف ہے۔ خود سید احمد شہید سے منسوب ہے۔ اور جس نامعلوم الاسم رسالہ کا غلام رسول مہر نے اپنی تصنیف کے ماخذ میں ذکر کیا ہے۔ وہ عربی میں ہے دونوں کے مصنفین بھی الگ الگ ہیں۔ تصوف کے ذخیرہ میں بھی ایک مخطوطہ ملہمات احمدیہ مصنفہ مولوی الٰہی بخش محفوظ ہے۔ مولوی صاحب موصوف سید صاحب کے مرید تھے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ملہمات احمدیہ مصنفہ سید صاحب اور مولوی الٰہی بخش کی تصنیف میں کیا فرق ہے اس لئے کہ یہ تصنیف سید صاحب سے منسوب ہے، ابتک ہمارے پاس واپس نہیں آئی

۵۲۔ تاریخ سید احمد شہید

۵۳ Catalogue of Persian manuscripts of India Office Library by Ethe PP. 1396-1401, Indi- P. 866

۱۶:- تاریخ تاج محل

کتاب کا اصل نام تاج گنج ہے جہاں تک پتہ چلا ہے یہ نسخہ غیر مطبوعہ ہے نسخۂ ہذا میں مصنف و کاتب کسی کا نام تحریر نہیں ہے شروع میں شاہجہاں، اس کی اولاد اور اس کی محبوب بیگم ممتاز کے کچھ حالات ہیں۔ اس کے بعد تاج محل کی تعمیر کے جملہ مصارف کا تفصیلی ذکر ہے۔ اور اس کی، تعمیر سے متعلق ہر چیز کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں پتھروں کے اقسام، ان کی قیمت اور معماروں، زرنگاروں، مصوروں اور نقاشوں کے نام بھی دیئے گئے ہیں۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ کاغذ کی ساخت اور کتابت سے مترشح ہوتا ہے کہ زیادہ قدیم نہیں ہے بلکہ کسی نسخہ کی نقل ہے جو اب ناپید ہے اور یہ بھی کمیاب اور اب تک غیر مطبوعہ ہے [1]

---

[1] برٹش میوزیم میں بھی اس کا ایک قلمی نسخہ محفوظ ہے جو اٹھارھویں صدی عیسوی کے آواخر میں منتقل کیا گیا تھا جس میں تاج محل کے متعلق مصارف کا ذکر اور ممتاز محل کا حال، اس کی موت پر شاہجہاں کے اشعار اور سکندرہ کے متعلق بھی کچھ نوٹس ملتے ہیں۔ یہ پتہ نہیں کہ دونوں ایک ہی نسخہ کی نقل ہیں یا مختلف نسخوں کی؟ ہمارے ہاں کا نسخہ بھی اٹھارھویں صدی ہی کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔ اس نسخے کا ذکر کیٹیلاگ (Catalogue of British Museum) (Vol. I) میں صفحہ ۴۳ پر کیا گیا ہے ـــــــ اس کا ایک قدیم نسخہ کتب خانہ دار المصنفین میں بھی ہے۔

شوکت علی خاں ڈائریکٹر عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک

ٹونک کے تاریخی مخطوطات

قسط دوم

(۱) طبقاتِ شاہجہانی

مصنفہ محمد صادق - اس میں ۱۰۷۸ مشاہیر، فضلاء و علماء، اکابر، شعراء، ادباء، مصنفین اور صوفیاء کرام کا بیش بہا تذکرہ ہے جس میں سوانحی اور تاریخی حالات کے علاوہ سلوک، تصوف اور تہذیب و ثقافت کی جلوہ نمائیاں بھی ہیں۔ یہ گراں مایہ تذکرہ دس طبقات پر مشتمل ہے جن میں تیمور اور اس کے جانشینوں کے دور کے تمام مشاہیر ارباب علم و فضل کے حالات اور ان کے کارہائے نمایاں اور خدمات کا تذکرہ ملتا ہے۔ طبقات مندرجۂ ذیل ادوار پر مشتمل ہیں۔

(۱)	تیمور	سنہ ۷۷۰-۸۰۷ھ	مطابق	سنہ ۱۳۶۹-۱۴۰۵ء
(۲)	میران شاہ و شاہ رخ	سنہ ۸۰۷-۸۵۰ھ	"	سنہ ۱۴۰۵-۱۴۴۷ء
(۳)	مرزا سلطان محمد اور الغ بیگ	سنہ ۸۵۰-۸۵۳ھ	"	سنہ ۱۴۴۷-۱۴۴۹ء
(۴)	ابوسعید	سنہ ۸۵۲-۸۷۳ھ	"	سنہ ۱۴۵۰-۱۴۶۹ء
(۵)	عمر شیخ	سنہ ۸۷۳-۸۹۹ھ	"	سنہ ۱۴۶۹-۱۴۹۴ء
(۶)	بابر	سنہ ۹۰۰-۹۳۷ھ	"	سنہ ۱۴۹۵-۱۵۳۰ء
(۷)	ہمایوں	سنہ ۹۳۸-۹۶۳ھ	"	سنہ ۱۵۳۱-۱۵۵۶ء
(۸)	اکبر	سنہ ۹۶۳-۱۰۱۴ھ	"	سنہ ۱۵۵۶-۱۶۰۵ء
(۹)	جہانگیر	سنہ ۱۰۱۴-۱۰۳۷ھ	"	سنہ ۱۶۰۵-۱۶۲۷ء
(۱۰)	شاہجہاں	سنہ ۱۰۳۷-۱۰۶۷ھ	"	سنہ ۱۶۲۷-۱۶۳۶ء

تک سن تصنیف کا پتہ چلتا ہے ۔ اغلب یہ ہے کہ سنہ ۱۰۳۶ھ مطابق سنہ ۱۶۲۶ء میں مکمل ہوا ۔ کیونکہ اس کے بعد کے حالات نہیں ہیں ۔ یا اس کے بعد مصنف کا انتقال ہو گیا یا کچھ ایسے سوانح پیش آئے ۔ جن کی بنا پر مصنف آگے نہیں لکھ سکا ۔ ایتھے کے نزدیک سنہ ۱۰۴۶ھ مطابق سنہ ۱۶۳۶ء کے قریب قریب یہ مخطوطہ ترتیب دیا گیا ہوگا[۱] ۔ اس کے ۱۲ سال بعد تک **شاہجہاں** سریر آرائے سلطنت رہا ۔

شاہجہاں کا دور سنہ ۱۶۲۸ء سے سنہ ۱۶۵۸ء تک ہے اور اس مخطوطہ میں صرف ابتدائی دس سال کا حال ملتا ہے ۔ اگر سن تصنیف سنہ ۱۰۴۶ھ مطابق سنہ ۱۶۳۶ء مان بھی لیا جائے ۔ تو سن کتابت نہیں ملتا لیکن شان خط، کاغذ کی ساخت اور طلائی تزئین دور شاہجہانی کی نشان دہی کرتی ہیں ۔ میری حقیر رائے میں یہ جس نسخہ سے نقل کیا گیا ہے وہ نسخہ شاہجہانی دور کا نوشتہ ہونا چاہیئے ۔

اسٹوری نے اپنی کتاب تاریخ ادب فارسی میں لکھا ہے کہ **طبقات شاہجہانی** کے مصنف محمد صادق نے اپنے بھائی ملا محمد یوسف کشمیری (م سنہ ۱۰۳۳ھ م سنہ ۱۶۳۳ء) کو عہد جہانگیری کے شعرا میں شامل کیا ہے جو محمد صادق ہمدانی، مصنف **کلمات الصادقین** کے بعینہ مشابہ ہے محمد صادق ہمدانی کو تاریخ **محمدی** میں مولانا صادق کشمیری کے نام سے موسوم کیا گیا ہے[۲] ۔

۱۔ Catalogue of persion N/58 in The Library of The India office vol 1 By Hermaun Elt M.A Phil P.P. 705

۲۔ P. 976 a Kalimatus-Sadikin one of. authorities quated in Tarikh muhammadi fol 46 where it is ascribed To molalana Sadik. Kashmiri probably The outhor of The Tabqate Shahjuhani (1009)

طبقاتِ شاہجہانی سے اخذ کرتے ہوئے ریونے لکھا ہے کہ محمد صادق تقریباً ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۵۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ اور دہلی میں رہے ہیں وہ ملا کامی متوفی ۱۰۱۰ھ اور شیخ حسین کامگار متوفی ۱۰۱۰ھ سے ملا اور شاہ عبدالحق دہلوی کے شاگرد ہوئے[۱]

مصنف طبقات نے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ ان کے نانا حاجی محمد ہمدانی ملتان گئے۔ پھر دہلی میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور یہیں ۱۰۰۶ھ مطابق ۱۵۹۷ء میں انتقال کیا۔ اپنے ایک تذکرہ سلسلۃ الصادقین کا بھی حوالہ دیا ہے اور ماثرِ جہانگیری لکھنے کا بھی ارادہ ظاہر کیا ہے[۲]

یہ نہایت نادر نسخہ ہے جو اب تک معلوم کیا جا سکا ہے اور غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے دوسرے نسخے بہت کمیاب ہیں۔ میرے علم میں اس نسخہ کی چار نقلیں مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں ایک آصفیہ کتب خانہ میں ہے[۳] دوسری انڈیا آفس کتب خانہ میں[۴] تیسری برٹش میوزیم میں[۵]۔ اور چوتھی ٹونک میں[۶]

نسخۂ زیرِ بحث بہ لحاظ قدامت، خطاطی، اور تاریخی مواد نہایت اہم اور نادر ہے اس لئے کہ یہ ٹونک ہی کے قدیم مطلا نسخہ سے نقل کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ نسخہ کتب خانہ وزیری کا ہو یا نواب صاحب کے کسی ذاتی نسخہ کا مکتوبہ ہو۔ ہمارا نسخہ بیسویں صدی کا مکتوبہ ہے۔ اس پر اب تک کام نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے میں نے اس کو ایڈیٹ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور لندن سے اس کے عکسی نسخے منگوائے ہیں اہل علم سے استدعا ہے کہ ان کو اس نسخہ کے بارے میں جو معلومات ہوں ان سے براہِ کرم راقم کو مطلع فرمائیں۔

---

[۱] برٹش میوزیم کیٹلاگ۔ مرتبہ ریو ص ۱۰۰۹

[۲] کتب خانہ آصفیہ ص ۲۲۶ نوشتہ ۱۱۵۶ھ سرکار

[۳] برٹش میوزیم ریو ص ۱۰۰۹ جلد سوم

[۴] اسٹوری ص ۹۸۵ و ۱۱۰۱

[۵] فہرست کتب خانہ انڈیا آفس ص ۳۶۲ و ۴۰۵

[۶] سعیدیہ کتب خانہ ٹونک فن تاریخ۔ مولوی محمد عمران خاں ٹونکی

(۲) خلاصۃ التواریخ

اس کے مصنف منشی سبحان رائے بھنڈاری ہیں۔ پٹیالہ میں پیدا ہوئے۔ اس نسخہ کی مختلف ترقیموں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ زیادہ تر سرکاری عہدے داروں کے منشی رہے۔ ریو اور ایتھ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندی اور سنسکرت میں بھی ماہر تھے۔ اور خطاطی، منشی گری اور انشا پردازی میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے ریو کے مطابق خلاصۃ التواریخ کے علاوہ خلاصۃ الانشاء بھی ان ہی کی تصنیف ہے جو بہت نایاب ہے۔ اس کے کچھ اجزا برٹش میوزم میں محفوظ ہیں[۱]۔

خلاصۃ التواریخ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے چالیسویں جلوس ۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۹۵ء میں بڑی کاوش اور محنت سے لکھی گئی۔ یہ ہندوستان کی مکمل تاریخ ہے۔ ابتدائے آفرینش سے عالمگیر تک کے حکمرانوں کے مختصر حالات اور تاریخی واقعات کے ساتھ اس عہد کی تمدنی اور معاشرتی جھلکیاں اور معاشی تبصرے بھی دلچسپ انداز میں ملتے ہیں۔ ۱۰ ادوار کی ترتیب کے ساتھ پوری ہندوستان کی تاریخ بڑے اچھے انداز میں اور بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اختصار سے ضرور کام لیا گیا ہے مگر اہم اور تاریخی و سیاسی واقعات چھوٹنے نہیں پائے ہیں۔

اس کے مختلف نسخے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ ایم ظفر حسن نے ۱۹۱۸ء میں اس کو ایڈٹ کیا ہے۔ لیکن سیر المتاخرین کا مقدمہ بھی خلاصۃ التواریخ کے ایڈیشن سے منسوب کر دیا ہے[۲]۔ ۱۹۱۰ء میں سرجادو ناتھ سرکار نے اس مخطوطہ کے کچھ حصوں کا ترجمہ جو ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے شائع کیا ہے جو ظفر حسن کے ایڈیشن سے صفحہ ۲۸ سے صفحہ ۸۲ تک کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے اسی طرح ایلیٹ نے جلد ہشتم میں صفحہ ۵ سے صفحہ ۱۲ تک اس کتاب کی ببلوگرافی اور تاریخی تبصرہ لکھی ہے۔ بیوریج نے بھی چند اوراق میں اس مخطوطہ پر تبصرہ کیا ہے[۳]۔

۱؎ اسٹوری ۴۴۳ و ریو جلد اول ۲۲۹ و جلد سوم ۱۰۱۷

۲؎ Journal of Royal Asiatic Society 1894 PP 732-50 ۳؎ ایضاً

جہاں تک میرے علم میں ہے۔ ان کے علاوہ کسی نے اگر چہ تاریخ [illegible] پر کام کیا ہے۔ اور نہ انگریزی ترجمہ کیا ہے البتہ میر شیر علی افسوس نے "آرائش محفل" کے نام سے اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ جو طبع بھی ہو چکا ہے۔

یہ اہم کتاب اپنی نوعیت کی ایک بیش بہا تاریخ ہے جو گوناگوں دلچسپ معلومات پر مشتمل ہے۔ یہ ذخیرہ کا نسخہ بارھویں صدی ہجری کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے کاغذ سفید بادامی کرم خوردہ اور خط شکست ہے جس کا رواج اکبر کے دور میں زیادہ تھا لیکن جہانگیر سے عالمگیر تک کم ہو گیا تھا۔ اور اس کی جگہ خط نستعلیق نے لے لی تھی عالمگیر کے آخری عہد میں پھر خط شکست کا رواج زور پکڑ چلا تھا اس لئے یہ نسخہ مغلیہ دور کے آخری زمانہ کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔ کاتب نے ترقیمہ میں سن کتابت اور اپنا نام نہیں لکھا ہے۔

(۲) تاریخ گزیدہ

تاریخ گزیدہ مصنفہ احمد اللہ الحاجی بحرین حمد بن نصر بن مستوفی قزوینی المتوفی ۷۵۰ھ تاریخ اسلام پر ایک جامع اور بصیرت افروز کتاب ہے۔ جس میں ابتدائے آفرینش سے ۷۳۰ھ سال تالیف تک کے حالات اور واقعات درج ہیں کتاب چھ ابواب ایک ابتدائیہ اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ابتدائیہ میں ابتدائے آفرینش پر بحث کی گئی ہے۔ باب اول میں انبیائے کرام کا تذکرہ ہے۔ باب دوم میں سلاطین ماقبل اسلام کے احوال ہیں۔ باب سوم میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس، خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام اور تابعین کا تذکرہ اور بنو امیہ اور بنی عباس کے حالات ہیں باب چہارم میں اسلامی دور کے سلاطین کو بارہ طبقات میں منقسم کر کے ان کے حالات ہیں۔ باب پنجم میں ائمہ علماء اور مشائخ کا ذکر ہے باب ششم میں قزوین کے حالات ہیں جو سب سے مختصر ہے۔ اس کا ترجمہ مسٹر باربیئر ڈی مینارڈ نے ایشیاٹک سوسائٹی جرنل میں کیا ہے[۱] اس کتاب کے خاتمہ پر بطور تتمہ ایک باب ہے جس میں اولیائے کرام اور سلاطین کے انساب کا بیان ہے۔

---

[۱] برٹش میوزیم کیٹلاگ [illegible] ریو جلد اول صفحہ ۸۷

تاریخ گزیدہ کا جو نسخہ ہمارے ادارے میں محفوظ ہے وہ باب پنجم کی فصل پنجم تک ہے گویا اس میں ایک فصل کم ہے۔ اور باب ششم جو قزوین سے متعلق ہے اور خاتمہ اس میں نہیں ہے۔ تاریخ کتابت اور کاتب کا نام اس نسخہ میں مرقوم نہیں ہے لیکن رسم الخط اور قلم کی روش سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سولھویں صدی عیسوی کا نوشتہ ہے اس لئے کہ اس کے زیادہ تر نسخے سولھویں صدی کے اواخر اور سترھویں صدی کے اوائل کے لکھے ہوئے ملتے ہیں چنانچہ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ ۹۱۵ھ ۱۵۰۹ء کا نوشتہ اور بقیہ تین نسخے سولھویں صدی عیسوی کے مکتوبہ ہیں[۵۱]۔

(۴) حبیب السیر

حبیب السیر مصنفہ غیاث الدین بن ہمام الدین المدعو خواند میر تاریخ کی ایک جامع کتاب ہے جو تین حصوں پر منقسم اور ہر حصہ چار اجزا پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں شیاطین و اجنہ کا دوسرے میں انبیاء کرام اور منکرین کا حال ہے۔ تیسرے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ اور غزوات وغیرہ اور چوتھے جزو میں خلفاء راشدین کے حالات ہیں۔

حبیب السیر تہران اور بمبئی سے شائع ہو چکی ہے اس کے متعلق مورے اور ایلیٹ نے بہت کچھ بحث کی ہے[۵۲]۔ ہمارے ادارہ میں اس کا جو نسخہ محفوظ ہے وہ ۱۲۶۲ھ کا نوشتہ ہے۔

(۵) خلاصۃ الاخبار۔

مصنفہ غیاث الدین بن ہمام الدین خواند میر المتوفی ۹۴۲ھ مصنف نے یہ کتاب ۹۰۵ھ ۱۵۰۰ء میں میر علی شیر وزیر سلطان حسین مرزا کے لئے تصنیف کی تھی۔ جو ایک مقدمہ، دس مقالات

---

[۵۱] برٹش میوزیم کیٹلاگ مرتبہ ریو ج ۱ ص ۸۲ ۔ معارف و تاریخ گزیدہ کے ایک قدیم نسخے مملوکہ محمد اللہ ولد حاجی فرہاد مرزا کا عکس اڈورڈ براؤن نے ۱۹۱۰ء میں گب میموریل سیریز کے سلسلے میں لندن سے شائع کیا تھا اور انگریزی میں اس کا مبسوط مقدمہ اور کتاب کے مندرجہ اسماء رجال و اماکن و قبائل اور کتابوں کا انڈکس ایک مستقل جلد میں شائع کیا۔

[۵۲] انڈیا آفس لائبریری کیٹلاگ ۔ مرتبہ ایتھے ج ۱ ص ۸۲

اور ایک تتمہ پر مشتمل ہے۔ پیش نظر نسخہ اس کا مکمل نسخہ ہے اس کا ترجمہ میجر ڈیوڈ پرائس نے انگریزی میں کیا ہے اور اس نسخہ پر مشہور فہرست نگاروں نے بحث کی ہے[۱]۔

اس کے مقدمہ میں تخلیق و تکوین کائنات پر بحث ہے۔ پہلے مقالہ میں انبیاء کرام کا ذکر ہے دوسرے میں یونانی حکماء کا حال ہے۔ تیسرا مقالہ شاہان عرب و عجم پر ہے چوتھے مقالہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک ہے۔ پانچویں مقالہ میں خلفاء راشدین اور ائمہ کرام، چھٹے میں خلفاء بنو امیہ ساتویں میں بنی عباس کے خلفاء اور آٹھویں میں ان کے مختلف خاندانوں کے حالات ہیں نویں میں چنگیز خاں اور ان کی نسل دسویں میں تیمور اور اس کے اسلاف کا حال ہے۔ اس کا تتمہ ہرات اور اس کے مشاہیر کے حالات پر مشتمل ہے[۲]۔

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم میں ۱۰۲۶ھ کا مخطوطہ ہے ہمارے یہاں کا نسخہ ۱۰۸۰ھ مطابق ۱۶۶۹ء کا مکتوبہ ہے باقی کئی نسخے بارھویں صدی ہجری کے مکتوبہ ملتے ہیں۔

(۶) نگارستان

مصنفہ محمد احمد المعروف بہ قاضی احمد غفاری تاریخ ایران پر ایک نایاب کتاب ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود سے دسویں صدی ہجری کے اوائل تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس میں ایران کے مختلف حکمرانوں، خاندانوں اور ان کے عہد کے واقعات اور مشہور داستانوں کو نظم میں لکھا گیا ہے اور شاہ طہماسپ شاہ ایران کے نام معنون کیا گیا ہے۔ اس کا سن تصنیف ۹۵۹ھ م ۱۵۵۲ء ہے تاریخی مادہ "نگارستان واقعہ" سے نکلتا ہے[۳]۔

دنیا کے جن جن کتب خانوں میں اس کے نسخے محفوظ ہیں اسٹوری نے ان کا حوالہ دیا ہے[۴]۔ اور کرافٹ کے کیٹلاگ میں اس کا تفصیلی ذکر ہے[۵]۔

Elliot P.108, Bodleian col No.-83 to 86, History of India vol IV P.14, Rieu - i. P. 96, Morley. P. 28

[۲] فہرست انڈیا آفس لائبریری - ایتھے - ۲۴ [۳] ریو ج ۱ ص ۱۰۶
[۴] پرشین لٹریچر از سی - اے - ایس اسٹوری ص ۱۱۴ [۵] کرافٹ کیٹلاگ ص ۸۴ واورینٹل کالج میگزین شمارہ ۱۹۳۶ء

مصنف نے اس کتاب کے علاوہ ایک اور کتاب الموسوم بہ جہان آرا لکھی جو حرمین شریفین کی زیارت سے مراجعت سے دیبل سندھ میں ۹۰۰ھ میں انتقال کیا۔ نگارستان کے متعلق ریو کی کیٹلاگ کے علاوہ مورلے کے کیٹلاگ الیٹ کی ہسٹری جلد دوم ص ۵۰۴ اور پیرس برگ کے کیٹلاگ میں خاصی تفصیل ملتی ہے۔ اس کا ترجمہ ترکی میں ہوا تھا۔ جس کا مسودہ محفوظ ہے۔ اور اب تک طبع نہیں ہو سکا ہے[۵۱]

(۷) بہجۃ العالم (فارسی)

مصنف حکیم مہارت خاں اصفہانی ہندوستان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے زمانے تقریباً ۱۱۱۷ھ م ۱۷۰۵ء کی تصنیف ہے اس میں تمام شہروں کے مختصر جغرافیائی حالات ہیں۔ کرمان، شوشتر سیستان، قندھار، غزنی، لاہور، دہلی، آگرہ، اودھ، بردوشلم وغیرہ کے حالات کسی قدر تفصیلی ہیں، صوبجات ہند کا حال مرأۃ العالم سے ماخوذ ہے۔ یہ ایک قسم کی جغرافیا آمیز تاریخ ہے۔ اسی میں ایک کتاب روضۃ الاعوام مجلد ہے جو جغرافیہ کی عربی کتابوں تحفۃ الاحباب اور خریدۃ العجائب سے ماخوذ اور اس کا ترجمہ ہے۔

یہ کتاب کئی حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ "ذکر از بلاد متفرقہ" میں رومی ممالک کا حال ہے۔ جو "ہشت بہشت" سے ماخوذ ہے۔ اسی کے ساتھ ہندوستان کا ذکر ہے جو آئین اکبری سے ماخوذ ہے اسی طرح مختلف صوبجات اور شہروں (شہر ور) کے حالات "انیس العارفین" سے لئے گئے ہیں۔

دوسرا حصہ ذکر از بعض عجائب جزائر" میں عجائب و غرائب کا ذکر عجائب المخلوقات سے ماخوذ ہے ہمارے ذخیرہ کے "بہجۃ العالم" اور "روضۃ الافراح" کے نسخے ایک ہی بنڈل میں مجلد ہیں۔ بہجۃ العالم ۱۲۶۵ھ کا مکتوبہ ہے کاتب کا غلام علی القرشی ہے ابھی تک اس کے تراجم، طباعت واشاعت کا پتہ نہیں چل سکا قارئین کرام سے استدعا ہے کہ اس کے بارہ میں فراہم شدہ معلومات سے راقم کو آگاہ فرمائیں[۵۲]

---

[۵۱] برٹش میوزیم کیٹلاگ مرتبہ ریو ج ۱ ص ۱۰۶ [۵۲] انڈیا آفس کیٹلاگ مرتبہ ایتھے ج ۱ ص ۵۰۰

(۸) تحفۃ العالم (فارسی)

عبداللطیف بن ابی طالب بن نورالدین بن نعمت اللہ الحسنی الموسوی الشوستری مصنفہ ۱۲۱۶ھ
اس کتاب میں مصنف نے اپنے ملک شوستر اور اس کے بزرگوں کے حالات کے علاوہ اپنے سوانح بھی بیان کئے ہیں
اور ہندوستان میں انگریزی سلطنت کی ابتدا، قیام اور توسیع کی بھی کچھ جھلکیاں ملتی ہیں اور انگریزی آداب
مجالس، طور و طریق، اور امریکہ و یورپ کے مشہور شہروں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ یہاں
کی معاشرت اور دوسرے دلچسپ حالات نسبتاً زیادہ ہیں۔ اس طرح یہ کتاب تاریخ، جغرافیہ اور معاشرت
مختلف قسم کی معلومات پر مشتمل ہے۔

مصنف نے یہ کتاب اپنے ذی شان دوست میر عالم بہادر وزیر اعظم دولت نظامیہ دکن کے نام معنون
کی ہے آخر میں وہ حیدرآباد سے ایران واپس چلے گئے۔ تحفۃ العالم ۱۸۴۷ء میں بمبئی میں چھپ چکی
ہے ہمارے کتب خانہ کا نسخہ ۱۲۲۳ھ م ۱۸۰۸ء کا نوشتہ، نہایت دیدہ زیب، مزین، مطلا اور مذہب ہے
کاغذ سفید، لوح کتاب مطلا، مینا کار آسمانی ہے کاتب کا نام شیخ عبداللہ عرف امیرالدین خلف عنایت اللہ ہے
ترقیمہ میں کاتب کا نام، سن کتابت، مقام کتابت (سورت) لکھا ہوا ہے آخر میں ایک مہر بھی ہے جو پوشیدہ ہے

(۹) تاریخ الخمیس فی احوال النفس النفیس (جلد دوم عربی)

قاضی حسین بن محمد الدیار البکری المالکی متوفی ۹۶۶ھ کی مشہور تصنیف ہے جو مکہ کے رہنے والے تھے
یہ نسخہ ایک مقدمہ تین ارکان اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے مقدمہ اور ارکان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی بعثت، ہجرت اور دوسرے تاریخی حالات بیان کئے گئے۔ خاتمہ میں خلفاء راشدین اموی
اور عباسی خلفاء کے حالات ہیں[۵۱]۔

ہمارے یہاں دونوں جلدیں محفوظ ہیں جو الگ الگ سنین کی مرقومہ ہیں جلد اول ۱۰۰۹ھ
کی نوشتہ ہے اس کے کاتب کا نام علی بن سلمان بن ابراہیم ہے اس جلد میں ۵۰۳ ہ کا کے حالات ملتے ہیں

[۵۱] انڈیا آفس کیٹلاگ۔ مرتبہ ایتھے ج ۱ ص ۸۰۰

جلد دوم ۱۲۰۱ھ کی نوشتہ ہے - اس میں ۵۰ھ سے سلطان مراد ثالث تک کے حالات ہیں اس جلد کے ترقیمہ میں کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا ہے - لیکن طرزِ کتابت، روشِ قلم اور شانِ خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوسری جلد بھی علی بن سلمان ہی کے قلم کی ہے - یہ کتاب متعدد بار مصر وغیرہ سے چھپ چکی ہے

(۱۰) تاریخ چین (اردو)

کارکرن مصنف جوہرِ اخلاق و مترجم عدالت دیوانی صدر کلکتہ کی مصنفہ ہے - مولانا محمد عمران خاں اس کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں - کہ

"یہ ممالک چین کی مکمل تاریخ ہے جس میں طوفان نوح سے لے کر ۱۸۴۸ء تک کے حالات و واقعات قلمبند کئے گئے ہیں"

یہ نسخہ دو جلدوں پر مشتمل ہے - پہلی جلد میں حدود مملکت چین، اس کے صوبجات اور ان کے معاشرتی، تاریخی اور سیاسی حالات و واقعات ہیں - دوسری جلد میں حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر تمام شاہان خطا کا ذکر ہے - اور ان ممالک و جزائر کا حال بھی ہے جو سلطنت خطا میں شامل یا اس کی خراج گزار تھے

نسخۂ ہذا کے ترقیمہ میں سن کتابت ۱۲۷۰ھ دیا ہوا ہے لیکن کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا ہے کاغذ سفید، کرم خوردہ، شکستہ ہے - یہ کتاب ۱۸۵۲ء میں کلکتہ سے اور ۱۸۶۵ء میں دارالعلوم میرٹھ سے طبع ہو چکی ہے

(۱۱) تاریخ ہندوستان (فارسی)

یہ تاریخ حقی کے نام سے زیادہ مشہور ہے سلطان معزالدین محمد بن سام سے لے کر اکبر اعظم تک کے حالات پر مشتمل ہے مصنف مولوی عبدالحق نے مقدمہ میں اپنا تخلص حقی بتایا ہے - اس نسبت سے اس کتاب کا نام تاریخ حقی ہے - عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں اور بختاور خاں نے مرآۃ العالم میں حقی کے حالات لکھے ہیں -

فاضل مؤرخ نے اس کتاب کی تصنیف میں اپنے ذاتی مشاہدات اور زبانی روایات دونوں ہی سے کام لیا ہے۔ آخر میں لکھا ہے۔ کہ خاطر خواہ مآخذ اور ذرائع نہ ملنے کی وجہ سے دکن کی تاریخ سنہ ۱۱۳۰ھ سے آگے نہیں لکھ سکے۔ لیکن سندھ اور کشمیر کے رؤسا کے حالات تحریر کئے ہیں۔ اس شعر سے اس کا سن تالیف نکلتا ہے :۔

ناقص چو افتاد سال تاریخش را ‏ ‏ ‏ ‏ ازذکر ملوک یازدہ ناقص کن

ذکر ملوک کے کل اعداد ۱۰۱۶ ہوتے ہیں اس میں سے گیارہ نکالنے کے بعد ۱۰۰۵ باقی رہتے ہیں اور یہی سن تالیف[1] ہے۔ ہمارے یہاں کا نسخہ اخوند قائم الدین بن اخوند غلام حیدر کا نوشتہ ہے جو مشہور خطاط تھے۔ کاتب نے ترقیمہ میں تاریخ کتابت نہیں لکھی ہے۔

تاریخ مدینہ (فارسی)

مصنف نامعلوم الاسم اول و آخر سے ناقص ہے۔ اور آخر کے کئی باب کم ہیں اس میں سترہ باب ہیں اور ہمارے یہاں کے نسخہ میں کل پانچ باب[2] ہیں۔

(۱۲) تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابو حنیفہؒ

جلال الدین سیوطی رحؒ، کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی۔

(۱۳) تاریخ صوبجات ہند (فارسی)

اس کے مصنف کا پتہ نہیں چل سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اصل کتاب کا مسودہ صاف نہیں کر سکے۔ خط شکست ہے میں نے اس کو جستہ جستہ دیکھا ہے مکمل مطالعہ نہیں کر سکا ہوں۔ کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے اقالیم عالم کی تقسیم پھر صوبہ جات ہند کی تفصیل ہے۔ اور شاہان مغلیہ کی مشہور عمارتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان کے مصارف کی تفصیل دی گئی ہے۔ تاج محل سے متعلق حصہ تاریخ تاج گنج، (جس کا ذکر مضمون کی پہلی قسط میں آچکا ہے) کے متن سے ملتا جلتا ہے دونوں میں تاج محل کی تاریخ

---

[1] [illegible] ۲۲۴ ‏ ‏ [2] فہرست ۱۱ - ادارہ تحقیقات علوم مشرقیہ ٹونک

اس کے معارف اور نوادر کا ذکر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ تاریخ تاج گنج سے یا تاج گنج اس سے ماخوذ ہے کتاب کے اول آخر صفحہ پر ایک مہر ثبت ہے جس میں ظہور علی ۱۲۲۲ھ کندہ ہے۔ آخر میں اکبر کی وفات اور سکندرہ کی تعمیر کا بیان ہے[1]

(۱۴) چہار گلشن (فارسی)

رائے چتر من کائستھ کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک ضخیم تاریخ ہے جو ابتداء سے لے کر ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء تک ہندوستان کے تاریخی حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ اس کا سن تالیف موصوف کے مرتبہ مادہ "چتر من نیک گلشن" سے نکلتا ہے۔

موصوف نے وزیر غیاث الدین خان کی فرمائش پر احمد شاہ ابدالی کے دوسرے حملے کے دوران، یہ کتاب لکھی تھی۔ اس کی تدوین کے بعد ہی مؤرخ کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے ان کے پوتے رائے زادہ چندربھان منشی کائستھ نے ۱۲۰۴ھ مطابق ۱۷۸۹ء میں اس کو مرتب کر کے، ایک مقدمہ کا اضافہ کیا۔

چہار گلشن کے نام کی مناسبت سے یہ چار گلشنوں میں منقسم[2] ہے گلشن اول میں صوبہ جات ہند اور گلشن دوم میں دکن کے صوبوں کا بیان ہے گلشن سوم میں دہلی سے ہندوستان کے دوسرے مقامات تک جو سڑکیں، راہیں اور شاہراہیں جاتی ہیں ان کا ذکر ہے۔ اور گلشن چہارم میں مسلم اور ہندو فقرا کا تذکرہ ہے۔ چہار گلشن کے کچھ حصوں کا ترجمہ سر جادو ناتھ سرکار نے اپنی انگریزی کتاب[3] اورنگ زیب کا ہندوستان میں کیا ہے۔ ایلیٹ نے بھی اپنی کتاب میں اس کے بارے میں مختصراً لکھا ہے[4]

[1] اس مخطوطے کے بارے میں پہلی قسط میں لکھا جا چکا ہے کہ اس وقت تاریخ تاج گنج سے اس کا مقابلہ نہیں کیا گیا تھا۔ دونوں نسخوں میں نسخۂ قدیم معلوم ہوتا ہے۔ پہلی قسط میں ہو گیا دور عالمگیری کا نوشتہ لکھ دیا گیا ہے اصل میں یہ دور شاہجہانی کے اواخر یا عہد عالمگیری کے اوائل کے نوشتہ نسخہ کی نقل معلوم ہوتا ہے براہ کرم اس کی صحت کر لی جائے۔

[2] ریو نے اپنی کیٹلاگ میں گلشن کے بجائے چمن لکھا ہے۔ ریو ج ۲ ص ۹۰۹

[3] (The India of Aurangzeb) از سر جادو ناتھ سرکار ص ۸۰ - ۱۴۳

[4] ہسٹری آف انڈیا (انگریزی) ایلیٹ ج ۸ ص ۲۵۵

چار گلشن کے خطی نسخے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ برٹش میوزیم میں انیسویں صدی عیسوی کا نوشتہ نسخہ ہے۔ اور انڈیا آفس لائبریری میں اٹھارھویں صدی عیسوی کا مکتوبہ، بالڈون میں ۱۲۲۳ھ م ۱۸۰۸ء کا لکھا ہوا، بانکی پور میں انیسویں صدی عیسوی کا، اور کتب خانہ آصفیہ میں تیرھویں صدی ہجری کا مکتوبہ ہے

ہمارے ادارہ میں نسخہ ہٰذا کی تاریخ کتابت درج نہیں ہے لیکن یہ تیرھویں صدی ہجری کا مرقومہ معلوم پڑتا ہے۔ اس لئے کہ اس نسخہ پر نواب وزیر الدولہ بہادر خلد مکانی فرماں روائے دوم ٹونک (۱۸۳۴ء سے ۱۸۶۴ء) کی مہر ثبت ہے[۱]

(۱۵) حدیقۃ الاقالیم (فارسی)

یہ ایک جغرافیائی کتاب ہے۔ لیکن اس میں کہیں کہیں تاریخی حالات و واقعات دیئے گئے ہیں۔ اس لئے یہ جغرافیہ اور تاریخ دونوں پر محیط ہے۔ مرتضیٰ حسین مخاطب بہ اللہ یار عثمانی بلگرامی نے شاہ عالم ثانی کے عہد حکومت میں اس کو تصنیف کیا۔ اس میں ساتوں اقالیم کا مفصل ذکر ملتا ہے اور ہر اقلیم کے مشاہیر علماء اور حکماء کے حالات بھی قلمبند کئے گئے ہیں[۲]

ہمارے یہاں کا نسخہ ۱۲۲۵ھ کا نوشتہ ہے۔ اول صفحہ پر نواب وزیر الدولہ بہادر خلد مکانی اور نواب یمین الدولہ محمد علی خاں بہادر خلد آشیانی کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ یہ ۱۸۳۱ء میں لکھنؤ سے چھپ چکی ہے

(۱۶) ترجمہ تاریخ فتوح لاحمد بن اعثم کوفی (فارسی)

یہ مخطوطہ فتوح لاحمد کا فارسی میں ترجمہ ہے۔ نگارستان میں ان کا نام احمد بن محمد مستوفی مرقوم ہے۔ جو امیر قوام الدین کے حکم سے ترجمہ کرنے پر مامور کئے گئے

---

[۱] مزید دیکھئے۔ ریو (Rieu) ج ۳ ص ۱۰۰۹ — ۱۰۱۰ اور استوری ص ۲۰۲

[۲] مزید دیکھئے۔ ریو (Rieu) ج ۳ ص ۹۹۲

اس کتاب میں خلفاء راشدین اور ان کے دور کے جو مسلم غزوات ہوئے ان کا ذکر کیا گیا ہے
امیر قوام الدین کا انتقال ساتویں صدی ہجری کے عشرہ اول میں ہوا۔ گویا ساتویں صدی ہجری میں اس کا
ترجمہ کیا گیا۔ عربی مورخین کی نظر سے شاید یہ نسخہ نہیں گزرا۔

اس کے اصلی عربی نسخہ کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔ البتہ نگارستان اور روضۃ الاحباب
میں حوالہ ملتا ہے۔ مصنف کا نام ابو محمد احمد بن اعثم کوفی دیا ہوا ہے۔ اس کے برخلاف میر خواند،
بمبئی ایڈیشن کے مطابق ان کا نام محمد بن علی بن اعثم بتایا گیا ہے۔ **فتوح ابن اعثم** کا
مورے کٹیلاگ میں بھی ذکر کیا گیا ہے

مترجم نے مقدمہ میں اپنے حالاتِ زندگی دیے ہیں۔ اور خوارزم اور خراسان کے اکابر کا کرۂ
امتیاز اور شان امارت بتائی گئی ہے[1]۔ ہمارے یہاں کا مخطوطہ ۱۰۲۳ھ کا نوشتہ ہے۔ حاجی سہراب
اس کے کاتب ہیں۔ قدرے کرم خوردہ اور مرمت شدہ ہے۔

---

[1] (Hiall) ج ۱ ص ۱۵۱

شوکت علی خاں، عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک

ٹونک کے تاریخی مخطوطات

قسط سوم
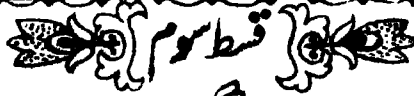
(۱۷) اقبال نامہ جہانگیری

جہانگیر نامہ بھی کہلاتا ہے جو تین دفاتر پر مشتمل ہے۔ دفتر اول میں بابر اور ہمایوں کے ادوار کے تاریخی اور سیاسی حالات ہیں۔ دوسرے دفتر میں صرف اکبر اعظم کے طویل عہد حکومت کے واقعات کا احاطہ ہے جس کی بنیاد زیادہ تر اکبر نامہ ہی ہے۔ تیسرے دفتر میں بادشاہ جہانگیر کے سوانحی، سیاسی اور ملکی حالات ہیں جو ۱۹ سنہ جلوس تک[1] کے واقعات پر مشتمل ہیں۔ تیسرا دفتر بہت عام ہے اس کے نسخے قریب قریب سب کتب خانوں میں ملتے ہیں لیکن دفتر اول و دوم نایاب ہیں[2]۔ جو دنیا کے چند کتب خانوں کے علاوہ مشکل ہی سے اور جگہ مل سکتی ہیں حالانکہ تینوں دفتر ۱۸۶۵ء میں لکھنؤ سے طبع ہو چکے ہیں لیکن اب کمیاب ہیں۔

اس کے مصنف معتمد خاں عہد جہانگیری و شاہجہانی کے معتمد رکن اور شائستہ سر پر سلطنت و فرماں روائے زیبندۂ افسر تھے۔ ان کا اصلی نام محمد شریف ہے۔ ایران کے رہنے والے تھے ہندوستان آکر تیسرے جلوس جہانگیری میں اعلیٰ منصب اور معتمد خاں کے موقر خطاب سے سرفراز ہوئے۔ جہانگیر نے اپنی تزک میں کئی جگہ ان کا ذکر کیا ہے۔ شاہجہاں کے دور شہزادگی میں بخشی بنا کر شاہجہاں کے ہمراہ دکن کی مہم پہ بھیجے گئے تھے۔ ۱۶ سنہ جلوس میں دکن سے واپسی پر تزک جہانگیری کی ترتیب کی خدمت سپرد ہوئی۔ معتمد خاں نے شاہجہاں کے زمانے میں زیادہ ترقی کی ۱۰ سنہ جلوس شاہجہانی میں میر بخشی کے منصب

---

۱ مطبوعہ معارف بابت ماہ نومبر ۱۹۶۹ء

۲ اسٹوری ص ۵۶۱

پر مامور ہوئے۔ ۱۰۴۹ھ م ۱۶۳۹ء میں انتقال ہوا۔[1]

ایلیٹ نے اپنی کتاب میں اس کے ۴۸ صفحات کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے[2] اس ترجمے کے متعلق جی، آر، کے، ای کی رائے ہے۔ کہ "ایلیٹ نے جو حصص دئیے ہیں وہ کسی اور کتاب کے معلوم ہوتے ہیں اور ہمارے جہانگیر نامہ سے مطابقت نہیں کرتے"[3]

جہانگیر نامہ کے تینوں دفتروں کا ترجمہ سے میکرڈ نے انگریزی میں کیا ہے جو مسودہ کی شکل میں انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے جہاں اصل نسخہ کے تینوں دفتروں کے قلمی نسخے بھی موجود ہیں دفتر سوم میں نہ صرف جہانگیر کے انیسویں جلوس کے واقعات ہیں۔ بلکہ معتمد خاں نے اس کی وفات کے بعد کے واقعات بھی بڑھا دیئے تھے۔[4]

انڈیا آفس کا دفتر اول جیسا کہ ایتھے نے بتایا ہے۔ غالباً انیسویں سن جلوس عالمگیری ۱۰۸۶ھ م ۱۶۷۶ء کا نوشتہ ہے۔ خدا بخش خاں لائبریری میں بھی پہلا اور دوسرا دفتر ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء کا نوشتہ ملتا ہے۔ برلن کے کتب خانہ اور میر[5] میں تینوں دفتر موجود ہیں[6]۔ کتب خانہ سعیدیہ میں بھی تینوں دفاتر موجود ہیں جو ایک ہی جلد میں مجلد اور ۱۲۴۲ھ م ۱۸۲۶ء کے نوشتہ ہیں۔ اول تا آخر صفحہ پر ظہور علی اور لوح کتاب پر محمد امین کی مہریں ثبت ہیں۔

ان کے علاوہ دو جلدیں اور ہیں۔ ایک جلد اول کا حصہ جو ابتدائے ۱۶ سنہ جلوس اکبر شاہی کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ حصہ دفتر دوم کا نامکمل حصہ ہے جو ۳۲ سنہ جلوس شاہ عالم بادشاہ کے عہد حکومت کا مکتوبہ ہے۔ کاغذ سفید اور خط شکستہ ہے اس کے کاتب سدھارائے ہیں جنہوں نے مشق کے طور پر یہ نسخہ

۱۔ ماثر الامراء و تذکرۃ الامراء اور تزک جہانگیری میں مزید حالات دیکھئے۔

۲۔ History of India as told by its own historians vol. VI PP 400 TO 436

۳۔ اسٹوری ص ۵۶۲

۴۔ مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری مرتبہ ایتھے ج ۱ ص ۲۱ نسخہ نمبر ۳۱۳-۳۱۴ ملاحظہ ہو

۵۔ Aumer.

۶۔ برلن کیٹلاگ ص ۴۸۷ اور اومیر ص ۲۵۷ دیکھئے۔

لکھا تھا۔ اس لئے مکمل بھی نہیں کر سکے۔ بہت ممکن ہے کہ انھوں نے کسی ایسے نسخے سے نقل کیا ہو۔ جو عہد جہانگیری یا شاہجہانی کا مکتوبہ ہو۔ شاہ عالم کے دور میں ایسے نسخوں کا پایا جانا بعید از قیاس نہیں ہے

اس نسخہ کے علاوہ دفتر سوم کا ایک اور قلمی نسخہ بھی ہے جو نہایت دیدہ زیب مطلا، مذہب اور اعلیٰ خطاطی کا نمونہ ہے اس اعتبار سے یہ نسخہ اور بھی اہم ہے۔ کہ یہ نواب کلب علی خاں بہادر متوفی سنہ ۱۳۰۳ھ م ۱۸۸۵ء والیٔ ریاست رامپور کے حکم سے لکھا گیا۔ جو اب ٹونک کے کتب خانہ میں ہے اور اس پر نواب صاحب مرحوم کی مہر، نواب کلب علی خاں بہادر ثبت ہے۔ اس کے ساتھ ایک عبارت بھی مرقوم ہے۔

یہ نسخہ ۱۲۷۲ھ م ۱۸۵۵ء میں محمد مرتضیٰ خطاط نے ۲۵ رمضان المبارک کو مکمل کیا نسخہ نہایت عمدہ اور گوناگوں صنعتوں کی وجہ سے بہت اہم اور کاغذ سفید، خوشخط، مجدول، طلائی شنگرفی آسمانی لوح کتاب مطلا، مینا کار، آسمانی و فیروزی ہے۔ شروع کے دو صفحات کے بین السطور مطلا ہیں۔ پوری کتاب کا حاشیہ بھی گل کار اور مطلا ہے۔ جلد بھی بہت ہی خوبصورت اور نفیس بنی ہوئی ہے۔

(۱۸) جہانگیرنامہ یا تزک جہانگیری[1]

یہ کتاب سلیم شاہی، تزک جہانگیری، تاریخ سلیمی اور واقعات جہانگیری مختلف ناموں سے موسوم ہے لیکن اس کا اصلی نام جہانگیر نامہ ہی ہے جس سے وہ ابتدا میں موسوم تھی۔ چنانچہ اصل تزک جہانگیری میں مرقوم ہے کہ جب بارہ سالہ سوانح کو جہانگیر نے مجلد کرا کے اراکین سلطنت میں تقسیم کیا اس وقت اس کا نام جہانگیر نامہ ہی تھا۔[2]

۱؎ سنہ جلوس میں جہانگیر نامہ سے تزک جہانگیری نام بدلا گیا۔ اسٹوری ص ۵۵۲
۲؎ ریو جلد اول ص ۲۵۴

جہانگیر نامہ کے ابتدائی نو سالوں کا ترجمہ ارسکن نے انگریزی میں کیا تھا - جو برٹش میوزیم میں نمبر ۲۶۵۵ پر محفوظ ہے[۵۱] - تزک جہانگیری کے تین مختلف نسخے ملتے ہیں جن میں پہلے دو مستند ہیں اور ایک غیر مستند - جو مبالغہ آمیز بیانات پر مشتمل ہے - پہلا نسخہ سنہ ۳ جلوس کا نوشتہ ہے جس کی ابتدائی عبارت یہ ہے " حمد بے غایت و شکر بے نہایت معبودی را " تیسرے مبالغہ آمیز نسخہ کی عبارت بھی یہی ہے - اول الذکر نسخہ خدا بخش لائبریری میں سنہ ۱۰۲۰ھ م سنہ ۱۶۱۱ء کا نوشتہ ہے - انڈیا آفس لائبریری میں سنہ ۱۱۹۴ھ م سنہ ۱۷۸۰ء کا اور برلن لائبریری میں سنہ ۱۰۹۹ھ م سنہ ۱۶۸۸ء کا نوشتہ ہے[۵۲]

اس کا دوسرا نسخہ بھی مستند مانا جاتا ہے جو " از عنایات بے غایت الٰہی " سے شروع ہوتا ہے - یہ سال جلوس اول سے شروع ہو کر سترھویں جلوس تک کے احوال پر مشتمل ہے - یہ وہی نسخہ ہے جسے جہانگیر نامہ کے نام سے موسوم کرکے **جہانگیر** نے اپنے امراء میں تقسیم کیا تھا

اس کے بعد سترھویں سال تک کے حالات خود اس نے قلمبند کئے - جو انیسویں سال جلوس کے ابتدا تک معتمد خاں کے ذریعہ شاہی نگرانی میں لکھائے گئے اسی نسخہ کو محمد شاہ کے زمانہ میں محمد ہادی کامور نے ترتیب دے کر ایک مقدمہ کا اضافہ کیا - اس میں جہانگیر کے جلوس سے پہلے کے حالات سے لے کر اخیر تک کے واقعات ہیں -

پنجاب یونیورسٹی لاہور میں وہ نسخہ جو جہانگیر نے مجلد کرا کے تقسیم کرایا تھا اب تک محفوظ ہے اس نسخہ پر جہانگیر اور شاہجہاں کے دستخط ثبت ہیں - اس لئے بہت اہم مستند اور نایاب مانا جاتا ہے[۵۳] - برٹش میوزیم میں بھی ایسا ہی ایک نسخہ محفوظ ہے - مگر اس میں کسی کے دستخط نہیں ہیں صرف بارہ سال کے واقعات جہانگیر نامہ کے نام سے ہیں[۵۴] - انڈیا آفس لندن کے نسخہ میں انیسویں سال جلوس تک کے حالات ملتے ہیں[۵۵]

---

۵۱ ریو ج ۱ ص ۲۵۴ ۵۲ اسٹوری ص ۵۵۰ ۵۳ اورینٹل کالج میگزین لاہور ماہ اگست سنہ ۱۹۲۶ء
۵۴ اسٹوری ص ۵۵۹ + ۵۶۰ ۵۵ ایتھے ج ۱ ص ۱۱۹ مخطوطہ نمبر ۳۰۹

تیسرا نسخہ جو مبالغہ آمیز ہے اور جس میں واقعات سن وار نہیں ہیں تزک جہانگیری کے نام سے موسوم ہے۔ اس نسخہ کی ابتدا "حمد بے غایت و شکر بے نہایت" سے ہوتی ہے۔ اس عبارت سے پہلے کچھ اشعار بڑھائے گئے ہیں۔ مثلاً "اے نام تو سر دفتر اسرار وجود" یہ پہلے نسخہ پر اضافہ معلوم ہوتا ہے۔

ریو کا بیان ہے کہ یہ نسخہ شاہجہاں کے دور اول میں اس لئے لکھوایا گیا۔ کہ اس کے ذریعہ ان واقعات کی پردہ پوشی ہو جائے جو اصل تزک میں جہانگیر نے شاہجہاں کے خلاف لکھے ہیں۔

ان دونوں نسخوں کی اصلیت کا انکشاف سب سے پہلے ایس ڈی سے سی[۵۱] اور موریے نے کیا۔ اور آخر میں پروفیسر ڈاؤسن نے دونوں کتابوں کے اقتباسات نقل کر کے پوری وضاحت اور تحقیق سے بتایا کہ اصلی تزک کونسی ہے اور نقلی کونسی۔[۵۲] اکثر نسخوں کے آخر میں ایک پندنامہ جہانگیر کے نام سے ملتا ہے جس کو پرائس نے لندن اور کلکتہ سے ۱۹۰۶ء شائع کیا تھا۔

یہ نسخے مختلف طریقوں سے شائع ہوئے ہیں۔ محمد ہادی والے نسخہ کے کچھ حصے جے اینڈرسن نے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں ۱۸۵۶ء میں شائع کئے۔ گولڈروِن نے تاریخ ہندوستان میں ان کو شامل کر کے ۱۸۵۶ء میں شائع کیا۔ لیکن مکمل نسخہ سر سید احمد خاں نے ۱۸۶۳-۶۴ء میں دوبارہ مرتب کر کے طبع کرایا۔ جو ۱۹۱۴ء میں لکھنؤ میں طبع ہوا۔ انگریزی میں اس کا مکمل ترجمہ ڈی۔ ایچ لووے (D. H. Lowe) نے ۱۸۹۰ء میں شائع کیا۔ اور راجرس نے مقدمہ چھوڑ کر اصل کتاب کا دوسرا ترجمہ کیا جس کو ایچ بیورج (H. Beveridge) نے ۱۹۰۹ء میں لندن سے دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔ اور ایلیٹ نے ان سب ترجموں پر نقد و تبصرہ کیا ہے۔[۵۳]

---

۵۱ Journal Dossiante 1930 PP. 354-430

۵۲ ایلیٹ اور ڈاؤسن ج ۶ ص ۲۵۱ تا ۲۹۱ ۵۳ ایلیٹ اسٹاؤسن جلد ۶ ص ۲۷۶ تا ۲۹۱ اور ۲۹۲ تا ۲۹۹

ہمارے یہاں کا نسخہ ہادی کے مرتبہ نسخہ سے قدرے مختلف ہے ابتدا میں وہی اشعار ہیں جو مبالغہ آمیز نسخہ کے ہیں ان کے علاوہ اور بہت سے اشعار بھی ہیں۔ یہ نسخہ مطلاً، بین السطور اور لوح کتاب مطلا اور مینا کار، اور حاشیہ طلائی اور گل کار ہے۔ اس میں جلوس اول ۱۰۱۴ھ م ۱۶۰۵ء کے حالات ہیں ابتدا میں اکبر کے ذکر میں اس کے تخت شاہی کے حال میں جس پر بعد میں **جہانگیر** جلوہ افروز ہوا لکھا ہے کہ اس کی تیاری میں تین سو من سونا، دو کروڑ کے جواہرات اور پچاس من عنبر صرف ہوا تھا۔

اکبر کے تاج کی قیمت چار کروڑ تیس لاکھ (فی اشرفی تیس روپے کے حساب سے) بتائی گئی ہے اس کے بارہ گوشوں میں بارہ ہیرے تھے۔ فی ہیرا ایک لاکھ اشرفی کی قیمت کا، موتی اور زمرد چار مثقال ہر ایک کی قیمت ایک ایک لاکھ۔ دو سو یاقوت جن کی قیمت اس زمانے میں بارہ لاکھ تھی۔ اکبر کے تاج میں جڑے ہوئے تھے۔

اسی طریقہ سے زنجیر عدل کے بارہ میں لکھا ہے کہ ایک سو چالیس گز لمبی تھی۔ اور اس کی تیاری میں ساٹھ من سونا صرف ہوا تھا۔ آگے چل کر اپنے بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں شہزادہ خرم کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔ پھر نور جہاں کی شادی، اس کے مہر اور تسبیح کا ان الفاظ میں ذکر ہے۔

"اورا نور جہاں، بعقد خود آوردیم دہشتاد لکھ اشرفی، ہیچ مثقالی مہر او قرار دادم و تسبیح مرواریدی از چہل دانہ۔ کہ ہر دانہ اورا چہل ہزار روپیہ خریدہ بود مابخشیدیم۔"

اسی قسم کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ اکبر نے حکم دیا کہ آگرہ کے دونوں خزانے تولے جائیں اور تخمینًا کل رقم کی تعداد بتائی جائے۔ تزک کے بیان کے مطابق ایک ۔۔ ہزار آدمی چار سو ترازوؤں سے پانچ ماہ تک شب و روز تولتے رہے تب بھی صرف ایک خزانہ تولا جا سکا۔

شہزادہ خسرو کے جواہرات کے صندوق کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں دس کروڑ کے جواہرات تھے

جو لڑائی میں کہیں ضائع ہو گئے۔

اسی قسم کے بہت سے مبالغہ آمیز واقعات ملتے ہیں جو نسخہ باندی اور دوسرے نسخوں سے بیان کے تسلسل میں مطابقت نہیں کرتے۔ البتہ کہیں کہیں واقعات میں مطابقت ہے۔ اس نسخہ میں بھی وہی انانیت ہے جو جہانگیر کے اصلی نسخوں میں ہے۔ البتہ یہ فرق ہے کہ اس کے واقعات سن وار نہیں ہیں۔ اور مذکورہ بالا دونوں نسخوں کے واقعات سن وار ہیں

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ تزک شاہجہان کے دور میں مرتب ہوئی ہوگی۔ جو ہو سکتا ہے کہ خود شاہجہان کے ایماء سے یا اس کے کسی معتمد امیر نے بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے لکھی ہو۔ اس نسخے میں بھی کچھ پند و نصائح ہیں۔ جو اکبر کی جانب منسوب اور جہانگیر کے زبان و قلم سے ادا کئے گئے ہیں۔

ان سب باتوں کو پیش نظر رکھا جا سکتا ہے۔ کہ یہ تزک دور شاہجہانی کی اختراع ہے۔ اس کا ان دونوں نسخوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن اس لحاظ سے [illegible] ہے کہ اس سے دور شاہجہانی کے ان حالات اور واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔ جو گو مبالغہ آمیز ہیں۔ لیکن کسی اور کتاب [illegible] تفصیل سے نہیں ملتے۔

(۱۹) تاریخ نادری

مصنف محمد مہدی استرآبادی۔ نادر شاہ کے عروج کے زمانہ سے لے کر اس کی وفات ۱۱۶۰ھ م ۱۷۴۷ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں ۱۷۷۰ء میں Historied Nadir Shah. کے نام سے ہو چکا ہے۔ انگریزی ترجمہ بھی فاضل مترجم نے ۱۷۷۳ء میں لندن سے شائع کیا۔ اصل فارسی ایڈیشن تبریز، طہران، لکھنؤ وغیرہ سے شائع ہو چکے ہیں

مصنف کے بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ نادر شاہ سے وابستہ تھا یا کسی اور بادشاہ سے

۱؎ [illegible]

اس نے مقدمہ میں کسی بادشاہ کا نام نہیں لکھا ہے۔ مگر ریو کے مطابق خود مہدی کے بعض بیانات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ نادر شاہ سے تعلق تھا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے۔ کہ جب نادر شاہ ۱۱۴۶ھ م ۱۷۳۳ء میں اصفہان جا رہا تھا تو میں ان کے ہمراہ تھا اور وہیں نادر شاہ کو پوتے شاہ رخ کے پیدا ہونے کی خبر جانفزا ملی تھی

دوسری جگہ جو انگریزی ترجمہ پوری طرح واضح نہیں ہے لکھتا ہے کہ نادر شاہ کی زندگی کے آخری سال ۱۱۶۰ھ میں وہ شاہی حکم سے مصطفیٰ خاں شاملو کے ساتھ سلطان ترکی کے پاس بھیجا گیا تھا۔

سر ہرفورڈ برجس نے اپنی کتاب "ہسٹری آف کاجرس" میں لکھا ہے۔ کہ نادر شاہ سے اس کی ملاقات اور گفتگو کے وقت محمد مہدی نادر شاہ کے واقعہ نویس کی حیثیت سے موجود تھا[۱] مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کتاب کا صحیح نام کیا ہے۔ دوسرے نسخوں میں "تاریخ جہاں کشائی نادری" اور "تاریخ نادری" دونوں ہی نام ملتے ہیں زیر نظر نسخہ میں کوئی نام تحریر نہیں ہے۔

یہ بھی واضح نہیں ہوتا کہ مصنف کے ان الفاظ "کہ از چاکران حضور مرحمت بضبط وقائع مامور است" سے کون سا بادشاہ مراد ہے۔ نادر شاہ یقینی طور پر مراد نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ چند ہی سطروں کے بعد نادر شاہ کو مرحوم لکھا گیا ہے[۲]

ریو کی یہ بحث کچھ بے سود سی ہے کیونکہ مصنف نے ان واقعات کو نادر شاہ کے انتقال کے بعد ہی ترتیب دیا ہوگا۔ اس لئے مقدمہ میں "از چاکران حضور" سے حکمران وقت مراد ہوگا ــــ جو شاہ رخ ہوگا۔ یا حسن خاں سردار کاجراں کو حضور تحریر کیا گیا ہے جس کی تعریف و توصیف میں کتاب میں ایک تتمہ بڑھایا گیا ہے۔ یہ تتمہ فرانسیسی ترجمہ میں بھی موجود ہے نسخہ ہذا، مطلا، مینا کار اور [illegible] ۱۲۳۰ھ م ۱۸۱۵ء کا نوشتہ ہے۔

(۴۰) سیر المتاخرین (فارسی)

اس کے مصنف غلام حسین بن ہدایت علی خاں ابن سید علیم اللہ خاں بن فیض اللہ خاں بن شیخ علیم اللہ خاں بنگال کے مشاہیر میں تھے مصنف کے والد ہدایت علی خاں بہار کے نائب صوبے دار تھے جو شاہ عالم کے زمانہ میں فوجدار اور میر بخشی ہو گئے تھے ۱۱۸۹ھ م ۱۷۷۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بعد مصنف غلام حسین کچھ عرصہ ان کی جگہ میر بخشی اور پھر انگریزی عہد میں مختلف عہدوں پر مامور رہے

سیر المتاخرین ماہ صفر ۱۱۹۴ھ میں شروع اور رمضان المبارک ۱۱۹۵ھ میں مکمل ہوئی۔ بعد میں فاضل مؤرخ نے ایک بصیرت افروز مقدمہ بھی شامل کیا تھا جس کو گورنر جنرل وارن ہسٹنگس کے نام سے منسوب کیا ہے غلام حسین خاں نے مقدمہ میں یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ انھوں نے یہ مقدمہ ایک منشی کی تاریخ سے لیا ہے جو کورو، پانڈو سے شروع ہو کر اورنگ زیب کی تخت نشینی تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ منشی نے فارسی اور سنسکرت ماخذوں سے اس کو مرتب کیا تھا میں نے اس کے اغلاط اور غیر فصیح جملوں کو درست کر کے سیر المتاخرین کے مقدمہ کی حیثیت دے دی ہے

ریو کا بیان ہے کہ اس مقدمہ کا اشارہ خلاصۃ التواریخ مصنفہ سبحان رائے کی طرف ہے۔ اگر مقدمہ کو بھی سیر المتاخرین ہی کا حصہ مان لیا جائے تو یہ ہندوستان کی ایک مکمل تاریخ ہے مگر اصل کتاب اورنگ زیب کے انتقال سے لے کر ۱۱۹۵ھ م ۱۷۸۰ء تک کے حالات اور واقعات پر مشتمل ہے جس کے تین حصے ہیں

ان تینوں حصوں کا انگریزی ترجمہ ایک فرانسیسی نومسلم حاجی مصطفیٰ نے ۱۷۸۹ء میں شائع کیا تھا اس میں مقدمہ شامل نہیں ہے ۱۸۳۲ء میں بریگس نے اس کے بعض حصے دوبارہ لندن سے شائع کیے اور بنگال سے متعلق حصہ کا ترجمہ جسے اسکاٹ نے اپنی کتاب تاریخ دکن میں شامل کیا[1] اور مکمل تینوں جلدیں نول کشور پریس نے ۱۲۸۳ھ م ۱۸۶۶ء میں شائع کیں۔ اس کے دو ترجمے اردو میں بھی ہوئے ہیں

[1] تاریخ دکن، بے اسکاٹ ج ۲ ص ۱۳ تا ۳۶۱

ایک بخشی علی نے اقبال نامہ کے نام سے کیا ہے دوسرا کسی شخص نے مرآۃ السلاطین کے نام سے کیا ہے۔ زیر بحث نسخہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ دوسری اور تیسری جلدیں ایک ہی ہیں یہ ۱۲۳۳ھ اور ۱۸۱۸ء کی مکتوبہ ہیں۔ اول سے ایک ورق ناقص ہے صفحہ ۳۴۱ پر کتاب تمام ہو جاتی ہے اس کے بعد کاتب نے جلد اول کا حصہ شروع کر دیا ہے۔

(۲۱) طبقات اکبر شاہی (فارسی)

طبقات اکبر شاہی یا طبقات اکبری یا تاریخ نظامی ہندوستان کی مکمل اور پہلی اہم بنیادی تاریخ ہے۔ بعد کے تمام مورخین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ اس کے مصنف نظام الدین احمد بن محمد مقیم ہروی ہرات کے مشہور خواجہ عبداللہ انصاری کی اولاد میں ہیں خواجہ مقیم ہروی بابر کے دیوان اور مرزا عسکری کے معتمد تھے عہد اکبری میں پہلے گجرات کے بخشی اور بعد میں مغلیہ سلطنت کے بخشی مقرر ہوئے تھے۔

نظام الدین کے قول کے مطابق ان کو مطالعہ کا شوق ورثہ میں ملا تھا۔ اس لئے انھوں نے ابتدا ہی سے ایک ایسی مکمل تاریخ لکھنے کا ارادہ کر لیا تھا جو غزنوی، غوری، پٹھان، مغل تمام ہی خاندانوں کے حالات پر محیط ہو۔ یہ تاریخ امیر سبکتگین ۳۶۷ھ م ۹۷۷ء سے لے کر ۱۰۰۱ھ م ۱۵۹۲ء یعنی اکبر کے سنتیسویں جلوس تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کے ماخذوں کی فاضل مورخ نے باقاعدہ فہرست دے دی ہے مثلاً تاریخ یمینی زین الاخبار، روضۃ الصفا، تاج المآثر، طبقات ناصری، خزائن الفتوح تغلق نامہ، تاریخ فیروز شاہی، فتوحات فیروز شاہی، تاریخ مبارک شاہی فتوح السلاطین، تاریخ محمود شاہی، خرد مندی، طبقات محمود شاہی گجراتی، مآثر محمود شاہی گجراتی، تاریخ محمدی، تاریخ بہادر شاہی تاریخ بہمنی، تاریخ ناصری مظفر شاہی، تاریخ مرزا حیدر، تاریخ کاشمیری

یہ نسخہ دور شاہجہانی کے اوائل کا لکھا ہوا ہے۔ کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا ہے لیکن ترقیمہ میں سن کتابت ۱۰۴۹ھ م ۱۶۳۹ء درج ہے۔ ہمارے علم میں ہندوستان میں اس سے قدیم دوسرا نسخہ نہیں آیا۔ برٹش میوزیم کا بھی ایک نسخہ ۱۰۴۹ھ ہی کا نوشتہ ہے جو ہمارے نسخہ سے تقریباً ۸ ماہ بعد کا ہے دوسرا نسخہ دور عالمگیری کا لکھا معلوم ہوتا ہے۔ اس پر سعید الدین خاں اور دوسرے تحویلداروں کی مہریں ثبت ہیں صحیح تاریخ کتابت اس نسخہ پر درج نہیں ہے[1]

(۲۲) ظفر نامہ یزدی (فارسی)

تیمور کی جتنی تاریخیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں ظفر نامہ شامی اور ظفر نامہ یزدی زیادہ اہم ہیں ظفر نامہ شامی دو حیثیتوں سے اہم ہے ایک تو یہ کہ تیمور کی زندگی ہی میں اس کے حکم سے لکھا گیا ہے اس لیے سب سے زیادہ مستند ہے دوسرے اس کی زبان بڑی سلیس ہے۔ اس کے بعد ظفر نامہ یزدی کا درجہ ہے یہ ظفر نامہ تیمور کے پوتے سلطان ابراہیم نے لکھوایا تھا۔ اس کی تحریر ادیبانہ ہے

اس کی تصنیف میں مولانا یزدی نے اس دور کے تمام ماخذوں سے استفادہ کیا ہے اس لیے یہ ظفر نامہ معتبر اور مستند ہے۔ اس میں تیمور کے سوانح اور اس کے حکایات اور مہمات کا ذکر ہے جس سے اس عہد کے سیاسی حالات اور مسلمانوں کے فن جنگ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

حبیب السیر کے بیان کے مطابق ظفر نامہ شیراز میں ۸۲۸ھ م ۱۴۲۴ء میں مرتب ہوا۔ اس کا تاریخی مادہ "صنف فی شیراز" ہے جس سے سن تالیف ۸۲۸ھ م ۱۴۲۴ء برآمد ہوتا ہے سلطان ابراہیم کی مدح میں ایک مثنوی بھی شامل ہے۔

پیٹیش (Petis) نے اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا ہے جو ۱۷۲۲ء میں پیرس میں طبع ہوا اسی سے ۱۷۲۳ء میں جے ڈاربی نے انگریزی میں ترجمہ کیا[2] پیش نظر نسخہ کی ہمارے ادارہ میں نقلیں ہیں ایک دور اکبری یعنی ۱۰۰۱ھ م ۱۵۹۲ء کا نسخہ ہے اس کی کتابت احمد بن شیخ مبارک [illegible]

[illegible]

کی ہے یہ نسخہ شاہی کتب خانوں کی زینت رہ چکا ہے۔ چنانچہ اس پر بہت سی مہریں اور عبارتیں تحریر
ہیں۔ جو چیں زدہ اور کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے محو ہو چکی ہیں۔ اول کے دو صفحے مجدول طلائی اور
اور لوح کتاب مطلا اور مزین ہیں لیکن اس نسخہ میں مقدمہ نہیں ہے۔

دوسرے نسخہ کی کتابت سنہ ۱۲۳۷ھ م سنہ ۱۸۲۲ء میں ہوئی ہے مگر کاتب کا نام اس میں تحریر نہیں ہے
نسخہ ابوالمظفر بہادر کے کتب خانہ کے نسخہ سے مقابلہ شدہ ہے۔ ایک اور خطی نسخہ کالج ہے جس میں نہ مقدمہ ہے۔ نہ
ہی سن کتابت درج ہے۔ البتہ اس پر ایک مہر علی احمد از قلب احمد علی ثبت ہے[1]۔ لیکن طرز کتابت
سے متذکرہ نسخہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔

(۲۳) عالم آرائے عباسی (فارسی)

مصنفہ اسکندر بیگ ہے۔ اس کے مقدمہ میں شجرۂ خاندان عباسیہ شیخ صفی الدین
اور اس کے جانشین کے حالات ہیں۔ شاہ اسمٰعیل اور شاہ طہماسپ کی مختصر تاریخ ہے۔ صحیفۂ اول
میں شاہ عباس کی پیدائش، شاہ طہماسپ کی موت، اور اسمٰعیل مرزا و سلطان محمد شاہ
عباس کے سریر آرائے سلطنت ہونے تک کے حالات ہیں۔

صحیفۂ دوم میں شاہ عباس کی تخت نشینی اور اس کے ابتدائی تیس سالہ دور حکومت سنہ ۱۰۲۵ھ
م سنہ ۱۶۱۶ء کے حالات و واقعات ہیں۔ مقصد ثانی میں ۱۰۲۶ھ م سنہ ۱۶۱۶-۱۷ء سے شاہ عباس کی موت
سنہ ۱۰۳۸ھ م سنہ ۱۶۲۹ء تک کے حالات ہیں۔

نسخہ ہذا مطلا مذہب اور دیدہ زیب ہے۔ لوح کتاب بھی مزین، مینا کاری اور مطلا
ہے۔ سنہ جلوس کا مکتوبہ ہے۔ اس نسخہ میں صرف صحیفۂ دوم ہے۔ صحیفۂ اول اور مقصد ثانی نہیں ہے

---

[1] علی احمد از قلب احمد علی سنہ ۱۲۹۶ھ۔ صاحبزادہ علی احمد خاں مرحوم بن احمد علی خاں رونق بن نواب امیر الدولہ بہادر جنت مکانی بانی ریاست ٹونک کا سجع ہے۔ علی احمد خاں مرحوم ٹونک کے شاہی خاندان کے چشم و چراغ اور ذی علم ذی فہم صاحب نواز اور علم دوست تھے۔

کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی ہے۔ اول صفحہ پر نواب وزیر الدولہ بہادر خلد مکانی اور نواب امین الدولہ محمد علی خاں بہادر جنت مکانی والیان ریاست ٹونک کی مہریں ثبت ہیں۔

برٹش میوزیم کا نسخہ اس نسخے سے زیادہ مکمل اور قدیم ہے۔ اس کا آخری حصہ ۱۰۶۶ھ م ۱۶۵۶ء کا نوشتہ ہے۔[1]

(۲۴) عالمگیر نامہ (فارسی)

مصنفہ منشی محمد کاظم بن محمد امین :- اس میں اورنگ زیب عالمگیر کے دس سالہ عہد حکومت کے سرکاری واقعات ہیں۔ عالمگیر کو محمد کاظم کا طرز تحریر بہت پسند تھا اس لئے محمد کاظم سے یہ تاریخ مرتب کرائی تھی۔ یہ حالات اورنگ زیب کی اورنگ آباد سے روانگی ۱۰۶۷ھ سے ذکر ۱۰۷۷ھ (؟) کے واقعات پر مشتمل ہے۔

عالمگیر نامہ چھپ چکا ہے۔ ہمارے ادارہ کا نسخہ ۹ ویں سنہ جلوس عالمگیری کا نوشتہ ہے۔ کاتب کا نام تحریر نہیں ہے۔

(۲۵) نزہۃ الناظرین معروف بہ سیر الانبیاء (فارسی)

مولفہ محمد اسلم بن محمد حافظ عصمت اللہ قادری ۱۱۸۴ھ م ۱۷۷۰ء شاہ عالم کے عہد میں لکھی گئی جس کا ذکر مقدمہ میں ہے۔ مصنف کا اصلی وطن لکھنؤ ہے ۱۱۷۰ھ میں تصنیف کی ابتدا کی اور ۱۱۸۴ھ میں مکمل کر کے حکمران وقت شجاع الدولہ کے نام سے معنون کیا۔

یہ مختلف تاریخوں کی مستند اور اہم تلخیص ہے۔ جو عمومی تاریخ اسلام اور تاریخ ہند پر مشتمل ہے مقدمہ میں ابتدائے آفرینش کا حال ہے۔ مقالہ اول میں انبیاء کرام، حیات نبوی، آپ کے

---

[1] ریو ج ۱ ص ۲۶۶، ۱۰۹، ۱۸۱ ؛ ... ص ۱۳۳ ، وی آنا ج ۲ ص ۱۲۴ ——— ۱۰۸۱ ؛ اسٹوری کیٹیلاگ ص ۱۴

غزوات، خلفاء راشدین، ائمۂ عظام، اور فقہاء اربعہ کا حال ہے۔ دوسرے مقالہ میں ہندوستان کے راجگان اور شاہان دہلی میں ابراہیم لودھی کا حال ہے۔ تیسرا مقالہ امیر تیمور یہ سے لے کر شاہ عالم تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔

خاتمہ میں ہندوستان کے جغرافیائی حالات، مصنف کے ہم عصر علما اور مشائخ، اور ہندوستان کے مشہور شہروں اور عجائبات کا تذکرہ ہے پیش نظر نسخہ مصنف کے قریبی عہد یعنی ۱۱۶۹ھ کا نوشتہ ہے اس کے اول صفحہ پر ایک مہر ثبت ہے۔ اور ایک جگہ چپٹ لگی ہوئی ہے جس پر تاریخ کتابت درج ہے۔ ممکن ہے کہ تاریخ کتابت غلط ہو۔ پھر بھی یہ نسخہ نہایت اہم ہے۔

اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں بھی ہے۔ جو نامکمل ہے۔ اس میں اورنگ زیب کے تخت نشین ہونے کے بعد کے واقعات غائب ہیں۔ نسخہ ہذا کی جلد اول میں متن کے ساتھ ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ بھی ہے[1]

---

[1] ریو جلد اول ص ۱۳۱

شاہجہاں نامہ

شاہجہاں کے درباری شاعر ابو طالب کلیم ہمدانی کا منظوم نایاب مخطوطہ ہے جو اس کے حسلیہ اوصاف، انساب جہانگیری عہد میں شاہجہاں کے کارناموں، محاربوں اور فتوحات سے شروع ہوتا ہے، کابل، قندھار، اور دیگر مقامات دکن و گجرات کی مہمات اور بنگال اور کانگڑہ کی فتوحات بھی بدرجہ احسن بیان کی گئی ہیں۔

یہ نسخہ دو حصص پر مشتمل ہے جو ایک ہی جلد میں مجلد ہیں۔ پہلا حصہ ۵۷ اوراق میں ہے جو جہانگیر کے عہد کے ان واقعات و حالات پر بحث کرتا ہے جن سے شہزادہ خرم بالواسطہ یا بلا واسطہ وابستہ ہے۔ دوسرا حصہ ورق ۵۸ سے شروع ہو کر ایک سو ورق ۱۶۰ پر ختم ہو جاتا ہے۔ آخر میں شاہجہاں کے دوسرے لڑکے شہزادہ شجاع کے جنگی کارناموں سے بحث کی گئی ہے جو دوسرے حصہ کا نا تمام حصہ ہے۔

ترقیمہ کے نوشتہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ ۱۰۴۲ھ م ۱۶۳۲ء یا ۱۱۴۲ھ م ۱۷۲۹ء، میں کتابت کیا گیا تھا اس لئے کہ سنہ کا عددی مرقوم نہیں ہے صرف ۴۲ سنہ لکھا گیا ہے یہ سنہ اورنگزیب عالمگیر کا سنہ جلوس بھی ہو سکتا ہے۔ اگر آخر الذکر سنہ مانا جائے تو غلط ہے کہ یہ کلیم

ہمدانی کی زندگی کا مکتوبہ نسخہ ہو۔ کاغذ کی ساخت قلم کی روش، خطاطی کے آثار اور اسلوب تحریر سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ گیارھویں صدی کے ابتدائی نصف میں لکھا گیا ہو۔

اس کے نسخے بہت کمیاب ہیں ابھی تک اس پر کام نہیں ہوا ہے۔ یہ ابھی تک شائع بھی نہیں ہوا ہے۔ برٹش میوزیم انڈیا آفس لائبریری میں اس کے نسخے ملتے ہیں۔

منطوقۂ شاہجہانی

اس کو شاہجہاں کے سنہ جلوس اول یعنی ۱۰۳۷ھ م ۱۶۲۷ء میں بھگوان داس نے ترتیب دیا تھا۔ عبدالرحیم لاہوری نے ۱۶ ارفروری ۱۸۵۳ء میں اس کی کتابت کی ہے۔

مغلیہ دور کی یہ ایک تاریخ ہے جو شاہجہاں کے اجداد کے انساب ان کے حالات اور خلیفہ دشاہوں کے واقعات پر مشتمل ہے جو شاہجہاں کے انساب اور حالات پر مکمل طور سے بحث کرتا ہے اس میں ۴۵ منطوقات ہیں۔ پہلا منطوقہ شاہجہاں سے شروع ہوتا ہے جو شاہجہاں کی تعریف و توصیف سے مملو ہے۔ اس مخطوطے میں چنگیز خاں سے امیر تیمور گورگان تک کے انساب ہیں۔

ان منطوقات سے پہلے ایک تمہید شامل ہے جو بڑے ہی رنگین اسلوب میں شاہجہاں کی تعریف و توصیف پر محتوی ہے۔ نسخے کی کتابت بھی جلی نستعلیق میں بہت ہی دلکش انداز میں کی گئی ہے اس کا ایک نسخہ سالار جنگ میوزیم میں بھی محفوظ ہے اس کے علاوہ اور نسخہ کا سراغ نہیں ملا[1]

اولادنامہ چنگیز خاں

یہ نسخہ ہمیں ادارے کے کلکشن سے دستیاب ہوا ہے جو ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ سے منقول شدہ ہے۔ جیسا کہ آخر کے نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔

یہ ضخیم انساب پر مشتمل تذکرہ ہے جو چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کے جنگی معاملوں، ان کے انساب

---

[1] محمد اشرف کیٹلاگ سالار جنگ میوزیم حیدرآباد۔ جلد ۷ ص ۳۱۸

خاندانی حالات اور اولاد پر مشتمل ہے۔ اس نسخہ کے بارے میں ابھی مزید معلومات نہیں ہو سکی۔ آیا یہ شائع ہوا ہے یا نہیں نیز اس کے مزید مخطوطات کہاں کہاں موجود ہیں

برٹش میوزیم لندن میں "طبقہ اولادِ چنگیز خاں" کا ایک مخطوطہ نامکمل حالت میں دیکھا گیا ہے جس کے بارے میں ریو نے لکھا ہے کہ یہ ہلاکو خان اور اس کے اخلاف سے بحث کرتا ہے۔ اور خاص طور سے ایلخانی خاندان کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے سلطان احمد بن اویس کے انتقال ۸۱۳ھ م ۱۴۱۰ء پر ختم ہو جاتا ہے[1]۔ بہت ممکن ہے کہ یہ اولاد چنگیز خاں ہی کا حصہ ہو۔ ہمارے نسخہ میں ایک طبقہ مزدر اس طبقہ کے مواد سے ملتا ہے۔ نسخہ بہر حال اہم اور نادر ہے اس کے کل ۲۹۸ اوراق ہیں۔ اور آخر سے قدرے نامکمل ہے

ہمایوں نامہ

غیاث الدین بن ہمام الدین مشہور بہ خواند امیر متوفی بعد از ۹۴۱ھ م ۱۵۳۴ء کا مصنفہ ہے۔ اس کے کاتب محمد حسین ہیں۔ ۱۳۰۲ھ م ۱۸۸۵ء کا مکتوبہ ہے۔ یہ ہمایوں کے عہد کے روزانہ کے حالات اس کے قوانین و ضوابط، خاص خاص ایجادات، ثقافتی اقدار و آثار پر مشتمل ہے۔ عہد ہمایونی کی عمارات کا بھی خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

مورخ مذکور کی یہ سب سے آخری تصنیف ہے جو اس نے اپنے انتقال سے ذرا قبل ترتیب دی تھی[2]۔ یہ نسخہ بھی ہمیں اودے پور کلکشن سے دستیاب ہوا ہے۔

تذکرۃ الواقعات

یہ تذکرہ بھی ہمایوں کے عہد سے متعلق ہے جس میں اس دور کے چشم دید واقعات و حالات سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے مصنف جوہر آفتابچی ہمایوں بادشاہ کے خاص خدمتگاروں میں سے تھے۔

---

[1] ریو۔ جلد دوم ص ۸۰۴ [2] اسٹوری ص ۵۳۶

اور اپنے آقا کے ہمیشہ ساتھ رہے۔ الٰہ داد فیضی سرہندی نے بعد میں جوہر کے ایما پر اس کو اچھے اسلوب میں ازسرنو ترتیب دیا تاکہ اکبر اعظم کو پیش کیا جا سکے۔[1]

تاریخ مظفری

سلاطین تیموریہ پر ایک مبسوط اور مربوط تاریخ ہے جس کو محمد علی خاں انصاری نے سنہ ۱۳۰۲ھ م ۱۸۸۵ء میں مولوی مسیح الدین بہادر کے نسخہ سے نقل کیا۔

یہ تاریخ ابتداءً سنہ ۱۲۰۲ھ م ۱۷۸۸ء میں ترتیب دی گئی لیکن محمد شاہ بادشاہ کے عہد کے اور اس کے ماقبل ۱۲۲۵ھ م ۱۸۱۰ء تک کے حالات و واقعات کا بعد میں اضافہ کر لیا گیا۔ جو بنگال اور بہار کے نائب ناظم سید محمد رضا خاں مظفر جنگ متوفی سنہ ۱۲۰۶ھ م ۱۷۹۱ء کے نام معنون کی گئی۔

ریو نے برٹش میوزیم کے کیٹلاگ میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محمد شاہ کے پہلے کے سلاطین پر تو یہ تاریخ مختصر حالات پر مبنی ہے لیکن محمد شاہ اور اس کے بعد کے ادوار پر بہت ہی قیمتی اور اہم ہے۔ اس لئے کہ واقعات سال بہ سال اور عہد بہ عہد بیان کئے ہیں۔

ایچ۔ جی کین نے اپنی تاریخ (Fall of Mugul Empire) میں اسی سے مواد لیا ہے۔ اس کے ۲۰۶ سے ۲۳۲ اوراق کا ترجمہ دین محمد نے کیا تھا جو برٹش میوزیم میں اصل مسودے کی شکل میں محفوظ ہے۔[2]

ذکر ملوک (تاریخ حقی)

مدارج النبوۃ کے مشہور و معروف مصنف اور ہندوستان کے شہرہ آفاق محدث و عالم شاہ عبدالحق دہلوی متوفی سنہ ۱۰۵۲ھ م ۱۶۴۲ء نے سنہ ۱۰۰۵ھ م ۱۵۹۶ء میں ترتیب دی۔

---

[1] اسٹوری ص ۵۳۶-۵۳۷۔ [2] ریو ج ۱، ص ۲۸۲۔ و اسٹوری ص ۵۲۲۔ ۵۲۳

معزالدین بن سام کے عہد سے شروع ہوکر اکبر اعظم پر ختم ہوتی ہے۔ اور مشہور تواریخ طبقات ناصری اور تاریخ فیروز شاہی کے طرز پر ہے اور واقعات و حالات انھیں سے ماخوذ ہیں بہلول لودھی سے عہد اکبری تک کے حالات خود کے مشاہدات و واردات اور روایات پر مبنی ہیں۔

اس تاریخ میں صوبوں کے حالات بھی مختصراً بیان کئے گئے ہیں اب تک مکمل طور پر اس کو ترتیب نہیں دیا گیا۔ ایلیٹ اور ڈاؤسن نے جلد ششم میں اس کے کچھ حصص سے اخذ کرکے انگریزی میں ۱۰۵ سے ۱۸۱ صفحہ تک۔ ایک خلاصہ سا فاک دیا ہے[1]۔

اس ادارہ میں جو خطی نسخہ محفوظ ہے اس کے ۲۲۶ صفحات ہیں۔ ۱۶ × ۲۱ سینٹی میٹر میں ۱۳ از سطر میں ہے۔ قدرے کرم خوردہ ہے۔

مرأت واردات

خاندان تیموریہ کی تاریخ ہے جو شہنشاہ بابر سے شروع ہوکر محمد شاہی ۱۶ سنہ جلوس مطابق ۱۱۴۶ھ مطابق ۱۷۳۳ء تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ محمد شفیع وارد بن سید شریف نے ۱۱۲۶ھ م ۱۷۱۳ء میں اس کی تکمیل کی۔ محمد شفیع۔ شاہ عالم، محمد اعظم شہزادوں کی خدمت کر چکے ہیں۔ انھوں نے ایک دیوان اور چار کتابیں ساقی نامہ گلستان نیرنگ مرأت فرحی اور چمن دیدار بھی تصنیف کی ہیں[2]۔

یہ تاریخ بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہجہاں، اورنگ زیب، شاہ عالم، بہادر شاہ، جہاندار شاہ، فرخ سیر، اور روشن اختر محمد شاہ کے عہدوں کو محیط ہے۔ اس کے علاوہ مبارز الملک سربلند خاں اور مہاراجہ ابھے سنگھ بن اجیت سنگھ کی جنگ کے واردات پر بھی الگ سے بحث کرتی ہے۔

یہ تین طبقات پر مشتمل ہے

پہلا طبقہ :- جغرافیائی اور تاریخی حالات پر محتوی ہے

---

[1] استوری۔ ص ۵۳۷
[2] استوری۔ ص ۶۱۰

دوسرا طبقہ:۔ تاریخ ہند کے احوال بیان کرتا ہے۔

تیسرا طبقہ:۔ شعراء، ادباء اور دیگر ہندوستانی مصنفین کے تذکرے پر مشتمل ہے۔[1]

اس کے نسخے انڈیا آفس لائبریری لندن، برٹش میوزیم لندن، بانکی پور پٹنہ اور علی گڑھ میں پائے جاتے ہیں ان نسخوں کے علاوہ ہمارے ادارہ میں بھی اس کا اچھا نسخہ ہے جس کی کتابت غالباً تیرھویں صدی ہجری مطابق انیسویں صدی عیسوی میں ہوئی ہے

خلاصۃ التواریخ

یہ ایک اہم اور نادر نسخہ ہے جس کا سراغ اب تک نہیں مل سکا ہے مخطوطہ کا نام نہیں دیا گیا ہے اس کے مواد اور متن کے اعتبار سے کسی نے خلاصۃ التواریخ لکھ دیا ہے۔ محمد فضل امام بن ارشد خیرآبادی اس کے مصنف ہیں جو ہندوستان کے مشہور و معروف خیرآبادی خاندانے کے چشم و چراغ علامہ فضل حق خیرآبادی کے والد ہیں مخطوطہ کے مطالعہ سے یہ نسخہ مصنف کا اصل نسخہ معلوم ہوتا ہے۔

مقدمہ میں مصنف نے لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کو چند معتبر تواریخ تاریخ فرشتہ، شمشیر خانی منتخب التواریخ سے اخذ کر کے ۱۲۲۴ھ م ۱۸۰۹ء میں ترتیب دیا ہے۔ جس میں سات گفتار اور ایک خاتمہ بطور ابواب قائم کئے ہیں۔

گفتار اول:۔ در ذکر آدمؑ و دیگر انبیاء مرسلین و اصحاب رسول اللہ و آل پاک ازواج مطہرات

گفتار دوم:۔ در ذکر صوفیاء کرام و اولیاء عظام

گفتار سوم:۔ در ذکر ملوک ایران، سلاطین کیانی، خلفاء عباسیہ، سلاطین چنگیزی و ذکر سلاطین تموریہ تا محمد اکبر بادشاہ غازی

گفتار چہارم:۔ در ذکر راجگان ہندوستان بالخصوص دہلی و اجمیر وغیرہ

[1] اسٹوری - ص ۷۱۱ - ریوج ۱ - ص - ۲۷۵

گفتار پنجم :۔ در ذکر حکام غزنویہ لاہور

گفتار ششم :۔ در ذکر سلاطین سلجوقیہ و صفویہ و گجراتیہ و مصریہ وغیرہ

گفتار ہفتم :۔ در ذکر مشاہیر حکماء و اطباء و خوشنویساں

خاتمہ :۔ در بیان ہفت اقلیم و عجائب و غرائب بلدان وغیرہ ۔

اس تاریخ کا ذکر کسی دوسرے کیٹیلاگ میں نہیں ملتا ہے ۔ اسٹوری اور نزہۃ الخواطر میں بھی اس کا ذکر نہیں دیا گیا ۔ بقول امام صاحب کا قیام لاہور میں رہا ہے اور شاید وہیں اس کو تصنیف کیا ہے تو مصنف کا نسخہ ہونے کے سبب یہ دوسروں تک نہیں پہنچ سکا ۔ حالانکہ مصنف نے مقدمہ میں اس کا اظہار کیا ہے کہ اس کی تصنیف کے فوراً بعد ہی اس کتاب کی نقلیں شروع ہو گئی تھیں لیکن نسخہ ہذا (جو الور کے کلکشن سے ہمارے ادارہ میں آیا ہے) کے مطالعہ، حواشی، تصحیحات اور عنوانات سے مترشح ہوتا ہے گویا یہ نسخہ اصل مسودہ ہو اس لئے کہ بعض مقامات عنوانات اور بعض صفحے متن کے لئے چھوڑ رکھے ہیں کہیں عنوانات، دائرے اور مواد متن کے لئے جگہیں چھوڑ رکھی ہیں ۔ بہرحال نسخہ نادر و نایاب ہے اور غیر مطبوعہ جس کی بعد از تلاش و تفحص ترتیب و تدوین کی ضرورت ہے ۔

خلاصۃ التواریخ   از : نامعلوم الاسم

یہ مخطوطہ نادر الوجود اور عزیز الدہر ہے اب تک تلاش بسیار کے باوجود اس کا سراغ بھی نہیں مل سکا ہے اس کے عنوانات اور ابتدائیہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی مصنف کا اصل نسخہ ہے ۔ اور پوری دنیا کی تاریخ بالخصوص ہندوستان کی تاریخ سے بحث کرتا ہے اس کے مواد سے کسی شخص نے اس کا نام خلاصۃ التواریخ لکھ دیا ہے مصنف نے کہیں کسی جگہ اس کا نام ظاہر نہیں کیا صرف ابتداء میں مصنف نے لکھا ہے کہ میں نے مندرجہ ذیل تواریخ سے اس کو ترتیب دیا ہے ۔

حسن بن محمد علی شیرازی کی منتخب التواریخ یحییٰ عبد اللطیف الحسینی الشافعی القزوینی

کی لب التواریخ، روضۃ الصفا، تاریخ جہاں کشائے جوینی، تاریخ رشیدی، احمد غفاری کی تاریخ جہاں آرا، طبقات ناصری اور اکبر نامہ ـــ ان متذکرہ تواریخ میں شاید اکبر نامہ سب سے بعد کی تصنیف ہے۔ جو سنہ ۱۰۰۴ھ م ۱۵۹۵ء میں لکھا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ خلاصۃ التواریخ کا عہد تصنیف یقیناً سنہ ۱۰۰۴ھ م ۱۵۹۵ء کے بعد کا ہے

یہ تاریخ آخر سے ایک دم شاہ عباس صفوی اول 1587/996 تا ۱۰۳۸/۱۶۲۸ ۔ان واقعات پر ختم ہو جاتی ہے۔ جو سنہ ۹۹۸ھ م ۱۵۸۹ء میں گزرے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ سِن مذکورہ سے پہلے نہیں لکھی گئی ہو گی۔ بلکہ اس کے بعد کی تصنیف ضرور ہو سکتی ہے کیونکہ خاندان صفوی کو باب ہفتم میں لیا گیا ہے جو سب سے آخر باب ہے۔ اس سے پہلے کا باب ششم جو خاندان مغلیہ سے متعلق ہے۔ یہ باب جہانگیر (۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۴ء) کے سنہ ۱۰۲۰ھ م ۱۶۱۱ء تک کے حالات پر ختم ہوتا ہے۔ جو دکن سے متعلق شاہِ عباس صفوی اول شہنشاہ ایران کے پاس بھیجے گئے سفیر شاہ قلی ایلچی کی مراجعت پر ختم ہوتا ہے۔

یہ کتاب کا آخری حصہ ہے لیکن آخر باب کے پہلے باب کا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب سن مذکورہ میں ترتیب دی گئی ہے۔ اور آخری باب کے سنہ ۹۹۸ھ م ۱۵۸۹ء سے سنہ ۱۰۲۰ھ م ۱۶۱۱ء تک کے حالات یا تو غائب ہیں۔ یا مصنف ان کو پورا نہیں کر سکا۔

نسخہ ہٰذا کے سات ابواب ہیں جو فصول پر منقسم ہیں اور فصول طبقات پر اور طبقات کہیں کہیں طائفوں پر مشتمل ہیں۔ پہلا باب انبیاء کرام کے بیان میں ہے۔ دوسرا بعثت کے پہلے کے سلاطین سے متعلق ہے۔ اس کی دو فصول ہیں پہلی فصل میں چار طبقات ہیں۔ جو ایران کے امراء اور ملوک کے احوال پر محتوی ہے۔ فصل دوم مغل طائفہ سے بحث کرتی ہے۔ تیسرے باب میں تین فصلیں ہیں جو حضور سرور کائنات فخر موجودات سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ائمہ عظام کے حالات و واقعات پر مشتمل ہیں۔

چوتھے باب میں دو فصول ہیں جو بنو امیہ اور بنو عباسیہ سے بحث کرتی ہیں باب پنجم میں دس
فصلیں ہیں پہلی فصل صفاریہ دوسری فصل سامانیہ تیسری فصل غزنویہ چوتھی فصل غوریہ پانچویں فصل گیلانیہ
اور ماژندران چھٹی فصل سلجوقیہ ساتویں فصل خوارزم شاہی آٹھویں فصل اتابکان آذربائیجان اور نویں،
فصل سادات اسماعیلیہ وغیرہ خاندانوں کے حالات پر مشتمل ہے (دسویں فصل مقدمہ میں دے رکھی ہے لیکن کتاب
میں دسویں فصل کا ذکر نہیں ملتا)

باب ششم مغلیہ خاندان سے بحث کرتا ہے اس میں چار فصول ہیں جو متعدد فرقوں میں منقسم
ہیں جن میں چنگیز خاں اور امیر تیمور سے سلاطین مغلیہ ہند تک بحث کی گئی ہے۔ ساتواں باب تاریخ ایران
کو محیط ہے۔ اس باب میں بارہ طائفے اور ایک خاتمہ ہے جس میں شیخ صفوی اور شاہ عباس اول کی تخت نشینی
تک کے حالات، واقعات اور فتوحات کا ذکر ملتا ہے یہ باب ایک دم ۹۹۸ھ م ۱۵۸۹ء سے متعلق حالات
بیان کرتے کرتے ختم ہو جاتا ہے۔

تذکرہ باب سے پہلے چھٹا باب ۷۷ اوراق پر مشتمل ہے جو سلاطین چغتائیہ کے بارے میں
ہے۔ اس میں بابر سے جہانگیر کے سن جلوس ۶ھ مطابق ۱۰۲۰ھ م ۱۶۱۱ء تک کے حالات ملتے
ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آخر کا حصہ نامکمل ہے اس لئے اس ساتویں باب میں ۹۹۸ھ م ۱۵۸۹ء تک
کے حالات ملتے ہیں جب کہ اس سے پہلے والے باب ششم (جس میں عہد مغلیہ کا ذکر ہے) میں ۱۰۲۰ھ
م ۱۶۱۱ء تک کے واقعات کا تسلسل ملتا ہے یعنی تیرہ سال کے واقعات آخر حصہ میں یا تو غائب ہیں
یا مصنف اس حصہ کو پورا نہیں کر سکا۔

خلاصۃ التواریخ کا یہ نادر الوجود نسخہ یا تو مصنف کا اصل مسودہ ہے اور اگر
بفرض محال یہ اصل نسخہ نہیں بھی ہے۔ تو بھی یہ ایک ایسا وحید العصر اور عزیز الدہر مخطوطہ ہے جس کا اب تک کوئی سراغ
نہیں مل سکا ہے۔ جہاں تک مشہور و معروف فہارس اور ببلیوگرافیز کا مطالعہ کیا گیا ہے

قارئین کرام اور محققین سے گزارش ہے کہ اگر اس کا دوسرا نسخہ ان کی نظر گردگیر اور نگاہ نکتہ شناس سے گزرے تو وہ مرتب کو ضرور مطلع کریں تاکہ اس کی روشنی میں اس تنقیدی جائزے کو بدل سکوں اور خود بھی اس سے بہرہ ور ہو سکوں ۔

احوال سلاطین متاخرین

اس کے مصنف کا پتہ نہیں چل سکا ۔ بہرحال مصنف کوئی درباری یا دربار سے وابستہ کوئی رکن رہا ہے جس کو شاہ عالم کے دور کا ہونا چاہیئے اس لئے کہ یہ تاریخ اورنگ زیب عالمگیر کی موت کے ذکر سے شروع ہو کر شاہ عالم کے ۴۵ سنہ جلوس پر ختم ہوتی ہے اس کی دوسری نقل کا کسی بھی ذخیرے میں ذکر نہیں ملتا ۔ اسٹوری نے بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ۔

ابتدائی حصہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں کہیں کہیں غلط واقعات بھی مندرج ہیں جیسے اورنگ زیب کے انتقال کے بارہ میں مصنف نے زیب النساء کو روتا پیٹتا بتایا ہے جبکہ شہزادی زیب النساء اپنے باپ سے پانچ سال قبل مر چکی تھی ۔ ہو سکتا ہے کہ مصنف نے سہواً زیب النساء کا نام غلط لکھ دیا ہو اورنگ زیب کی اور بیٹیوں میں سے وہ زبدۃ النساء یا بدر النساء کے بجائے زیب النساء کا نام لکھ گیا ہو ۔

اس مخطوطہ میں ۱۹ ۔ ابواب ہیں پہلے باب میں محمد اعظم کو تخت شاہی پر جلوس کے لئے کابل سے اسد خاں کے ذریعہ بلائے جانے کا حال ہے پھر بھائیوں کی خانہ جنگی کا حال دیا ہے اسی طرح مغلیہ سلاطین کے احوال بیان کئے ہیں پھر سید برادران کا تسلط ، معز الدین اور تان سین کے خاندان کی لڑکی لعل کنور کی معاشقہ کا ذکر ، فرخ سیر ، رفیع الدرجات ، رفیع الدولہ محمد شاہ ، نظام الملک کے سیاسی عروج ، نادر شاہ ، احمد شاہ اور شاہ عالم کے بارے میں بہت کچھ تذکرہ ملتا ہے

اوراق ۱۵۰ ، سائز ۲۲ × ۱۳ سینٹی میٹر ، سطر ۱۵ ، خط نستعلیق مکمل ، قدیمے دیمک خوردہ سنہ ۱۲۶۲ ھ م ۱۸۴۵ء کا مکتوبہ ہے ۔

ظفر نامہ کابل

کسی نامعلوم الاسم مصنف کا منظوم کیا ہوا ایک اہم اور نادر نسخہ ہے جو انگریزوں اور افغانوں کے محاربات پر مشتمل ہے۔ افغانوں اور انگریزوں کے سیاسی تعلقات اور غزنی، قندھار اور کابل کی تاریخی حالات اور محاصروں کا بھی تفصیلی ذکر ہے اسی کے ساتھ ساتھ کابل کے دشوار گزار گھاٹیوں افغانی جنگی معاہدوں اور گوریلا طرز جنگ پر بھی تبصرہ ملتا ہے۔

یہ دو دفاتر پر مشتمل ہے اور رنجیت سنگھ والی ریاست الور کو پیش کی گئی ہے جیسا کہ مخطوطہ کے مقدمے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ مصنف نے سال تصنیف ۱۲۶۰ھ م ۱۸۴۴ء دیا ہے لیکن اپنا نام نہیں دیا۔ اس کی تاریخ کتابت ۱۲۶۵ھ م ۱۸۴۸ء درج ہے۔ سال تصنیف اور سال کتابت میں پانچ سال کا فرق ہے۔ یہ نسخہ مہاراجہ کے مشہور و معروف گورنمنٹ میوزیم کلکشن کے ساتھ اس ادارے میں منتقل ہوا ہے۔

اوراق: ۲۲، سائز ۲۹×۱۶ سینٹی میٹر، سطر ۱۹، خط نستعلیق، مکمل نسخہ ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ ابھی تک اس کے دوسرے نسخے کا سراغ کسی اور کلکشن میں نہیں ملا ہے۔

مجمع الانساب

مصنف محمد بن علی بن محمد، مکتوبہ بیسویں صدی عیسوی۔ ایران کی مکمل تاریخ ہے جو ۷۳۲ھ م ۱۳۳۱ء میں ترتیب دی گئی اور سلطان ابوسعید کے وزیر غیاث الدین محمد کے نام معنون کی گئی تھی، لیکن اسی زمانے میں وزیر کا گھر برباد ہو گیا اور یہ تاریخ کھو گئی مصنف نے اس کو دوبارہ ۷۴۳ھ م ۱۳۴۳ء میں لکھا۔

مجمع الانساب کئی قسموں، طبقوں، گروہوں اور طائفوں میں منقسم ہے جس کی تقسیم بہت گنجلک اور پیچیدہ ہو گئی ہے۔ اس کے چند اور نسخے انڈیا آفس لندن، برٹش میوزیم

لندن، لیبن گریڈ کلکتہ میں محفوظ ہیں ۔ یہ اب تک شائع نہیں ہوئی ہے[1] ۔

تاریخ الحکماء

یہ مخطوطہ گیارھویں صدی ہجری مطابق سترھویں صدی عیسوی کی تصنیف ہے ۔ اس کی کتابت اور کاغذ کی ساخت بتارہی ہے کہ یہ گیارھویں صدی ہجری کے اواخر میں تصنیف ہوئی ہوگی ۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہوسکا ۔ یہ کتاب یونان اور دنیائے اسلام کے مشہور اور نامی گرامی حکماء اور دانشوروں کے حالات اور ان کے کارناموں کے بیان پر مشتمل ہے ۔

اس کی تیاری میر محمد صلابۃ الملک کے ذریعہ ہوئی جس کا اختتام شیخ بزرگوار کے بیان پر ہوتا ہے ۔ برٹش میوزیم کے کیٹیلاگ میں بیان کردہ **نوادر تاریخ الحکماء** سے یہ بالکل مختلف ہے ۔ جو علاءالدین منصور کے بیان پر ختم ہوتی ہے جو نویں صدی ہجری مطابق پندرھویں صدی عیسوی میں گزرے ہیں ۔

صفحات :۔	۱۵۴	خط :۔	نستعلیق
سائز :۔	۲۲×۱۳ سینٹی میٹر	مکمل نامکمل :۔	کمل
سطور :۔	۱۴	کیفیت مخطوطہ :۔	بسیار کرم خوردہ ومرمت شدہ

نوادر تاریخ الحکماء

یونان کے حکیموں، فلاسفروں اور عہد اسلام سے پہلے کے حکماء کی مختصر تاریخ ہے ۔ اکبر کے دور حکومت ۱۰۱۱ھ م ۱۶۰۲ء میں شہزادہ سلیم شاہ (جہانگیر) کی خواہش پر لکھی گئی ۔ محمد شہرزوری کی تصنیف **ترجمہ نوادر تاریخ حکماء** جو قدیم حکیموں اور دانشوروں کے حالات پر مشتمل ہے سے فارسی زبان میں مقصود علی تبریزی نے اس کو ترجمہ کیا ۔ بعد ازاں سید صدرالدین بن میر محمد صادق بن میر محمد امین نے اس کو ملخص کیا اور دیورام بن دیارام نے اس کی کتابت کی ۔

---

[1] سی ۔ اے اسٹوری ص ۸۵ ۔ ریو ص ۸۲

صفحات :-	۷۵	خط :-	نستعلیق
سائز :-	۱۷×۲۴ سینٹی میٹر	مکمل نامکمل :-	مکمل
سطور :-	۱۲	کیفیت مخطوطہ :-	بہتر - کرم خوردہ

تاریخ جہاں کشائے جوینی

خواجہ علاء الدین عطا ملک نے ۶۵۸ھ م ۱۲۵۹ء میں اسے تصنیف کیا - یہ گیارھویں صدی ہجری مطابق سترھویں صدی عیسوی کی نقل کردہ ہے - منگولوں کے عہد حکومت کی تاریخ ہے - جو چنگیز خاں کے دور سے لے کر ہلاکو خاں کے اسمٰعیلیہ فرقے کے خلفاء کے تاراج تک کے واقعات پر مشتمل ہے - آخر میں غیاث الدین الغ خاں، کیقباد اور شہزادہ غازان کے حالات کا بیان ہے

زیب التواریخ

لالہ گوکل چند کی تصنیف کردہ زیب النساء بیگم کی منظوم سرگزشت حیات ہے زیب النساء بیگم جسے بیگم سمرو بھی کہا جاتا ہے ایک خوش قسمت جرمن سپاہی والٹر رین ہارڈ کی بیوہ تھی۔ جو ہندوستان میں سومبر یا سمرو کے نام سے مشہور ہے جس کا انتقال ۱۷۷۸ء میں ہوا۔

زیب النساء بیگم نے جو اپنے خاوند کی وفات کے بعد اس کی ریاست کی وارث اور اس کی رجمنٹ کی کمانڈر بنی - شاہ عالم کے عہد حکومت کے واقعات میں ایسا اہم رول ادا کیا کہ جس کی وجہ سے اس کو "فرزند عزیزہ" کا خطاب ملا۔ ۱۸۳۶ء میں اس کی وفات ہوگئی۔

مصنف نے جو کہ زیب النساء بیگم کا منشی تھا اور جس نے اس کے نام پر اس کتاب کا عنوان ترتیب دیا - پہلے اپنی اس ہیروئن (زیب النساء) پھر کرنل جارج الیگزینڈر ڈائس، (ظفریاب خاں کا لڑکا جو رین ہارڈ کی پہلی بیوی کے بطن سے تھا) اور اس کے بعد کرنل کے دونوں لڑکوں ڈیوڈ او چرلونی ڈائس اور جان تھامس ڈائس پر قصیدے لکھے ہیں - اور پھر کہتا ہے کہ زیب النساء کو حالات

زندگی جو نثر میں منشی جے سنگھ رائے نے لکھے تھے ان کے گم ہو جانے کی شکل میں ان حالات کو نظم میں لکھنے کے لئے جے سنگھ رائے نے اس سے درخواست کی۔

اس کی تاریخ تصنیف ذیل کی لائنوں سے نکلتی ہے۔

بسال ہجدہ صد عشرین و اثنان   مرتب شد کتاب۔ از فضل یزداں

گورنمنٹ آف انڈیا کی اجازت سے اس کی ترتیب و تدوین کا کام مولانا منظور احسن برکاتی صاحب نے ختم کر لیا۔ اب یہ عنقریب شائع ہونے والی ہے

تاریخ جہاں نما

حکیم الٰہی جو حکیم الہند کے نام سے مشہور ہیں، کی تصنیف کردہ جغرافیائی خصوصیات کی حامل دنیا کی تاریخ ہے جس کی ماخذ انگریزی کی جغرافیہ اور فارسی کی تاریخی کتابیں ہیں۔ یہ مصنف کے خود کے قلم سے نقل کردہ نسخہ ہے جو ایک مقدمہ، دو مقالوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ میں بارہ فصلیں ہیں جن میں صرف جغرافیائی حالات ہیں۔ پہلے مقالہ میں چار باب ہیں جن میں مشرقی براعظموں کے حالات ہیں۔ پھر یہ باب مزید فصلوں میں منقسم ہیں۔ دوسرے مقالہ میں دو باب ہیں جن میں مغربی براعظموں کا ذکر ہے جو پھر مزید فصلوں میں منقسم ہیں۔ آخر میں مصنف کی دوسری تصانیف کا ذکر ہے۔ یہ نسخہ خود مصنف کا تصحیح شدہ ہے جو سرورق پر تحریر شدہ ایک عبارت سے ظاہر ہے۔

"تاریخ جہاں نما تصنیف حکیم الہند ریاضی نظر ثانی مصنف کرد بخط مصنف شدہ"

احوالِ فرنگ

یہ نسخہ حدیقۃ الاقالیم جو کہ مرتضیٰ حسین عرف اللہ یار عثمانی بلگرامی کی تصنیف ہے کا ملخص ہے۔ حدیقۃ الاقالیم میں نئی دنیا امریکہ کے حالات کا ذکر نہیں تھا۔ اس لئے کیپٹن جان تھن اسکاٹ کی حکم پر اس کو ملخص کیا گیا۔ مقصد امریکہ کو دنیا سے روشناس کرانا تھا۔

یہ مختصر نسخہ چار حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں یوروپ دوسرے میں ایران، توران، اور ہندوستان، تیسرے میں امریکہ اور چوتھے میں جنوبی امریکہ کے حالات ہیں۔ انگریزی تاریخی کتابیں اس کا ماخذ ہیں۔ یہ نسخہ سمت ۱۸۹۵ کا نقل شدہ ہے۔

تاریخ عجائب الغرائب

دنیا کی تاریخ ہے جس میں اصطلاحات کی تعریفات، تاریخی حکایات، اہم واقعات، مشہور جگہوں کے حالات اور دنیا کے عجائبات و نوادرات کے ساتھ مغلیہ عہد حکومت کے پیمانے، اوزان، ناپ اور مغلیہ بادشاہوں، سلجوقیوں اور عباسی خلفاء کی مختصر تاریخ ہے اس کے مصنف کا پتہ نہیں چل سکا یہ کتاب غالباً ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء کی تصنیف ہے۔

مفتاح الاسرار

اوراق:- ۲۹۹ سائز:- ۱۶ × ۲۷ سینٹی میٹر

سطور:- ۲۰ مکمل نامکمل:- مکمل

کیفیت مخطوطہ:- درست حالت۔ کرم خوردہ و آب رسیدہ

تاریخ کا بڑا نادر اور بہتر مجموعہ ہے مضامین کی تفصیل ذیل کے اندراجات سے واضح ہے اس کے مصنف اور اس کتاب کے دوسرے نسخے کے سلسلہ میں اب تک مزید تفصیل معلوم نہیں ہو سکی ہے۔

یہ کتاب دس خزانوں پر ترتیب دی گئی ہے اور ہر خزانے میں متعدد گنجینے ہیں

خزانۂ اول۔ نو گنجینوں پر مرتب ہے

خزانۂ دوم۔ در تعداد انبیاء۔ چار گنجینوں پر مرتب ہے

خزانۂ سوم۔ ملوک عجم چار گنجینوں پر مشتمل ہے۔

خزانۂ چہارم۔ از آدم تا نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم چار گنجینوں پر مشتمل ہے۔

خزانۂ پنجم۔	دربیان خلفاء	دو گنجینوں پر مشتمل ہے
خزانۂ ششم۔	بعض طبقات سلاطینِ دیگر	چودہ گنجینوں پر مشتمل ہے
خزانۂ ہفتم۔	دربیان خاقان ترکستان	مشتمل بر چہار گنجینہ
خزانۂ ہشتم۔	ان والیوں کے بیان میں جو چنگیز خانیوں کے معاصر تھے۔ تا زمان تیمور	
خزانۂ نہم۔	امیر تیمور اور ان کے سلاطین کے بیان میں۔ تا شہاب الدین شاہجہاں خرم	
خزانۂ دہم۔	ترکمانان دیگر	
خزانۂ یازدہم۔	سلاطین صفویہ و خوانین	
خزانۂ دوازدہم۔	در سلاطین دکن	

اولٰہ:۔ مفتاح دربیان علم تاریخ و سیر و تحقیق الفاظ آں۔

آخرہٗ موجب فیروزی سلطان محمد قطب شاہ۔ تمت بہ ب الخزائن۔
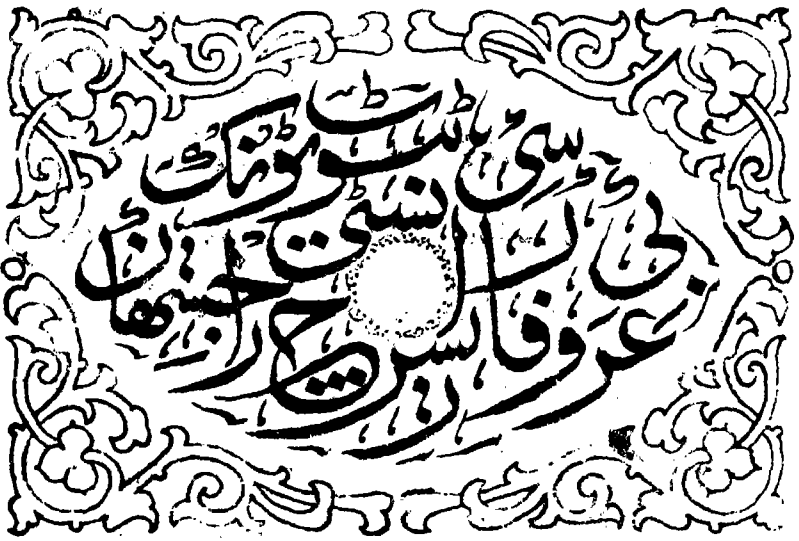
ادب — تاریخی مخطوطات

اکبر کے نورتن کی ایک نادر تحریر

مغلیہ شان و شوکت کا سورج ڈھل گیا۔ آج نہ بابر ہے نہ ہمایوں اور نہ اس کے بھائی کامراں کی کشمکش، نہ اکبر اعظم کا جاہ و جلال۔ نہ جہانگیر کا عدل و انصاف ہے نہ شاہجہاں کی شان و شکوہ، نہ اورنگ زیب کی سیاست و حکمت عملی ہے اور نہ دارا شکوہ بلند اقبال ہیں۔ نہ رفیع اختر مراد، نہ بیرم خاں، نہ علی مردان خاں، نہ سعد اللہ خاں، نہ میر جملہ اور مرزا، راجہ جے سنگھ، جسونت سنگھ اور نہ عبدالرحیم خانخاناں یہ سب تاریخی شخصیتیں ختم ہو گئیں۔ نہ اہل سیف رہے نہ نبرد آزما حکمراں۔ اور نہ ہی اہل قلم۔ سب کے کارنامے تاریخ کے اوراق پارینہ میں محفوظ ہیں۔

تاریخ اٹھا کر دیکھئے! کہیں اکبر کی مہمات کا نقشہ ملے گا۔ تو کہیں شاہجہاں کے فنون لطیفہ، اور شان و شوکت کی دل پسند داستانیں، کہیں اورنگ زیب زاہد خشک کی مصفّیٰ اور مقدس زندگی کے اصول، لیکن کسی کو ہم آنکھ سے نہیں دیکھتے۔ صرف اہل قلم ہی کو دیکھتے ہیں۔ ان کی تصویر ہم ان کی زبانی انھیں سے سنتے ہیں۔ ان کی پوری زندگی ہماری آنکھوں کے سامنے نمایاں اور واضح تر ہو جاتی ہے

بابر کو ہم اس کی تزک سے جھانکتے ہیں، ہمایوں کو گلبدن بیگم کی زبانی سنتے ہیں۔ اکبر کو ابوالفضل کے سحر انگیز قلم سے قشقہ کھینچے دیکھتے ہیں۔ جہانگیر کو بھی اسی کے قلم سے دیکھتے اور اس کی تزک کے جھروکے سے درشن کرتے ہیں۔ اور دارا شکوہ

کو سفینۃ الاولیاء سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اور عبد الرحیم خانخاناں کو واقعاتِ بابری اور فارسی ہندی شاعری سے دیکھتے ہیں۔ اس طرح ہم مغلیہ دور کے اہل فن اور اہل قلم حضرات کا مطالعہ ان کی زبان سے کر سکتے ہیں۔ ان کی شخصیتیں آج تک ان کی تحریروں اور ان کی نگارشات میں چھپی ہوئی ہیں۔

ذرا غور کیجئے۔ اکبر کے جامع حیثیات جنرل اور شاعر و مؤرخ عبدالرحیم خان خاناں کو کہاں سے اور کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ اس کی انگلیوں کی نشانی، اس کے قلم کی کشش، کشیدگی اور مدور تحریر سے دیکھ سکتے ہیں جس کا ذکر ہم اس مقالہ میں کریں گے وہ نادر تحریر اکبر کے اسی نورتن عبدالرحیم خان خاناں ابن بیرم خاں کی ہے۔ یہ وہی بیرم خاں ہے جو ہمایوں بادشاہ کا سپہ سالار اور بعد میں اکبر اعظم کا مطلق العنان نگراں اور وزیر اعظم تھا۔ یہ خاندان مغلیہ کا گویا بسمارک[۹۱] اور کوٹلیہ[۹۲] تھا۔ اس کا زوال دیکھ کر گویا بسمارک کا سا زوال نظر آجاتا ہے۔

اسی بدنصیب اور نامراد باپ کا بیٹا عبدالرحیم خانِ خاناں تھا۔ جو بیرم خاں کے شہید ہو جانے کے بعد اکبر اعظم کے سایۂ عاطفت میں تعلیم و تربیت پا کر اکبر کے نورتن میں جگہ پاتا ہے۔ اسی عبدالرحیم خان خاناں کی ایک نایاب قلمی تحریر کا اب ذکر کرنا ہے جو ہمارے ایک قلمی نادر نسخہ پر مرقوم ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ خان خاناں جیسا رزم کا دھنی اور جیسا بساطِ سیاست کا شاطر تھا ویسا ہی اپنے اعلیٰ و ارفع ادبی ذوق اور صلاحیت کے لئے مشہور و معروف تھا۔ جہاں دکن کی مہمات اسے تلوار کا دھنی قرار دیتی ہیں وہاں اس کی ہندی شاعری، اس کی تصنیفات اور ذوق کتب بینی آج بھی اس کو سخنداں، سخن ور، اور شاعر و مؤرخ مانتی ہیں۔ اس نے رزم کے میدان سے ہٹ کر

---

۹۱ بسمارک (Bismarck) جرمنی کا چانسلر اور یورپ کا مشہور مدبر اور سیاست داں گزرا ہے جس نے ۱۸۷۱ء میں جرمنی کو متحد کیا۔ اور بعد میں پورے یورپ کو اپنے اشاروں پر چلایا۔

۹۲ کوٹلیہ جس کو چانکیہ بھی کہتے ہیں، چندر گپت موریہ کے زمانے میں ہوا ہے۔ جو سیاسیات اور معاشیات کا ماہر تسلیم کیا جاتا ہے

ایک علمی اور ادبی میدان پیدا کر لیا تھا۔ جب بھی تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی بوچھار سے اسے فرصت ملتی تھی وہ ایک ایسی دنیا میں پہنچ جاتا تھا۔ جہاں ادباء، علماء، فضلا اور محققین کی مجالس ہوں جہاں شعراء کی موشگافیاں ہوں تو کہیں ان کی نرم ریزیاں اور نغمہ سنجیاں۔ ایسا فخرِ روزگار اور انمول رتن بڑی کس مپرسی اور عبرت خیز و ویران بستی میں اجڑے اجڑے مقبرے میں آرمیدہ اپنے کارناموں کا صلہ مانگ رہا ہے۔

اس کا مقبرہ ہمایوں کے مقبرے کے پاس دہلی میں اب بھی کھڑا ہے لیکن ویران، برباد، اور اجڑا اجڑا جس کا سنگِ مرمر خان خاناں کا کفن بن کر اسی کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ اس کی عظمتیں بھلا دی گئیں۔ اس کی صفات جگہ جگہ کسی کونے کچالے میں یا کسی کتاب اور مخطوطے میں خون کے آنسو رو رہی ہیں۔ مگر وہ آج بھی زندہ ہے۔

بظاہر اس کا جسم ضرور فنا ہو گیا۔ اس کی سیاسی عظمتیں گو بھلا دی گئیں لیکن علمی اور ادبی دنیا میں خان خاناں زندۂ جاوید ہے۔ اس کی تصانیف زندہ ہیں اس کی علمی تحریریں آج بھی ہماری آنکھوں کے لئے اجالا ہیں۔ ہم اس کی خوبصورت، دلکش اور مدور تحریریں اس کو دیکھ سکتے ہیں اس کے ہاتھوں کی خوبصورتی کا احساس کر سکتے ہیں۔ اور اس کی سڈول بھاری بھاری اور خوبصورت انگلیوں کو دیکھ سکتے ہیں۔

• خان خاناں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تحریر ہمارے ایک مخطوطے **مروج الذہب ومعدن الجواہر** کے ایک ورق پر مرقوم ہے بڑی واضح، دلکش، صاف اور نمایاں، اس کے جلی حروف اور روشنائی سے ایسا جان پڑتا ہے گویا آج ہی لکھی گئی ہو۔

یہ تحریر عبدالرحیم خان خاناں کے خود کے قلم سے لکھی ہوئی ہے جس کے ثبوت میں اسی کے دستخط ثبت ہیں۔ یہ مخطوطہ اکبر کے آخری دور میں لکھا گیا۔ اور دکن سے **مومن** تاجر نے خان خاناں

کی خدمت میں بھیجا۔ اس مخطوطے کی اہمیت اس لئے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ اکبر کے دور کا مکتوبہ ہے اور مغلیہ کتب خانوں کی زینت بنا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس پر عبدالرحیم خان خاناں جیسے لائق درباری اور جنرل کے ہاتھ کی تحریر اور دستخط ثبت ہیں۔ عبارت یہ ہے۔

"اللہ اکبر"

ایں کتاب کہ مشہور بہ "تاریخ مسعودی" است۔ و موسوم بہ مروج الذہب

محمد مومن تاجر از پیش دکن فرستاد۔ بتاریخ رسید ۱۷ ربیع الثانی سنہ ۱۰۲۰ھ

راقم ایں حروف عبدالرحیم ابن بیرم خان عفی عنہما

یہ تحریر اس وقت کی لکھی ہوئی ہے جب کہ شاہجہاں کی شان و شوکت عین شباب پر تھی اور اس کا خواب مرمریں پایۂ تکمیل کو پہنچنے جا رہا تھا۔ کبھی وہ اس کی خوبصورتی اور رعنائی میں کھو جاتا ہے تو کبھی بلخ و بدخشاں کی لاحاصل مہمات اس کو بے چین کئے دیتی ہیں۔ کبھی کابل، قندھار لشکر بھیجتا ہے تو کبھی دکن کے حالات باعث تردد بنتے ہیں۔ کبھی ممتاز محل کی یاد اس کے دل میں چٹکیاں لینے لگتی ہے۔ ٹھیک اسی وقت خان خاناں سیاست سے بے نیاز ہو کر ادبی دنیا میں کتب بینی میں منہمک نظر آتا ہے کبھی ہندی دوہوں کی تخلیق کرتا ہے تو کبھی تزک بابری کا ترکی سے فارسی میں ترجمہ کرتا ہے۔ کبھی دکن سے کتابوں کے تحفوں کی رسید دیتا ہے اور پھر اپنے علمی مشاغل میں ڈوب جاتا ہے

سنہ ۱۰۲۰ھ م ۱۶۱۱ء میں دکن کے ایک تاجر محمد مومن نے تاریخی شاہکار مروج الذہب بھیجی جس کو خان خاناں نے اپنے کتب خانہ کی زینت بنائی۔ یہی وہ کتاب ہے جو زمانہ کے حادثات و سانحات سے بچتی بچاتی نہ جانے کن کن دشوار کن منازل سے گزرتی ہوئی آج ہمارے اس ادارے کو مزین کئے ہوئے ہے۔

جس نے فروغ علم وادب کے لئے دنیا کے گوشے گوشے سے نادر کتب و مخطوطات خریدنے میں بے دریغ رقم صرف کی ۔ اور اپنی پوری زندگی اسی مشغلہ میں گزار دی ۔ نواب ممدوح ایک متبحر عالم مجتہد مصنف اور عالم ہونے کے ساتھ ساتھ سفینۂ علم وادب کے کھویا تھے ، یہ نایاب نوادر کا ذخیرہ انھیں کی یادگار ہے اور علمی وادبی دنیا کے لئے خراج تحسین اور صلہ[1] ۔

یہی وہ ذخیرہ ہے جو کتب خانۂ سعیدیہ کے نام سے مشہور تھا جو نہ صرف راجستھان بلکہ پورے ہندوستان میں اُن گنے چنے کتب خانوں میں سے ایک تھا جو انگلیوں پر شمار کئے جا سکتے ہیں اسی کتب خانہ میں وہ شہ پارے اور جواہر ریزے ہیں جو مصر وکابل وقندھار اور سمرقند وبخارا تک کے محققین کو کشاں کشاں لاتے تھے ۔

یہی وہ کتب خانہ ہے جس سے مولانا آزاد کو دلچسپی تھی ۔ جس سے مولانا مرحوم خود بھی استفادہ کرتے تھے اور بہت سے علماء کو اس کتب خانہ کی سیر کرنے کا مشورہ دیتے تھے کبھی مصر کے محقق آتے تھے تو کبھی آکسفورڈ سے اسکالرز آتے تھے ۔ اسی کتب خانہ کا ایک نایاب علمی ذخیرہ عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کو منتقل ہوگیا ہے اور اب بھی ٹونک کے ویران کھنڈرات اور قدیم آثار میں علمی وادبی سرمایہ لئے ہوئے دنیائے علم وفن کو دعوت دے رہا ہے

یہی ٹونک وہ خوش نصیب مقام ہے جہاں سے اورنگ زیب کے روایات ظفر آیات گزرے تھے ۔ یہی وہ پر فضا ٹونک ہے جہاں موہنا منصور کی روماں افروز اور روحانی داستانیں لکھی گئی ہیں اور یہیں دونوں کے مزارات اب بھی اہل دل اور اہل نظر کے لئے سوز وگداز کا باعث بنے ہوئے ہیں ۔ یہی وہ پر بہار اور تاریخی جولاں گاہ ہے جہاں مرہٹہ لشکر گزرے ۔ جہاں ہولکر اور سندھیا کی فوجیں

---

[1] ریاست ٹونک ۱۸۱۸ء میں امیرالدولہ نواب محمد امیر خاں نے انگریزوں سے جنگ کرکے حاصل کی تھی ۔ نواب محمد علی خاں اسی آزادی کے سپاہی اور مرد آزما سالار کے پوتے تھے جنھوں نے تلوار کے میدان سے الگ ہٹ کر بھی بذات خود ایک ایسی علمی دنیا بسائی جو کبھی بھلائی نہیں جا سکے گی ۔

کوچ کرتی ہوئی گزریں۔ یہیں امیر خاں نے جنگ آزادی کا سبق اوّل پڑھایا، یہی وہ روحانی زمین ہے۔ جہاں سید احمد شہیدؒ کا کاروان ٹھہرا، اور یہی وہ دلکشا مقام ہے جہاں سے بیرونی تحریک کے منصوبے بنے اور اسی مقام سے انگریزوں کے خلاف جہاد کی قراردادیں پاس ہوئیں۔ یہیں سے مولوی اسمٰعیل شہیدؒ کے متبرک و مسعود قدم گزرے ہیں۔

اسی مقام کے ایک گوشے میں عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا بیش بہا ذخیرہ اسلاف کی دیدہ ریزیوں اور کاوشوں کو سموئے ہوئے موجب فخر و مباہات بنا ہوا ہے۔ اسی بیش بہا ذخیرے میں کہیں خطاطی کے نایاب نمونے ہیں تو کہیں شاہان مغلیہ کی مہروں کے نمونے، کہیں علماء و فضلاء کی قلمی اسناد ہیں۔ تو کہیں جنرلس اور امراء کی نگارشات۔ اور کہیں اوبا اور شیوخ کی تصنیفات و تالیفات ہیں۔

ان ہی میں کا ایک نمونہ زیر بحث نسخہ مروج الذہب و معدن الجواہر بھی ہے جو نہایت خوشخط اور دیدہ زیب ہے۔ قدیم خطاطی کا بہترین نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس زمانے کی تیار کردہ روشنائی اور قلم کا اعلیٰ و احسن معیار بھی ہے۔ کاغذ بادامی، غیر مجدول، کرم خوردہ، اور مقطوع ہے۔ لیکن خط کی تحریر بہت صاف، واضح اور نمایاں ہے۔ ایسا جان پڑتا ہے۔ گویا آج ہی لکھا گیا ہو۔ آخر کے چند اوراق مرمت شدہ ہیں۔

یہ نسخہ تقطیع کلاں پر مشرقی دنیا کے بہترین خطاط محمد بن علی بن شوری نے ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء میں ٹھیک اس وقت لکھا۔ جب کہ اکبری جلال کا سورج ڈوب رہا تھا۔ اور اکبر کا چہیتا دوست ابوالفضل، جہانگیر کے اشارہ پر قتل کیا جا چکا تھا۔ اور اکبر اپنے چہیتے اور دلارے بیٹے سلیم شیخو بابا کو کبھی نظر بند کرتا ہے اور کبھی باغی قرار دے کر اپنی نظروں سے دور کرتا ہے تو کبھی بڑے چاؤ اور دلار سے

اس کی خطائیں معاف کر کے اشارے سے ھمایوں کی تلوار بندھوا کر اور اس کے سر پر شاہی پگڑی رکھ کر اس کو اپنا جانشین بنا تا ہے۔

یہ ٹھیک سال ہے جب اکبر موت کے بستر پر اپنے لاڈلے شیخو بابا کے سر پہ تاج رکھے ۱۶۰۵ء کے اکتوبر کا انتظار کر رہا ہے۔ ادھر محمد بن علی اس نایاب کتاب کی تکمیل میں اپنا قلم تیز سے تیز تر کرتا ہے اُدھر اکبر کی زندگی کے دن کم سے کم ہوتے جاتے ہیں۔ اکبر کے مرنے سے کچھ ماہ قبل اس مخطوطے کی کتابت ختم ہو جاتی ہے جو بعد میں بیرم خاں کے بیٹے خان خاناں، شاہجہاں اور اورنگ زیب کے کتبخانوں کی زینت بنی رہی۔

یہ مخطوطہ بہت ضخیم ہے کل ۷۰۸ اوراق ہیں، ہر ورق میں ۲۵ سطور ہیں۔ پہلے ورق پر چھ مہریں ثبت ہیں جو مٹی مبہم کے باوجود اب تک نہیں پڑھی جا سکیں۔ ہو سکتا ہے کسی نے اس کتاب کو اپنی ملک بناتے وقت ان مہروں کو مٹانے کی کوشش کی ہو ممکن ہے کہ یہ مہریں جہانگیر اور شاہجہاں کی ہوں یا کسی بڑے منصب دار اور تحویل دار کی۔ بہر حال صاف سمجھ میں نہیں آتیں

آخر ورق کی تین مہروں میں سے صرف دو ہی سمجھ میں آتی ہیں۔ یہ دونوں مہریں اورنگ زیب کی ہیں جن کے نقوش بھی مٹتے جا رہے ہیں۔ ان مہروں میں بھی صرف یہ حروف صاف سمجھ میں آتے ہیں۔ "عالمگیر بادشاہ" اس کے علاوہ اور حروف محو شدہ ہیں۔

یہ بات بحث طلب ہے۔ کہ آیا یہ مہریں اورنگ زیب عالمگیر کی ہی ہیں یا عالمگیر ثانی کی لیکن "عالمگیر بادشاہ" بہت صاف اور نمایاں ہے اور مہر کی پہلی سطر میں کندہ ہے دوسری سطر کے حروف محو شدہ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان حروف میں اورنگ زیب کے کسی تحویل دار کا نام کندہ ہو جو مٹ گیا ہے۔ اگر عالمگیر ثانی ہوتا۔ تو لفظ ثانی ٹھیک عالمگیر کے بعد میں کندہ ہوتا۔ جس طرح عالمگیر ثانی کی اور مہروں میں کندہ ہے۔ اغلب یہی ہے کہ یہ دونوں مہریں اورنگ زیب عالمگیر ہی کی ہیں جس کو کتب خانہ

میں یہ تاریخ مسعودی رہی ہوگی

اس کے بعد کا حال کچھ معلوم نہیں کہ یہ نسخہ اورنگ زیب کے کتب خانہ سے نواب محمد علی خاں بہادر کے پاس کس طرح آیا اس دور کی نہ تو کوئی مہر ہے اور نہ ہی کوئی تحریر ہے جس سے یہ اندازہ ہو سکے۔ کہ اورنگ زیب کے بعد پھر یہ نسخہ کہاں کہاں رہا ہے۔ صرف ایک مہر دیوان شمس[1] الدین کی مع ان کے دستخط ثبت ہے۔

شاہی مہریں اور خان خاناں کی تحریر اس نسخہ کی اہمیت کو اور بڑھا دیتی ہیں گو یہ نسخہ چھپ چکا ہے لیکن اس کی قلمی اور تاریخی اہمیت کی بنا پر اور بھی زیادہ قدر ہے۔ چغتائی تہذیب اور ان کی علم پروری کی زندہ نشانی، عبدالرحیم خان خاناں کے رشحات قلم اور اورنگ زیب عالمگیر کی مہروں کے تبرکات ہمیشہ اس مخطوطے کی اہمیت اور قدر کو دوبالا کرتے رہیں گے

مروج الذهب ومعادن الجواهر کے مصنف کا نام قطب الدین[2] ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی ہے نویں صدی عیسوی کے اواخر میں بغداد میں پیدا ہوئے ۹۱۲ء کے بعد سے جوانی ہی میں سفر شروع کیا۔ طبیعت خداداد تنوع پسند اور جدت طراز تھی مشاہدات اور تجربات سے دل لگاؤ تھا اسی وجہ سے فارس، ہندوستان، سیلون، سسلی، اور جنوبی جزیرۂ عرب و شام و روم کا سفر کیا۔ ہندوستان آنا تو یہاں کی کتب سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ آخر عمر میں یہیں بام پذیر ہوگئے۔

موصوف نے خلیفہ مطیع اللہ بن مقتدر عباسی کے زمانہ سے تاریخ و جغرافیہ میں تصنیف و

---

[1] دیوان شمس الدین قابل اور فاضل دیوان تھے جنھوں نے وزیرالدولہ نواب محمد وزیر خاں، امین الدولہ نواب محمد علی خاں اور امین الدولہ نواب محمد ابراہیم علی خاں والیان ریاست ٹونک کا زمانہ پایا۔ موصوف مورخ و مصنف بھی تھے جن کی مہریں اور دستخط اس ذخیرے کی بیشتر کتابوں پر پائے جاتے ہیں۔

[2] کشف الظنون، ج ۲ ص ۲۵۶ مطبوعہ بر ۱۳۶۲ھ

تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ۳۴۶ھ م ۹۵۶ء میں فسطاط (مصر قدیم) میں انتقال کیا[۱]
فن تاریخ کے ماہر اور دیگر علوم کے متبحر فاضل تھے

آپ نے شروع میں ایک کتاب اخبار الزمان لکھی تھی جو بیس جلدوں پر مشتمل تھی اس میں عمرانیات، تاریخ اور جغرافیہ سے بحث کی ہے۔ اور تمام دنیا کے مشہور ممالک کے احوال بڑی دلچسپی سے بیان کئے ہیں۔ لیکن ضخیم ہونے کی وجہ سے اسے مختصر کیا۔ اور اوسط نام رکھا جو اخبار الزمان کا تتمہ کہا جاتا ہے۔ مگر اوسط کو مختصر کر کے یہ کتاب تیار کی۔ اور کثیر الفوائد ہونے کی وجہ سے اس کا نام مروج الذھب ومعدن الجوھر رکھا

اس کتاب میں صحابہ کے زمانے سے لے کر ۳۳۲ھ تک کے اہل قلم اور ارباب فکر و نظر کے طبقات اور اخبار و آثار بیان کئے ہیں اور مصریوں کے ابتدائی حالات وانکشافات اہرام مصر کی مدد سے لکھے ہیں۔ قاموس المشاھیر میں مسعودی کا ذکر کرتے ہوئے مرتب بتاتا ہے کہ مروج الذھب کا ترجمہ سپرنگر نے انگریزی میں کیا ہے[۲]۔ فرانسیسی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے چنانچہ ۱۸۶۱ء سے ۱۸۷۷ء تک ۹ جلدیں پیرس میں شائع ہو چکی ہیں[۳]۔ اس کے علاوہ مصر میں اور دوسرے ممالک میں بھی برابر شائع ہوتی رہی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اپنی نوعیت کی ایک عجیب کتاب ہے جو اس زمانہ کی تصنیف و تالیف اور احوال و حالات پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس کی افادیت اور اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ ڈاکٹر اسپرنگر اتنے متاثر ہوئے کہ مسلم تہذیب اور مسلم علمی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے ان الفاظ میں رقمطراز ہیں کہ

" دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہوئی ہے جس نے مسلمانوں کی طرح بارہ سو سال کی طویل مدت میں اپنے ہر اہل قلم کی زندگی کا حال محفوظ رکھا ہو۔ اگر مسلمانوں کی سوانح

---

[۱] فوات الوفیات مصنفہ محمد شاکر کتبی ج ۲ ص ۴۵ مطبوعہ مصر ۱۹۵۱ء [۲] قاموس المشاہیر مطبوعہ بدایوں ۱۹۲۴ء ص ۲۱۴
[۳] الکتاب المفتوح مطبوعہ ۱ مصنفہ فرید وجدی بک

عمریاں اکٹھی کی جائیں تو ہمارے کم از کم دس لاکھ ممتاز آدمیوں کے حالات زندگی جمع ہو جائیں۔ اور ہم پر یہ بھی روشن ہو جائے کہ تاریخ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں یا اور کوئی اہمیت رکھنے والی چیز ایسی نہیں۔ جو اس ذخیرے میں اپنی نمائندگی نہ کر رہی ہو،،

ڈاکٹر اسپرنگر نے جو اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے وہ تو میں نے نہیں دیکھا لیکن اس کے یہ الفاظ ضرور دیکھے ہیں۔ جن کو ڈی، سی اسکاٹ اوکنر نے مسلمانوں کی ثقافت اور تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے کوٹ کیے ہیں[1]۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ دنیا نے تو آج ترقی کی ہے، فن تاریخ اور علم جغرافیا آج ابھرا ہے لیکن مذہب اسلام نے علمی، ثقافتی اور تاریخی میدان میں دنیا کو بے دریغ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی عربی اور فارسی کی لاتعداد ایسی نادر کتب ہیں جن کا ہر زبان ہی میں ترجمہ کیا جاتا ہے اور اکتساب علم کی خاطر ان سے ہر طرح استفادہ کیا جاتا ہے۔

اسی زیر بحث مروج الذھب کو لے لیجئے کہ جو اپنے فن کی بے بہا اور بے نظیر تصنیف ہے۔ ایک انمول اور غیر متبادل علمی ذخیرہ اور دائرۃ المعارف (encyclopaedia) ہے جس کی روشنی میں انسان اپنا راستہ تلاش کر سکتا ہے، ایک طالب علم اور ماہر تاریخ حقیقت کے گلہائے رنگین کھلا سکتا ہے۔ اور ایک اسکالر اس معلومات کی کان سے ان گنت موتی اور جواہر ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکال سکتا ہے۔

مروج الذھب باعتبار فن علم اور مضمون ایک نایاب کتاب تو ہے ہی لیکن خاص کر اس کا یہ نسخہ جو ہمارے پاس محفوظ ہے۔ وہ ایک تاریخی حیثیت سے زیادہ قابل فخر اور لائق قدر ہے۔ یہ رموز و نکات اور علمی معلومات تو مسعودی کے ہر مطبوعہ نسخہ میں مل جائیں گے۔ لیکن عبدالرحیم خان خانان کے یہ رشحات قلم اور علمی کششیں کہاں!

[1] این اورینٹل لائبریری۔ مصنفہ ڈی۔ سی اسکاٹ اوکنر

زمانہ بدل جائے، حالات بدل جائیں لیکن نواب خان خاناں جیسا عالم، فاضل مورخ اور شاعر پیدا ہو سکتا۔ اور نہ اس کی یہ نایاب، موتی جڑی، مدور، بانکی، جلی، اور نورنگ تحریر ہیں مل سکتی۔ جب تک تاریخ کی کتابوں سے خان خاناں کی علمی خدمات اور اس کی سیاسی عظمتیں نہیں بھلائی جا سکتیں اس وقت تک اس نایاب نسخے کی اہمیت اور قدر و منزلت بھی نہیں مٹائی جا سکتی
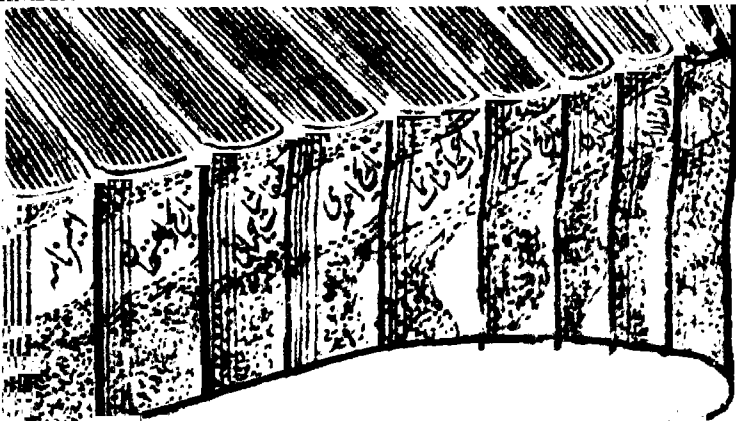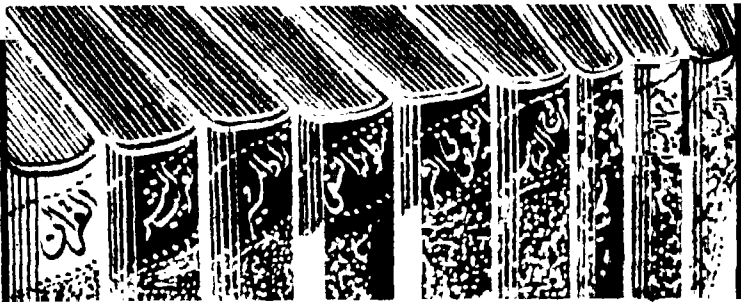
شوکت علی خاں
ڈائرکٹر عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
راجستھان ٹونک

مغلیہ دور، عہد وسطیٰ کی تاریخ کا زرین زمانہ کہا جاتا ہے نہ صرف سیاست و فتوحات بلکہ تہذیب و تمدن اور علم و ہنر کے فروغ و ترقی میں شاہان مغلیہ کے بڑے نمایاں کارنامے ہیں۔ اگر ایک طرف انھوں نے فتح و ظفر مندی کے جھنڈے گاڑے ہیں تو دوسری طرف تہذیب و تمدن کی نقش آرائیاں بھی کی ہیں اور علم و ہنر و تاریخ و تنقید اور ادبیات کا درس بھی دیا ہے۔ شاہی محلات، مساجد، باغات، مقبرے موتی مسجد، لال قلعہ، دیوان خاص، دیوان عام، عمادالدولہ، تخت طاؤس اور دوسری عمارتیں سلاطین مغلیہ کی شان و شوکت کی کہانیاں کہہ رہی ہیں

اسی طرح ادب و تاریخ میں بھی مغلوں کے کارنامے، تاج محل کی نقاشی اور لال قلعہ کی لافانی عظمت سے کم نہیں ہیں۔ اس دور کے ادبی نوادر، تاریخی مخطوطات اور دوسرے مایۂ ناز جواہر پارے علم و فن کا بڑا گراں قدر سرمایہ ہیں۔ ان ہی سے مغلوں کی تاریخی عظمت زندہ ہے

راجستھان میں عربی فارسی مخطوطات کے سروے کے سلسلہ میں مجھے مغلوں کے عہد کی بہت سے تاریخی نوادر دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ ان مخطوطات میں ایک نادر الوجود نسخہ موسومہ "اخلاق جہانگیری" میری نظر سے گزرا جس سے شاید کم ہی لوگ واقف ہوں گے۔ یہ نسخہ تاریخی، حیثیت سے ایک نایاب کتاب ہے اور مختلف سلاطین و امراء کے کتب خانوں میں رہ چکا ہے اور اس پر ان کی تحریریں اور مہریں ثبت ہیں۔

۱؎ مطبوعہ معارف بابت سنہ ۱۹۷۱ء

یہ نایاب مخطوطہ ٹونک میں صاحبزادہ محمد مصطفیٰ خاں المتخلص جوہر مرحوم کی کتب[۱] خانہ میں ہے اور اس پر کام کیا جا رہا ہے اس کے مصنف نورالدین محمد نے جہانگیر کے لئے یہ کتاب[۲] تصنیف کی تھی خود مصنف لکھتا ہے کہ

"جب میں اجمیر کے مقام پر کچھ مدت کے لئے بادشاہ سے جدا ہو رہا تھا اس وقت میں نے ارادہ کیا تھا۔ کہ جب میں بادشاہ کے حضور میں قدم بوسی حاصل کروں گا تو ایک ادبی شاہکار اس کی خدمت میں پیش کروں گا۔ چنانچہ میں نے بہت سی مستند اور معتبر کتابوں سے معلومات اخذ کرکے تاریخی واقعات لکھے۔ اور اس کو ترتیب دے کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔"

یہ نسخہ کتابت کے لحاظ سے نادر و نایاب ہے۔ تقطیع ۶×۱۲، کاغذ بادامی مائل سیاہی، قدرے کرم خوردہ اور کہیں کہیں سے داغدار ہے۔ آب رسیدہ ہونے کی وجہ سے بعض حصے بوسیدہ ہو گئے ہیں، خط باریک لیکن واضح ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۰۲ ہے۔ کاتب نے اگرچہ اپنا نام نہیں لکھا ہے۔ لیکن تاریخ کتابت ترقیمے میں اس طرح مرقوم ہے۔

"در شہر ذی القعدۃ الحرام الواقع فی سلک سنۃ التاسع والعشرین بعد الالف وقوع یافتہ"

یعنی ذی قعدہ ۱۰۲۹ھ میں لکھی گئی۔ کتابت نستعلیق ہے کہیں سے مجدول نہیں متعدد مقامات پر مطالعہ کنندگان کی

---

[۱] جوہر ٹونکی مرحوم ماہر فن پرگو اور قادر الکلام نظم گو شاعر تھے جو ناقد و محقق کی حیثیت سے بھی اردو دنیا میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ ان کا کلام "رزم و بزم" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ان کا نایاب ذاتی کتب خانہ بھی تھا جو بہت کچھ تو تلف ہو گیا اور بقیہ حصہ ان کے چھوٹے بھائی نے اس ادارہ میں بطور عطیہ دے دیا۔ افسوس ہے کہ اس میں یہ نسخہ نہیں ہے۔ جوہر صاحب کا انتقال ۲ رجب ۱۳۷۸ھ کو اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے کوٹہ میں ہوا تھا۔

[۲] یہ نسخہ جب ہم نے ڈاکٹر متھرا لال جی شرما ڈائرکٹر آف ہسٹوریکل سوسائٹی جے پور (موصوف راجستھان کے مشہور مورخ ہیں) کو دکھایا تو موصوف بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ نسخہ نہایت اہم اور قدیم ہے میں نے اس سے پہلے اور کہیں اس قسم کا مخطوطہ نہیں دیکھا موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ اس میں جہانگیر کے ہندوستان کی معاشرتی جھلکیاں ملتی ہیں۔

حواشی ہیں۔ لوح کتاب سادہ ہے۔ شیرازہ بندی اچھی ہے۔ صرف چند اوراق منتشر ہیں۔ کتاب کہیں سے ناقص نہیں ہے۔ کتاب کے خاتمہ کی عبارت یہ ہے۔

"تالیف این نسخہ کہ منطوی است بر انوارِ حکمت و محتوی بر آثار ارباب است، در شہر ذی القعدۃ الحرام الواقع فی سلک سنۃ التاسع والعشرین بعد الالف وقوع یافت بتوفیق اللہ الملک الودود"

پہلے اور دوسرے صفحہ پر بارہ شاہی مہریں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ یہ نسخہ مختلف شاہی کتب خانوں میں رہ چکا ہے۔ سب سے پہلی مہر ۱۰۶۳ھ کی ہے جو مغلیہ جنرل شائستہ خاں کی ہے۔ اس مہر کے ساتھ مندرجہ ذیل عبارت بھی مرقوم ہے۔

"کتاب اخلاق جہانگیری"...... داخل در کتب خانہ نواب مستطاب شائستہ خاں ۱۰۶۳ھ"

دوسری مہر ۳۳ جلوس اورنگ زیب کی ہے۔ اس مہر میں "حامد محمد" کا نام کندہ ہے۔ "حامد محمد" اورنگ زیب کے ایک منصب دار سید مرتضیٰ خاں کا بیٹا تھا[۵۱]

تیسری مہر ۱۰۷۴ھ کی ہے اس مہر کے ساتھ یہ عبارت تحریر ہے۔

"۴۴۔ در کتب خانہ افقر محمد ابراہیم[۵۲] .... ۱۰۷۴ھ"

چوتھی مہر ۱۱ سنہ جلوس اورنگ زیب کی ہے اور اس سے متعلق یہ تحریر ہے۔

"اخلاق جہانگیری واغدار کرم خوردہ پیوند رسیدہ بابت احوال امیر الامرا شائستہ خاں مرحوم ۱۷ شہر رمضان۔ ۱۱ جلوس تحویل محمد باقر خاں نمودہ شد"

پانچویں مہر ۱۱۱۱ھ کی ہے چھٹی مہر ۱۱۱۲ھ کی محمد سعید کی ہے۔ ساتویں مہر قابل خاں کی ہے۔ جس میں یہ عبارت کندہ ہے "قابل خاں خانہ زاد بادشاہ اورنگ زیب"

[۵۱] مآثر الامرا۔ ص ۵۹۰ جلد ۳

[۵۲] مآثر الامرا ص ۶۳ جلد ۲ .... میں ان کے حالات درج ہیں۔

اس مہر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بادشاہ اورنگ زیب کے ملازم قابل خاں کی تحویل میں چکا ہے۔ اس مہر میں سنہ مٹا ہوا ہے جس سے صحیح تاریخ کا پتہ نہیں چلتا۔

آٹھویں مہر خدا بندہ خاں کی ہے۔ خدا بندہ خاں میر شائستہ خاں کا بیٹا تھا۔ اور باپ کی طرح خود بھی جنرل اور منصب دار تھا[1]۔ اس میں سن ہجری نہیں ہے۔ بڑی مشکل سے خدا بندہ خاں کا نام پڑھنے میں آتا ہے

نویں مہر اورنگ زیب عالمگیر کے ایک امیر سید مرتضیٰ خاں کی ہے جو اورنگ زیب کے زمانے میں ڈیڑھ ہزاری منصب پر فائز تھا[2]۔ اس مہر میں محرم الحرام ۱۱۱۰ھ کندہ ہے

باقی تین مہریں بالکل محو شدہ ہیں اور کوشش کے باوجود پڑھی نہیں جا سکیں۔ ان مہروں میں سب شاہجہاں اور اورنگ زیب کے زمانہ کی ہیں۔ کوئی مہر جہانگیر کے زمانہ کی نہیں ہے۔ ممکن ہے مٹی ہوئی مہر میں کوئی مہر جہانگیر کے زمانے کی ہو۔ کیوں کہ جہانگیر کے انتقال سے تقریباً سات سال پہلے یہ نسخہ لکھا جا چکا تھا۔ شاہی مہریں اس نسخہ کی اہمیت کی ضامن ہیں

اس نسخہ کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ انڈیا آفس[3] لائبریری کے علاوہ اس کے کسی دوسرے نسخہ کا علم ابھی تک نہیں ہو سکا ہے۔ اور نہ اب تک کسی نے اس پر کام کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مصنف کو بہت سے علوم پر عبور تھا خصوصاً وہ فن تاریخ میں یکتا تھا۔ ہر مسئلہ پر تاریخی واقعات کی روشنی میں مدلل بحث کی ہے۔

---

[1] ماثر الامراء ص ۸۱۴

[2] ماثر الامراء :..... ibid

[3] ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اپنی کتاب کے ضمیمہ میں یہ لکھا ہے۔
The Administration of The Sultanate of Delhi
Akhlaq-i Aalamgiri (on Ethics & Politics) 9.0 —

یہ کتاب بائیس ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب کا موضوع الگ ہے ابتدائے آفرینش سے لے کر جہانگیر کے زمانے تک دنیا کے مشہور تاریخی واقعات کو بیان کرکے نتیجہ جہانگیر کے دورِ حکومت پر نکالا ہے مشاہیر کرداروں کی تاریخی قصص کی شکل میں لکھا ہے پھر بڑی خوبی کے ساتھ ان اوصاف اور کرداروں کا انطباق جہانگیر بادشاہ پر کیا ہے۔

مصنف نے اس دور کے انتظامی اور سیاسی امور پر بھی روشنی ڈالی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی نورالدین کو نہ صرف تاریخ ہی میں عبور حاصل تھا بلکہ وہ سیاسیات، اخلاقیات اور علم و ادب کا بھی متبحر عالم تھا۔ یہ کتاب بائیس مقالات پر مشتمل ہے اور ہر مقالہ کم و بیش پچاس صفحات میں ہے۔ آخری مقالہ اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اس میں غلط روایات کی تصحیح اور تاریخی افسانوں کی تنقید ہے۔

مقالات کی ترتیب یہ ہے۔

(۱) مقالہ در عشق و محبت (۲) مقالہ در فضیلت علم (۳) مقالہ در خوف و رجا (۴) مقالہ در حسن خلق (۵) مقالہ در تواضع (۶) مقالہ در علو ہمت (۷) مقالہ در توکل (۸) مقالہ در صبر (۹) مقالہ در سخاوت (۱۰) مقالہ در عدالت امیر الامرا و تامل در حلم (۱۱) مقالہ در حزم (۱۲) مقالہ در فراست (۱۳) مقالہ در مشورت (۱۴) مقالہ در توبہ (۱۵) مقالہ در اجابت (۱۶) مقالہ در سارع (۱۷) مقالہ در سیاسیات (۱۸) مقالہ در ایفائے عہد (۱۹) مقالہ در صدق (۲۰) مقالہ در قناعت (۲۱) مقالہ در مطایبات (۲۲) مقالہ در متفرقات در تصحیح و تنقیح روایات و تنقیح حکایات

— By Nurud Din mohammad aasi Khaqani 1547
P. 265

یعنی اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں بھی محفوظ ہے۔ یہ کتاب نورالدین محمد قاضی خاقانی نے لکھی ہے جو اخلاقیات اور سیاسیات پر مبنی ہے۔

یہ تمام مقالات ایک طرح سے جہانگیر بادشاہ کے محاسن ہیں جن کو مصنف نے بادشاہوں کی صفات قرار دے کر تاریخی واقعات کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ ہر مقالہ اپنے موضوع اور طرز تحریر کی نوعیت سے ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

اس اعتبار سے بھی یہ کتاب نہایت اہم ہے کہ اس میں صرف تاریخی واقعات ہی نہیں ہیں۔ بلکہ جہانگیر کے دور کے ہندوستان کی سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔ اس لئے اگر اس مخطوطہ پر کام اور اس سے استفادہ کیا جائے۔ تو اس سے مغلوں کے دور کی تاریخ میں بہت سی، نئی معلومات کے ساتھ نئے گوشوں کا بھی اضافہ ہو گا۔

مولوی سید منظور الحسن برکاتی استاذ دارالعلوم خلیلیہ ٹونک

ٹونک میں کتب خانوں کے باضابطہ قیام کی ابتدا دوسرے فرماں روا نواب وزیرالدولہ کے عہد سے ہوتی ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ اصل موضوع پر سلسلۂ بحث شروع کیا جائے ماحول اور پس منظر کو سمجھنے کیلئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ریاست ٹونک کے قیام اور اس کی سیاسی و بنیادی تاریخ پر مختصراً روشنی ڈال دی جائے۔ نیز اجمالاً ان سیاسی اسباب کا بھی تذکرہ کر دیا جائے۔ کہ جن کی بنا پر اس ریاست کی تاسیس عمل میں آئی۔

یہ ریاست جو آج راجستھان کے ایک ضلع کی حیثیت رکھتی ہے راجستھان کی ریاستوں میں واحد مسلم ریاست تھی اور آج سے پورے ایک سو بیالیس سال پہلے ۱۸۱۷ء میں عالم وجود میں آئی تھی اس کے بانی نواب امیرالدولہ محمد امیر خاں سنبھل کے ایک من چلے اور بہادر افغان تھے جنھوں نے ہندوستان کی مختلف ریاستوں کو جنگی خدمات میں نمایاں مدد دی تھی۔ اور مہاراجہ ہلکر کی معاونت میں انگریزوں سے جنگ کر کے بہت سے علاقے فتح کر لئے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ سلطنت مغلیہ کے زوال کی بنا پر عام طور پر طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔ صوبے اور ریاستیں خود مختار ہو چکی تھیں۔ اور انگریزوں نے ملک میں ہاتھ پاؤں پھیلانے شروع کئے تھے اس وقت مہاراجہ جسونت راؤ ہلکر اور نواب امیر خاں بہادر نے باہمی معاہدہ کر کے انگریزوں سے مقابلہ کیا اور اس ملک میں آزادی کی جنگ کی ابتدا کی اور باہمی اتحاد سے متحدہ قومیت کا سنگ بنیاد رکھا۔[1]

[1] [illegible] نمبر ۲ جلد ۱۳۔

۱۸۱۸ء میں جب مہاراجہ ہلکر نے انگریزوں سے صلح کر لی اور ان کے دوسرے ساتھیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تو امیرالدولہ بہادر نے مجبور ہو کر اس چھوٹی سی ریاست پر انگریزوں سے مصالحت کر لی اور ۱۸۱۷ء میں بتوسط لالہ نرنجن لال مختار، عہدنامہ پر دستخط کر دیے۔

نواب امیر خاں قیام ریاست کے بعد سترہ سال تک حکمراں رہے ۱۸۳۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کا پورا عہد حکومت ریاست کی بنیاد مستحکم کرنے میں ختم ہوا۔ انھیں اتنی مہلت ہی نہ مل سکی۔ کہ وہ ریاست میں باقاعدہ عدالتی یا تعلیمی نظام قائم کرتے۔ ان کے زمانے میں ریاست کا نظام فوجی قواعد پر قائم تھا۔

نواب امیر خاں کے بعد نواب محمد وزیر خاں " وزیرالدولہ امیرالملک " مسند ریاست پر جلوہ فگن ہوئے عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد انھوں نے ریاست کی جدید تنظیم کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور پٹھانوں کے غیر منظم جرگے کو آئینی ریاست کے قالب میں ڈھال دیا۔ آپ نے اپنی دوربین نگاہوں سے جب ریاست کا جائزہ لیا تو سب سے بڑی کمی یہ محسوس کی کہ اس نئی ریاست میں اہل سیف تو بہت زیادہ جمع ہو گئے لیکن اہل قلم اور اہل علم کی بڑی کمی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے آپ نے تہیہ کیا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو اصحاب کمال کو ریاست میں جمع کیا جائے۔

وہ خود صاحب علم تھے اور اہل علم و ارباب فن کی قدر و منزلت کرتے تھے ان کی قدردانی اور فیض رسانی کی اتنی شہرت ہوئی کہ اطراف ہند سے ارباب فضل و کمال کھنچ کھنچ کر ٹونک آنے لگے ان میں بہتیرے خود سے آئے۔ اور بہتوں کو وزیرالدولہ نے بلایا۔ اس طرح بڑے بڑے علماء و فضلاء نے وزیری اقبال کے سائے میں پناہ لی۔ مصنف تاریخ ٹونک مولوی سید مغز علی آبرو کا بیان ہے کہ

"ان کی شاہانہ فیاضیوں سے ان کا آستانۂ فیض ہر ایک علم و فن کے اہل کمال کا قبلۂ حاجات اور مرکز عقیدت بنا ہوا تھا۔ شہنشاہ اکبر کے نورتن ہی نہیں بلکہ سیکڑوں یگانۂ روزگار و باکمال ہستیاں دربار وزیری میں جمع ہو گئی تھیں اور ان کی بارگاہ سلیماں جاہ مرجع ارباب فضل و کمال

و مجمع دانایان روزگار و بخت کامان باوقار تھی۔" (ص ۳۲)

وزیر الدولہ صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب تصنیف بھی تھے آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائی جن میں وصایائے وزیری فارسی میں علم اخلاق کی بہترین کتاب ہے۔

اس کتاب میں مختلف مناسبتوں سے ۶۵ مقامات پر نواب صاحب نے عاشقانہ وارفتگی اور مریدانہ عقیدت مندی کے ساتھ حضرت سید صاحب (سید احمد شہیدؒ) اور آپ کے رفقاء کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے حالات و کمالات درج کئے ہیں جن میں اکثر آپ کے چشم دید ہیں۔
(سیرت احمد شہید مصنفہ مولانا ابو الحسن علی ندوی)

وزیر الدولہ کو علمی، ادبی، اسلامی اور تاریخی کتابیں جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ آپ کے عہد میں جس قدر نایاب اور نادر کتابیں زر کثیر صرف کر کے جمع کی گئی تھیں ان کے لئے ایک خاص عمارت قلعہ معلی میں تعمیر کرائی گئی تھی۔ اس کتب خانہ کی اکثر کتابیں مطلا، مذہب، اور نفاسی و طلاکاری کا بہترین نمونہ تھیں اور اپنے مخطوطات اور نوادرات کے لحاظ سے یہ کتب خانہ ہندوستان کے کتب خانوں میں خاص امتیاز رکھتا تھا۔ دور دور اس کی شہرت تھی

اس کی فہرست برٹش میوزیم کیلئے سر ہنری ایلیٹ کی خواہش پر فرماں روائے ٹونک نے بھیجی تھی۔ جس کا تذکرہ جناب محمد عباس خاں شروانی ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر نے بھی اپنے ایک مضمون "تاریخ التواریخ" میں کیا ہے

"آئیے! سب سے اول ریاست ٹونک کے کتب خانوں کی سیر کریں۔ یہاں دو کتب خانے ہیں ایک تو پبلک لائبریری ہے۔ مگر جامعیت یا نوعیت کے لحاظ سے یہ کوئی بڑا اور مشہور ذخیرہ نہیں ہے دوسرا مشہور کتاب خانہ ہندوستان میں اور ایک خانے میں ہندوستان سے باہر بھی معروف ہز ہائینس نواب صاحب کا کتب خانہ جو قلعہ کے اندر ہے۔ اس میں چند نادر الوجود نسخے ہیں ایک زمانہ میں اس کتاب خانہ کی کتابوں کی فہرست فرماں روائے ریاست نے سر ہنری ایلیٹ

کو دی تھی۔ اور یہ اب برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے۔

(اخبار نیا ہندوستان علی گڑھ، یکم اکتوبر ۱۹۴۸ء)

عہد وزیری سے لے کر موجودہ ہز ہائنس نواب **محمد اسمٰعیل علی** خاں بہادر[1] کے عہد تک یہ نادر الوجود کتب خانہ اسی شان و اہتمام سے قلعۂ معلیٰ ہی میں تھا۔ لیکن ریاست کے راجستھان میں شامل ہونے کے بعد موجودہ نواب صاحب نے اس کو قلعۂ معلیٰ سے "ہز ہائینس پیلیس نذر باغ" میں منتقل فرما دیا اور اس سے استفادہ کی عام اجازت بھی دے دی۔

اس کتب خانہ کو جب وہ قلعۂ معلیٰ کی ایک شاندار عمارت میں سجا ہوا تھا میں نے بھی دیکھا تھا۔ کتابیں الماریوں میں فن وار بڑے سلیقہ سے جمی ہوئی تھیں۔ کتابوں کی کئی فہرستیں تھیں جو جدید طرز پر ریاست کے چوتھے فرماں روا نواب **محمد ابراہیم** علی خاں بہادر کے عہد میں جناب شیخ محمد یعقوب صاحب داروغہ کی نگرانی میں تیار کرائی گئی تھیں۔ ان میں کتابوں کے نام اور فن کے ساتھ صاحب تصنیف کا بھی مختصر حال درج تھا۔ تمام کتابوں پر خوب صورت اور پھول دار کپڑے کی چولیاں چڑھی ہوئی تھیں جو مختلف رنگوں کی تھیں ہر فن کے لئے ایک قسم کی چھینٹ یا جامہ دار مخصوص تھی ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ایک خوشنما گلزار ہے جس میں مختلف رنگ و بو کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ الماریوں پر رنگین اور خوبصورت پردے آویزاں تھے اور ٹپیوں پر جو پوشش تھی وہ بھی دیدہ زیب اور خوشنما چھینٹ کی تھی

کتابوں کو پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے قبل ہی ان کے ظاہری حسن سے جو خوشگوار اثر قلب و نظر پر پڑا اس سے ایک خاص سرور حاصل ہوا۔ بہت دیر تک تو مجھے اس دلفریب نظارہ ہی سے فرصت نہ ملی اس کے بعد جب کتابوں کا مطالعہ شروع کیا تو ہر فن میں سیکڑوں نوادر نظر آئے۔ مثلاً فن وعظ میں ایک کتاب بزبان فارسی "**وصایائے بادشاہان چغتائیہ**" نظر پڑی۔ کتاب کا ہر صفحہ طلائی کام سے آراستہ تھا۔ بہترین نقش و نگار کے ساتھ خط بھی نہایت پاکیزہ تھا۔ شاہان چغتائیہ میں سے بادشاہ

[1] ٹونک کے آخری تاجدار۔ ساتویں فرماں روائے ریاست۔ متوفی [illegible]

جلال الدین محمد اکبر، نورالدین محمد جہانگیر، بادشاہ شہاب الدین محمد، شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی تصاویر بھی کتاب کی زینت تھیں

ایک اور کتاب چہار گلشن فارسی نظر سے گزری۔ کتاب کے شروع میں دو مہریں ثبت تھیں۔ ایک مربع تھی جس پر وزیرالدولہ امیرالملک نواب محمد وزیرخاں نصرت جنگ اور دوسری بیضوی تھی جس پر امیر و وزیر، محمد علی سنہ ۱۲۸۱ھ کندہ تھا۔ کتاب کا سن تصنیف سنہ ۱۱۹۵ھ درج تھا۔

فہرست اس طرح تھی۔

گلشن اول:۔ در احوال بادشاہ ہندوستان گلشن دوم:۔ در احوال صوبجات جنوبستان،
گلشن سوم:۔ در مسافت و منازل از شاہجہاں آباد دہلی
گلشن چہارم:۔ در ذکر سلاسل فقراء و درویشان ہند

ایک چوبی اور منقش صندوق میں شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا قلمی قرآن مجید تھا۔ غرض اس قسم کے سینکڑوں نوادر مخطوطات نظر سے گزرے اور کئی گھنٹے اس علمی گلزار میں گزارے جس سے دماغ کو تازگی اور بالیدگی نصیب ہوئی۔

عہد وزیری میں مولوی عبدالکریم خاں صاحب ٹونکی اس کتب خانہ کے ناظم تھے موجودہ نواب صاحب کے عہد میں مولوی صاحبزادہ احمد خاں نازش اور نواب صاحب کے مشیر سخن مولانا سید عبدالقادر خنداں یکے بعد دیگرے اس کتب خانہ کے ناظم رہے۔

سنہ ۱۹۵۵ء میں یہ کتب خانہ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیمات کی تحریک پر مرکزی حکومت نے "انڈین نیشنل لائبریری" کے لئے نواب صاحب سے خرید لیا۔ اور یہ انمول اور بے بہا ذخیرہ

ٹونک سے دھلی منتقل ہوگیا

یمین الدولہ نواب محمد علی خاں کا کتب خانہ

نواب وزیر الدولہ کے بعد دوسرا نمبر تیسرے فرماں روا نواب محمد علی خاں بہادر کے کتب خانہ کا ہے جو ایک عرصے تک "کتب خانہ سعیدیہ" کے نام سے مشہور تھا۔ اور اب ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک کے نام سے موسوم ہے [۱]

یہ کتب خانہ بھی اپنے بیش بہا نوادر اور مخطوطات کے اعتبار سے بڑا قیمتی اور بے نظیر ہے اس نے ریاست کے بڑے اہم دور دیکھے ہیں۔ اور یہ خود بھی اپنی نشو و نما میں بڑی بڑی دشوار گزار منزلوں سے گذرا ہے۔ مختلف آزمائشوں سے دو چار ہوا ہے۔ اس کے عروج و زوال کی کہانی بڑی درد انگیز اور عبرت خیز ہے اس نے شہر یاری بھی کی ہے اور مسافرت و غربت کی کٹھن منزلیں بھی طے کی ہیں۔ یہ شاندار محلوں اور عالی شان ایوانوں میں نہایت عزت و احترام سے سجایا بھی گیا ہے اور بے بسی و کس مپرسی کی حالت میں شکستہ اور ویران عمارتوں میں بھی پڑا رہا ہے۔

اس کتب خانہ کی داغ بیل جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا یمین الدولہ نواب محمد علی خاں بہادر نے ڈالی تھی۔ نواب محمد علی خاں، وزیری علما و فضلاء کے سائے میں پلے بڑھے تھے حکومت و ریاست کے ساتھ ساتھ دین داری اور علم و فضل بھی آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ علوم دینیہ میں کامل دست گاہ یمین الدولہ کو حاصل تھی اور ان کا شمار اس زمانے کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ زمانۂ ولیعہدی ہی سے تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے تھے۔ اس لئے مسند نشین ریاست ہوتے ہی آپ نے تصنیف

---

[۱] سنہ ۱۹۶۱ء میں ریاست کے اس قدیم سعیدیہ کتب خانہ کے قلمی ذخیرہ کو اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک کو منتقل کر کے راقم الحروف کو منتظم بنایا گیا جو ۱۹۷۸ء تک اس کی ترقی و ترویج اور فروغ کے لئے ہمہ تن مشغول رہا اور مختلف اسکیمیں پیش کرتا رہا مزید برآں انگریزی زبان میں کیٹلاگ اور ببلیوگرافی بھی کرتا رہا۔ ۴ دسمبر ۱۹۷۸ء کو حکومت راجستھان نے اس کی اہمیت اور انفرادیت کے پیش نظر اس کو ایک خود مختار ادارہ عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے نام سے بنا کر راقم کو اس کا پہلا ڈائرکٹر بنایا۔ ایڈیٹر

وتالیف کا کام سرگرمی کے ساتھ شروع کر دیا - اور ارباب علم وفن کو خاص طور پر اس اہم کام کے لئے متعین فرمایا۔

آپ کے مختصر دور حکومت میں بہت سی اعلیٰ تصانیف وجود میں آئیں اور زیور طبع سے بھی آراستہ ہوئیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم تصنیف **قرۃ العیون** ہے جس میں علوم عربیہ اور تاریخ اسلامیہ کے دقیق مسائل بڑی تحقیق وتنقید کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

قیام ریاست سے اب تک دفاتر سرکاری کی زبان فارسی تھی آپ نے اس کے بجائے اردو زبان کو حکومت کے سنگھاسن پر بٹھایا اور خاص فرمان کے ذریعہ ریاست کی سرکاری زبان، اردو کو قرار دیا۔

نواب **محمد علی خاں** اپنے دادا نواب **امیر الدولہ** کی طرح جوشیلے تھے اقتدار ملتے ہی دہلی کے غدر کے بعد انگریزوں سے اس کا انتقام لینے کی فکر میں رہتے تھے لیکن ان کے پاس سرفروش آدمیوں کی کمی تھی۔ خود ان کے قریبی لوگ انگریزوں کے وفادار تھے اور ان کے عزائم سے انگریزوں کو خبردار کرتے رہتے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تین سال اٹھ ماہ کی حکومت کے بعد ہی لاوہ کے ٹھاکروں کے قتل کے الزام میں انھیں سرغنہ قرار دے کر معزول کر کے بنارس بھیج دیا گیا۔ ؎

گرا جو دامن گلچیں میں گل ذرد کے کہا　　　کہ میری جان کا دشمن تھا رنگ دبو میرا

بنارس پہنچ کر نواب **محمد علی خاں** نے اپنی تمام توجہ تصنیفی وتالیفی کاموں کی جانب پھیر دی۔ ٹونک سے رخصت ہوتے وقت وہ اپنے تمام ندماء، علماء اور ذخیرۂ کتب کو اپنے ساتھ بنارس لے گئے۔ وہاں آپ نے **الاصلاح** کے نام سے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔

جب آپ **بنارس** پہنچے تو چیدہ چیدہ کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ آپ کے ساتھ تھا جس میں آئے دن نئی نئی اور نادر ونایاب کتابوں کا اضافہ فرماتے رہے اس طرح مختلف علوم وفنون کی نفیس اور نادر

قلمی کتابوں کا ایک بیش بہا خزانہ آپ کے کتب خانہ میں جمع ہو گیا۔

بنارس میں کتب خانہ کی نگرانی جن حضرات کے سپرد تھی۔ ان میں محمد امین خلف فتح اللہ ملیح آبادی، منشی ظہور اللہ خاں، منشی احمد زماں خاں نصیر آبادی، منشی سید محمد صدیق اور مولوی عبدالکریم خاں صاحب ٹونکی کے اسماء قابل تذکرہ ہیں۔

مولوی عبدالکریم خاں صاحب کتب خانہ کی نظامت کے عہدے پر فائز تھے اور اس سے قبل وزیر الدولہ بہادر کے کتب خانہ قلمی کی بھی نگرانی فرما چکے تھے۔

منشی محمد صدیق کی نگرانی میں کتابوں کی فہرستیں تیار ہوتی تھیں اور سلیقے سے فن وار ترتیب دیا جاتا تھا۔ ایک جماعت نادر و کمیاب کتب کی نقلیں کرنے کے لئے متعین تھی۔

نواب محمد علی خاں معزولی کے بعد تیس سال تک حیات رہے ۱۸۹۶ء میں بنارس ہی میں انتقال کیا۔ تاریخ ٹونک میں مولوی سید اصغر علی آبرو لکھتے ہیں

"حضور مغفور (محمد علی خاں) کا تیس سال تک بنارس میں قیام رہا۔ اس قیام کی مدت میں بڑے بڑے کام رفاہِ عام و انتفاع عوام جاری فرمائے ایک عالیشان مسجد ساٹھ ہزار روپے کی لاگت سے بنوائی۔ مدرسہ علوم اسلامیہ کی بنا ڈالی مدرسین لائق و فائق معقول تنخواہ کے ملازم رکھے۔ طلبہ کے وظائف مقرر فرمائے شبانہ روز علماء کی صحبت اہل علم سے رغبت کتب دینیہ کا شوق، قال اللہ، قال الرسول کا ذوق پیرامون خاطر عاطر تھا۔ اکثر عمدہ عمدہ کتب دینیہ مفید عام تصنیف فرمائیں اور ہزار ہا روپے کے صرف سے چھپوائیں۔ اور بغرض حصول ثواب مجتبی غربا، طلباء اور ہر ایک اہل طلب کو مفت تقسیم کیں" (ص ۲۲۹)

یمین الدولہ کے انتقال کے بعد یہ کتب خانہ بنارس سے ٹونک منتقل ہوا اور بطور ترکہ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں کو ملا، صاحبزادہ صاحب یمین الدولہ کے تیسرے فرزند تھے۔ اور ایک عرصہ سے اپنے پدر بزرگ

کے سائے میں بنارس ہی میں اقامت گزیں رہے تھے۔ یہ بھی علم دوست اور علم وفن کے قدرداں تھے آپ نے اپنی وہ عالی شان کوٹھی جو بازار علی گنج میں ہے کتب خانے کیلئے مخصوص کردی اور مطالعہ کرنے والوں کے لئے خاص انتظام کیا تھا جو عملہ بنارس میں کتب خانہ پر متقرر تھا۔ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں اس کو بھی کتب خانہ کے ساتھ ٹونک لے آئے تھے اور ان کی تنخواہیں اپنی جیب خاص سے ادا کرتے تھے۔

صاحبزادہ صاحب نے بھی اپنے ذاتی شوق سے اس کتب خانہ میں کافی کتابوں کا اضافہ کیا دیوان مولوی شمس الدین صاحب (جن کا محلہ کالی پلٹن میں گھیر مشہور ہے) عربی فارسی کے جید عالم تھے۔ اور ٹونک کے عمائدین وارکین سلطنت میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے پاس کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا جو ایک مستقل کتب خانہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

اس کتب خانہ میں بھی مختلف فنون کی کتابیں تھیں جن میں نوادر بھی تھے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ کتب خانہ بھی یمین الدولہ کے کتب خانہ میں شامل کر دیا گیا۔

بعض واقف کار حضرات کا بیان ہے کہ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں نے دیوان جی کا کتب خانہ خرید لیا تھا۔ اور بعض لوگ اس کی تردید کرتے ہیں۔ بہرحال شمولیت کی نوعیت کچھ بھی ہو۔ یہ امر واقعہ ہے کہ وہ کتب خانہ بھی اس میں شامل ہوا۔

ایک اور کتب خانہ جو مولوی عبدالحق صاحب ٹونکی کا ذاتی تھا۔ ان کی وفات کے بعد اسی کتب خانہ میں وقف کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں ٹونک کی راجستھان میں شمولیت کے بعد جب یہاں کا محکمہ شریعت ختم ہو گیا۔ تو اس کا کتب خانہ بھی جس میں زیادہ تر فقہ، حدیث اور تفسیر کی کتابیں تھیں حکومت راجستھان نے اسی کتب خانہ میں منتقل کر دیا۔ اسی طرح یہ کتب خانہ کئی کتب خانوں کا جامع ہو گیا۔

صاحبزادہ عبدالرحیم خاں کی وفات ۱۹۲۱ء میں ہوئی ان کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ

جو اس وقت عبدالرحیم خاں کے کتب خانہ کے نام سے مشہور تھا۔ ان کے فرزندوں صاحبزادہ عبدالسمیع خاں اور صاحبزادہ مولوی عبدالمنعم خاں کی ملک میں منتقل ہو گیا۔ اور صاحبزادہ عبدالسمیع خاں اس کی نگرانی و سرپرستی فرماتے رہے۔

کچھ عرصہ بعد جب صاحبزادہ عبدالسمیع خاں نے رحلت کی تو صاحبزادہ عبدالمنعم خاں اور صاحبزادہ عبدالسمیع خاں کے فرزند عبدالبصیر خاں کے درمیان کتب خانہ کے سلسلہ میں نزاع ہو گیا رفع نزاع کے لئے چوتھے فرماں روا نواب محمد ابراہیم علی خاں بہادر نے اس کی نگرانی اور انتظام صاحبزادہ محمد اسحاق خاں بہادر ممبر کونسل ریاست کے سپرد کر دیا جو صاحبزادہ عبدالرحیم خاں کے بھائی بھی تھے۔

صاحبزادہ محمد اسحاق خاں بہادر نے اس نزاع کو دور کرنے کے لئے یہ تجویز پیش کی کہ کتب خانہ کو چچا بھتیجوں میں تقسیم کر دیا جائے لیکن صاحبزادہ عبدالمنعم خاں نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا۔ اور کتب خانہ پر بدستور ممبر صاحب کونسل کا انتظام بحال رہا یہاں تک کہ نواب محمد ابراہیم علی خاں خلد آشیاں ہو گئے۔ اور ۱۹۳۰ء میں ان کے فرزند نواب سعادت علی خاں مسند ریاست پر متمکن ہوئے

نواب سعادت علی خاں نے اپنے جد امجد نواب محمد علی خاں کی صحبت میں بنارس میں اکتساب علوم کیا تھا۔ والئ ریاست ہونے کے بعد بھی ان کا یہ علمی ذوق باقی رہا اور قیام بنارس ہی سے اس کتب خانہ کے حصول کی فکر میں تھے۔

اسے حسن اتفاق کہئے کہ ایک مرتبہ نواب صاحب کو کسی کتاب کے مطالعہ کی ضرورت پیش آئی کتب خانہ سے اس کتاب کے آنے میں غیر معمولی تاخیر ہوئی اس دشواری کو محسوس کر کے نواب صاحب نے اس کتب خانے کو "کوٹھی صاحبزادہ عبدالرحیم خاں" سے باغ عرب صاحب کی کوٹھی میں ۱۹۳۲ء میں منتقل فرما دیا۔ اور اس کی نگرانی توشہ خانہ خاص کے سپرد فرما دی۔ اور مہتمم توشہ خانہ مرزا محمد بیگ صاحب مرحوم کو اس

کتب خانے کا ناظم مقرر فرمایا۔ اور کتب خانہ کے عملہ کی تنخواہیں توشہ خانہ سرکاری کے بجٹ سے دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

اس وقت اس کتب خانہ میں منشی رحمت اللہ خاں اور منشی فخر الزماں خاں بحیثیت کارکن کام کر رہے تھے۔ تقریباً آٹھ سال یہ کتب خانہ عرب صاحب کی کوٹھی میں رہا لیکن چونکہ یہ عمارت شہر سے دور پڑتی تھی، مطالعہ کرنے والوں کو آنے جانے میں دقت ہوتی تھی اور وہ جگہ بھی کچھ ویران سی تھی۔ اس لئے نواب سعادت علی خاں مرحوم کے حکم سے ٹونک کی عالی شان کوٹھی "ناتمام" میں منتقل ہو گیا۔

یہ کوٹھی ہز ہائنس پیلس نذر باغ سے متصل نال کوڑہ پر نواب ابراھیم علی خاں بہادر کی تعمیر کردہ ہے۔ نواب صاحب موصوف ٹونک میں تعمیر کے باب میں اپنے وقت کے شاہجہاں تھے۔ ٹونک کی اکثر قابل دید عمارتیں ان ہی کی تعمیر کردہ ہیں۔

سنہ ۱۹۴۶ء میں نواب سعادت علی خاں نے اس کتب خانہ کو کتب خانہ سعیدیہ کے نام سے ریاست کو دے دیا۔ اور اس کا تعلق محکمہ تعلیمات ریاست سے کر دیا۔

محکمہ تعلیمات نے اس کی ترقی و توسیع کے لئے اپنے بجٹ میں ایک خاص رقم منظور کی اور صاحبزادہ عبدالعلیم صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی کو لائبریرین کے عہدہ پر فائز کیا۔ اور اس کے عملہ میں بھی اضافہ کیا۔

صاحبزادہ عبدالعظیم خاں صاحب نے اپنے زمانہ میں کتب خانہ کی جدید ترتیب کا کام شروع کیا۔ اور اپنے معاون کے طور پر مولانا محمد عمران خاں کی خدمات حاصل کیں اور بحیثیت نائب ناظم ان کا تقرر فرمایا۔

مولوی محمد عمران خاں ایک جوان صالح اور عالم دین ہیں آپ نے اپنے ذاتی شوق اور علمی ذوق کی بنا پر بڑی محنت اور جانفشانی سے اس نایاب اور انمول علمی ذخیرہ کو جو امتداد زمانہ سے کس مپرسی کے عالم میں پڑا تھا۔ بڑی حسن و خوبی سے آراستہ کیا۔ کئی فہرستیں تیار کیں۔ کتابوں پر از سر نو نمبر اندازی کی۔ اور فن وار ان کی جدید تقسیم و تنظیم کی۔ ہر فن کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں مرتب کیں۔ مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب کے علیحدہ سیکشن قائم

کئے قلمی نوادر و مخطوطات کی خود وضاحتی فہرستیں ترتیب دیں جن میں کتاب کے نام کے ساتھ ساتھ مصنف کا نام، اس کے مختصر حالات، کتاب کا موضوع، سن کتابت، اور اس کی اہمیت، غرض کہ جملہ ضروری معلومات درج کیں۔

۱۹۵۵ء میں جب ناتمام کوٹھی میں گورنمنٹ انٹر کالج قائم کردیا گیا تو پھر اس غریب کتب خانہ کو محل بدر ہونا پڑا اور وہاں سے صاحبزادہ محمد حیات خاں کی حویلی (دانتہ علی گنج) میں منتقل کیا گیا۔ لیکن یہاں بھی اسے قرار و قیام نصیب نہ ہوا۔ اور ابھی ایک سال اور کچھ ماہ ہی گزرے تھے کہ جولائی ۱۹۵۶ء میں یہاں سے بھی رخت سفر باندھنا پڑا۔ اور وہ بازار علی گنج کی نوتعمیر اسمٰعیل بلڈنگ میں پہنچ گیا۔ اب دیکھئے یہاں کب تک رہتا ہے۔ یہ جگہ وسط شہر میں ہے۔ اور بہت ہی مناسب ہے اگرچہ وسعت اور کشادگی کے لحاظ سے کتب خانہ کے لئے بہت ہی ناکافی ہے۔

تشکیل راجستھان کے بعد اس کتب خانہ کا تعلق محکمہ تعلیمات راجستھان سے ہو گیا ہے صاحبزادہ شوکت علی خاں ایم اے لائبریرین کے عہدہ پر فائز ہیں جن کی دیدہ ریزی سے کتب خانہ میں شان و شوکت کی ایک نئی بہار آگئی ہے۔

محکمہ تعلیمات راجستھان نے کتب خانہ کے ساتھ ایک ریڈنگ روم کا بھی اضافہ کردیا ہے روزانہ اخبار اور ماہانہ رسائل جاری ہیں جن میں زیادہ تعداد ہندی رسائل و اخبارات کی ہے۔

جنوری ۱۹۵۷ء میں نادر مخطوطات کی تحقیقات کے سلسلہ میں مصری علماء کا ایک وفد حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی نشان دہی پر ٹونک آیا تھا۔ اس وفد نے چار روز تک اس کتب خانہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور تقریباً تین سو کتابیں دیکھیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل اکیس مخطوطات کا جو اپنی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے نایاب تھے عکس لیا تھا۔

لہ ٹونک میں انٹر کالج ۱۹۵۵ء میں بنا تھا لیکن کتب خانہ ۱۹۵۶ء میں یہاں سے منتقل کیا گیا تھا۔

۱۔ تلقیح فہوم الاثر (اسماء الرجال)

یہ نسخہ مصنف کے زمانہ سے قریب کا لکھا ہوا ہے۔ قدیم نسخہ ہے اول صفحہ پر طلاکاری ہے یہ نسخہ مختلف شاہی کتب خانوں میں رہ چکا ہے۔

۲۔ فہرست ابن ندیم قلمی (تاریخ علوم)

یہ نسخہ ناقص ہے اور آٹھویں یا نویں صدی کا مکتوبہ ہے تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ خضر ابن عبداللہ جو کہ یحییٰ جوہری کے پوتے ہیں، کاتب ہیں

۳۔ فہرست مؤلفات سیوطی (فہرست)

۴۔ مرأة الجنان وعبرة الیقظان (〃)

۵۔ غریبین (لغت)

۶۔ قواعد المطارحہ (ادب عربی)

یہ نسخہ قدیم ہے اور غالباً اب تک طبع نہیں ہوا ہے۔

۷۔ شرح الحماسہ للخطیب تبریزی (ادب)

چھٹی یا ساتویں صدی کا لکھا ہوا ہے۔ اگرچہ یہ کتاب چھپ چکی ہے مگر یہ نسخہ قدیم اور نادر ہے۔

۸۔ شمس العلوم (لغت)

یہ نسخہ اگرچہ طبع ہو چکا ہے مگر یہ نسخہ نہایت صحیح، نادر اور قیمتی ہے آٹھویں صدی کا لکھا ہوا ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مصر میں ہے جو مصنف کے بیٹے کے پاس رہا ہے۔

۹۔ تحفة الکرام (سیر)

یہ نسخہ مختلف خطوں کا لکھا ہوا ہے

۱۰۔ قواطع الادلہ (اصول فقہ)

اس کتاب کا واحد نسخہ استنبول میں ہے۔ اصول فقہ کی نہایت معتبر کتاب ہے۔

۱۱۔ مصنف عبدالرزاق

اگرچہ یہ نسخہ قریب زمانہ کا مکتوب ہے مگر اس وجہ سے نادر ہے کہ اس کے صرف دو نسخے اور ہیں ایک استنبول کے کتب خانہ میں اور دوسرا مکہ شریف میں۔ یہ نسخہ مکہ شریف سے نقل کرایا گیا ہے۔

اس نسخہ کے بارے میں مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اپنی کتاب "نظام تعلیم و تربیت" میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"ریاست ٹونک کے ایک امیر مرحوم عبدالرحیم خاں کے کتب خانہ میں مصنف عبدالرزاق (متن حدیث کی نادر معتبر کتاب) کے ایک نسخہ کی نقل عرب سے خرید کرائی تھی اس وقت کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ عرب میں مصنف کا جو نسخہ ملا تھا وہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ ہی کے کتب خانے سے منتقل ہو کر عرب پہنچا تھا غالباً شاہ صاحب کی مہر یا دوسری علامات اس پر موجود تھیں"

(ص ۳۳)

۱۲۔ حاوی الارواح (وعظ)

یہ نسخہ مصنف کے زمانہ قریب کا لکھا ہوا ہے ۔۔۔ھ میں یہ نسخہ بعلبک میں لکھا گیا ہے۔ اول و آخر صفحہ پر ایک مہر ثبت ہے

۱۳۔ وفیات الاعیان (طبقات و تراجم)

یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے مگر یہ نسخہ قدیم ہے اور مصنف سے ایک صدی بعد کا لکھا ہوا ہے۔ اول صفحہ پر نواب وزیرالدولہ اور محمد علی خاں کی مہریں ثبت ہیں۔ محمد بن احمد بن ناصر بن سلیمان کاتب ہیں۔

۱۴۔ زاد المسیر (تفسیر)

یہ کتاب ابھی تک نہیں چھپی ہے۔ یہ نسخہ نہایت صحیح اور نادر ہے مصنف سے تقریباً پچاس سال بعد

کا لکھا ہوا ہے ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی القریشی التیمی البکری البغدادی الفقیہ الحنبلی الواعظ الملقب بہ جمال الدین الحافظ (م ۵۵۰ھ)[1] کی تصنیف ہے یہ نسخہ ۶۵۶ھ میں کسی صاحب کے پاس رہا ہے جن کا نام پڑھنے میں نہیں آتا۔ اول صفحہ طلائی کام سے آراستہ ہے۔

۱۵۔ تدخیص[2] (تفسیر)

بہت قدیم نسخہ ہے مصنف کے زمانہ حیات کا لکھا ہوا ہے۔

۱۶۔ جامع ابن بیطار (طب)

نسخہ نہایت قدیم ہے

۱۷۔ ایجاز البیان لمعانی القرآن (تفسیر)

نادر نسخہ ہے یہ تفسیر نجم الدین ابوالقاسم محمود بن ابی الحسن النیشاپوری الغزنوی کی تصنیف ہے مصنف نے یہ کتاب شہر خجند میں تصنیف فرمائی ہے۔ کتابت قدیم طرز کی ہے۔

۱۸۔ آداب الصوفیہ (تصوف)

یہ نسخہ آٹھویں یا نویں صدی کا مکتوبہ ہے۔

۱۹۔ النفس الیمانی والروح الریحانی تا ارشاد الی مہمات علم الاسناد

یہ سات رسالے ایک جلد میں مجلد ہیں اور اس میں مختلف علماء کی اجازتیں اور حالات ہیں امام شوکانی کی بھی اجازت حدیث ہے

۲۰۔ تاریخ ابن حجر

۲۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث)

یہ نسخہ مختلف خطوں میں مکتوب ہے۔ جدول شنگرفی آخر سے ناقص ہے اس وجہ سے کاتب کا نام اور تاریخ درج نہیں ہے

ل۱ ۵۹۷ھ ۱۲۰۱ء ، کتابت کی غلطی ہے ، ۵۵۰ھ لکھ دیا گیا۔ ل۲ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو [illegible]

فائدہ مند محدرث دعبدالمطلب نے کتبخانہ کے رجسٹر پر عربی زبان میں حسب ذیل تاثرات تحریر کئے ہیں

"میں ٹونک کا کتب خانہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس لئے کہ میں نے یہاں قلمی کتابیں اور نفیس نادر نسخے پائے۔ اور کارکنان کتب خانہ نے بھی میری بہت مدد کی مجھے امید ہے کہ یہ کتبخانہ اپنا اصلی مقام حاصل کرے گا اور قلمی کتابوں کی طرف خاص طور پر توجہ کی جائے گی۔"

مذکرہ بالا نوادر مخطوطات کے علاوہ اور بھی سینکڑوں نادر اور نایاب کتابیں ہیں ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے چند مخطوطات کا اور تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ شرح شمائل

مولانا عصام الدین ابراہیم بن محمد الاسفرائنی (م ۹۴۳ھ)

۲۔ الخیر الکثیر اور التفہیمات

شاہ ولی اللہ صاحب کے یہ دونوں رسالے ایک مجموعہ میں نہایت پاکیزہ خط میں لکھے ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں چھپ چکے ہیں لیکن حضرت شاہ صاحب کے پہلے مسودے سے منقول ہونے کے باعث چھپ جانے کے باوجود ان کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے۔ مجموعہ کے سر ورق پر یہ عبارت ہے

مجموعہ کے سر ورق پر یہ عبارت ہے۔

"تفہیمات حضرت قدوۃ العلماء مولوی شاہ ولی اللہ صاحب منقول از مسودۂ اول قلمی خط فارسی کاغذ سفید، در کتبخانہ یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خاں بہادر دام اقبالہٗ والی ٹونک در ۱۲۹۰ھ داخل گردید۔"

اس عبارت کے ذیل میں دو مہریں ثبت ہیں ایک مہر محمد علی خاں کی دوسری وزیر الدولہ کی

۳۔ کثیر الفوائد فی تصریح و توضیح امثال القرآن

اس کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ امثال القرآن کے موضوع پر یہ بہترین کتاب ہے چھوٹی تقطیع کے ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے ۔ سنہ ۱۲۰۸ھ سن تصنیف ہے۔

۴- حاشیہ مشکوٰۃ (عربی)

مصنف کا نام عطاء اللہ بن فضل شیرازی نیشاپوری المعروف بہ جمال حسنی ہے۔ یہ نسخہ بخط عربی خوشخط ہے۔ اول صفحہ مطلا اور جدول آسمانی ہے۔

۵- لمعات التنقیح علی مشکوٰۃ المصابیح

للشیخ عبدالحق حنفی المحدث الدہلوی (م ۱۰۵۲ھ) - یہ نسخہ قدیم الخط دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد نہایت خوشخط خفیف سی کرم خوردہ، جلد دوم بادامی مجدول شنگرفی و سیاہی۔

پہلے ورق کے صفحہ پر یہ عبارت ہے

حاجی عبداللہ خلیفہ شیخ عبدالرزاق بن شیخ امام الدین قادری - اور یہ مہر ثبت ہے [شیخ عبدالقادر]

۶- لباب الاصول فی اصول الحدیث

یہ عربی میں اصول حدیث میں مختصر رسالہ ہے

۷- اسئلۃ القرآن

یہ کتاب محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی (م ۶۶۶ھ) کی تصنیف ہے۔

۸- غریب القرآن المسمیٰ بہ نزہۃ الخاطر و سرور الناظر

للامام اللغوی فخر الدین محمد بن علی النجفی الطریحی - یہ نسخہ بھی نہایت قدیم الخط ہے۔

۹- مجموعہ رسائل حجۃ الاسلام سیدنا اسمٰعیل شہید

۱۰- طیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح

یہ علامہ حسین بن عبداللہ بن محمد الطیبی (م ۷۴۳ھ) کی نہایت معتبر تصنیف ہے۔ کتابت نہایت اعلیٰ ہے
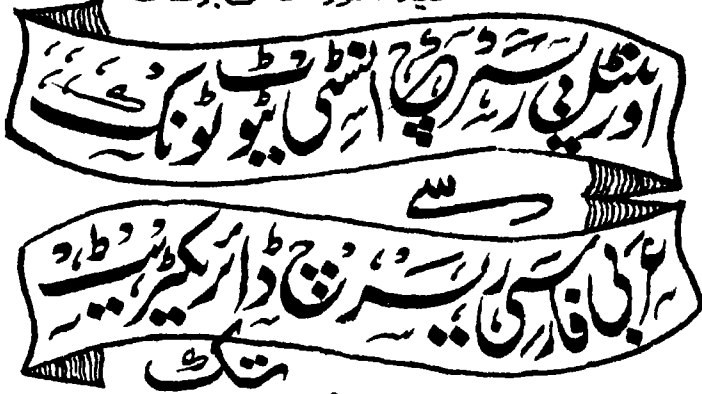
یہ ایک لمبی کہانی ہے اور صبر آزما لیکن دلچسپ و شیریں داستان - بہرحال اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ علوم عربی و فارسی کے محققین و طالبین کا ایک دیرینہ اہم مطالبہ حکومت راجستھان نے فراخدلی کے ساتھ منظور کر لیا - اور ٹونک کے اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کو بلا شرکت غیرے ایک آزاد اور با اختیار عربی فارسی ریسرچ ڈائرکٹریٹ بنا کر علوم عربی و فارسی کے تحفظ و ترقی کے اسباب فراہم کر دیئے -

حکومت راجستھان کے اس تاریخی کارنامہ اور مستحسن اقدام کو نہ صرف راجستھان کے علمی حلقوں نے سراہا ہے بلکہ عربی و فارسی کی پوری برادری نے قدر و ستائش کی نظر سے دیکھا ہے - اردو، ہندی اور انگریزی اخبارات میں اس کے قیام کی خبریں جب سے شائع ہوئی ہیں ملک کے اہل علم اور ارباب دانش کی طرف سے تعریف و توصیف کی جا رہی ہے - اور اس عمل کو حکومت کی وسیع النظری اور علم دوستی سے تعبیر کیا جا رہا ہے

پھر یہ کہ اس ادارہ کے قیام کے لئے حکومت کا ٹونک ہی کو منتخب کرنا نہ صرف ایک صحیح فیصلہ قرار دیا جا رہا ہے - بلکہ "حق بہ حقدار رسید" کا مصداق تسلیم کیا جا رہا ہے -

ٹونک کو ہمیشہ سے عربی و فارسی علوم سے ایک خاص تعلق اور مناسبت رہی ہے اور آج بھی یہاں عربی فارسی تعلیم کے باقاعدہ مدارس و مکاتب قائم ہیں اور ایسے افراد بھی بکثرت ہیں جنہیں عربی فارسی علوم میں درک

ومہارت حاصل ہے وہ دوسری زبانوں سے تعلق رکھنے والے ریسرچ اسکالرس کی تفہیم و ترجمہ میں پوری پوری مدد کر سکتے ہیں۔ یہاں کے ادبی ماحول اور علمی فضلا سے وہ خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہاں کی پر سکون شور و ہنگاموں سے دور، فضا مطالعے کے لئے اور خاص طور پر تحقیقی و علمی کام کرنے کے لئے بڑی ہی سازگار فضا ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہاں ایسے ذاتی اور نجی کتب خانوں کی آج بھی کثرت ہے جن میں حوالجاتی مواد اور معلوماتی میٹر اسکالرس کو کافی مل سکتا ہے۔ نیز ایسے ٹھکانے بھی ہیں جن میں بہت سا دستاویزی اور تاریخی ریکارڈ موجود و محفوظ ہے۔

یہاں کے دفاتر میں ریاستی دور کے قدیم ریکارڈ میں اب بھی ہزاروں کی تعداد میں فارسی تحریریں، احکامات قوانین، دستاویزات اور شاہی و نوابی فرامین کی ایسی نقول پائی جاتی ہیں جو تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے بڑا مفید اور اہم مواد فراہم کرتی ہیں۔

خود یہ ادارہ، یہ کتب خانہ، یہ انسٹی ٹیوٹ جو اب **عربی فارسی ریسرچ ڈائریکٹریٹ** بن چکا ہے اپنے نادر الوجود ذخیرۂ کتب کے لحاظ سے دنیا کے مشہور ترین اور تاریخی اہمیت کے حامل ذخیرۂ کتب میں سے ایک ہے۔ جو ۲۱ سال سے حکومت راجستھان کے محکمۂ تعلیم سے وابستہ ہے

یہ نادر الوجود کتبخانہ اور یہ انمول مخطوطات کا ذخیرہ دراصل والیان **ٹونک** کا جمع کردہ ہے آج سے پورے ایک سو سال پہلے ریاست **ٹونک** کے تیسرے حکمراں نواب **محمد علی** خاں صاحب نے اپنے ذوق علمی کی بدولت زر کثیر صرف کر کے اس سرمایۂ علمی کو جمع کیا تھا جس میں بعد کے آنے والے حکمراں اضافہ کرتے رہے۔ اس وقت اس کتب خانہ میں ہزار ہا ہزار کی تعداد میں مطبوعہ کتابیں بھی تھیں۔ لیکن ۱۹۶۱ء میں حکومت راجستھان نے دو حصوں میں تقسیم کر کے مطبوعات کے ذخیرے کو اس سے الگ کر دیا۔ وہ مطبوعہ ذخیرہ آج **سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک** میں محفوظ ہے اور ارباب

علم اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں

اس قلمی ذخیرے اور انسٹی ٹیوٹ کا تعلق وزارت تعلیم حکومت راجستھان نے جودھپور میں قائم شدہ اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سے کر دیا۔ اور یہ اس وقت سے ۴ر دسمبر ۱۹۷۰ء تک اسی کی ایک شاخ کی حیثیت اختیار کئے رہا۔ اور اس میں کوئی خاص قابل ذکر ترقی نہیں ہوئی۔ صرف ایک افسر انچارج ایک چوکی دار اور ایک چپراسی اس اہم اور قیمتی ادارے کا اسٹاف تھا۔

البتہ پچھلے تین سال سے اہل علم اور ارباب دانش کے پیہم اور مسلسل مطالبہ پر حکومت (کانگریس) نے اس کی اہمیت کا احساس کرکے اس کی جانب توجہ کرنی شروع کی تھی

سابقہ حکومت راجستھان کے وزیر تعلیم جناب سید فاروق حسن صاحب کو جب ٹونک اور راجستھان کے ارباب علم نے اس ادارے سے متعارف اور اس کی اہمیت وافادیت سے واقف کرایا تو انھوں نے نہ صرف اہل علم کے مطالبے پر سنجیدگی اور ہمدردی سے غور کیا۔ بلکہ وہ عملی طور پر بھی اس کے تحفظ و ترقی کی جانب مائل ہوئے۔

سب سے پہلے انھوں نے اس کو وسعت دینے اور اس کے ذخیرۂ کتب میں اضافہ کرنے کے لئے راجستھان اور ہندوستان کے ارباب دانش کی تجویز پر راجستھان کے دوسرے شہروں جے پور، بھرت پور، اودے پور، جھالاواڑ، اور الور میں تھوڑی تعداد میں جو قلمی مخطوطے کس مپرسی اور خستہ و بیکار حالت میں سرکاری لائبریریوں میں پڑے ہوئے تھے۔ اور دیمک اور کیڑوں کی غذا بن رہے تھے ان کو ٹونک کے اس ادارے میں منتقل کرایا تاکہ اس انمول و نادر ذخیرۂ کتب سے بھی (جو ان شہروں میں ردی کی حالت میں پڑا ہوا ہے) ارباب علم و تحقیق فائدہ اٹھا سکیں۔ اس طرح اس کو پورے صوبہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہو جائے۔

حکومت راجستھان کے حکم سے یہ عظیم اور اہم کام تو چند ماہ کے عرصہ میں انجام پاگیا۔ کہ وہ تمام مخطوطات جو راجستھان کے مختلف شہروں کی سرکاری لائبریریوں میں بکھرے پڑے تھے۔ یک جا ہو گئے۔ لیکن سابقہ

ذخیرۂ کتب اور نادر اس نو وارد ذخیرے کی شیرازہ بندی، ان کی حفاظت اور ان کی تہذیب و ترتیب کے سائنٹی فک ذرائع، ان کے افادہ کو عام کرنے اور ریسرچ اسکالرس کے لئے سہولیات فراہم کرنے کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ بنا رہا۔ کیونکہ جس صوبائی شعبے یعنی اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ جودھپور سے اس کا تعلق تھا۔ اس کے قیام کا مقصد اگرچہ مشرقی زبانوں اور علوم و فنون کی ترقی و حفاظت ہی تھا۔ اور اردو فارسی اور عربی مشرقی زبانیں ہی ہیں لیکن اس کا عملہ اس کے اعلیٰ آفیسر اور اس کے ذمہ دار کارکن عربی فارسی زبانوں سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے اس سرمایۂ علمی کی قدر و اہمیت اور افادیت سے ناواقف تھے۔ اور ان کی تمام تر توجہ سنسکرت اور ہندی زبانوں کے تحفظ و ترقی اور اس کی توسیع و اشاعت میں ہی صرف ہو رہی تھی

پھر یہ کہ ٹونک اور جودھپور کا فاصلہ بھی اس کی ترقی میں حائل تھا۔ اور یہ گمنامی کی زندگی گزار رہا تھا۔

نظر بہ حالات ارباب علم اور اصحاب دانش نے وزارت تعلیم حکومت ہند کو اپنی تجاویز اور وفود کے ذریعہ اس کی طرف توجہ دلائی۔ اور محترم فاروق حسن صاحب نے سرکاری طور پر اس وقت کے وزیر تعلیم محترم جناب پروفیسر نور الحسن صاحب سے درخواست کی۔ کہ وہ ٹونک تشریف لا کر اس عزیز الوجود اور نادر ذخیرۂ کتب کو بچشم خود ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس کی حفاظت و ترقی کے لئے نہ صرف اپنے گراں قدر مشوروں سے مستفید فرمائیں بلکہ سرکاری سطح پر اس کی بقاء اور ترقی کے سلسلے میں کوئی مؤثر عملی قدم بھی اٹھائیں۔

محترم نور الحسن صاحب نے جو خود بھی ایک ماہر تعلیم اور صاحب نقد و تحقیق مصنف ہیں۔ اور ایسے علمی اداروں کے تحفظ اور ترقی کے خواہاں۔ بخوشی وزیر تعلیم راجستھان کی درخواست منظور کی ۱۰ فروری سنہ ۱۹۷۶ء میں ٹونک تشریف لا کر اس اہم ادارہ کے ذخیرۂ کتب کو

ملاحظہ فرمایا۔ اور اس کی تاریخی و علمی اہمیت، ندرت اور قدامت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کتب خانے کو "رضا لائبریری رامپور" سالار جنگ میوزیم حیدرآباد اور خدا بخش لائبریری پٹنہ کے مماثل قرار دیا۔

اس کے ساتھ ہی اس کے تحفظ و ترقی کی جانب صوبائی حکومت کو پرزور الفاظ میں ہدایت کی اور توجہ دلائی۔ نیز اس ادارہ کے افسر انچارج جناب صاحبزادہ شوکت علی خاں کی صلاحیت، سلیقہ اور باوجود نامساعد حالات اور عدم وسائل کے برائے نام اسٹاف ہی سے اس کو خوش اسلوبی سے مرتب کرنے اور منظم رکھنے کی بڑے حوصلہ افزا انداز میں تعریف و تحسین کی اور مرکزی حکومت کی طرف سے ہر ممکن امداد کا وعدہ بھی فرمایا۔

یہ امر واقعہ ہے کہ نور الحسن صاحب کی تشریف آوری اور توجہ فرمائی سے اس کتب خانے کے دلدر دور ہوئے۔ اس کی قسمت کا ستارہ چمکا اور یہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوا۔

صوبائی حکومت کو بھی اب اس کی اہمیت کا احساس ہوا۔ اس کے اسٹاف میں اس نے فوری طور پر ایک سرور سی انوار النساء نادرہ کا اضافہ کیا۔ اور اس کے افسر انچارج کو اس کی بے لوث، مخلصانہ خدمات کے صلہ میں ترقی دے کر سینیر پریزرویشن اینڈ پبلیکیشن اسسٹنٹ بنا دیا

نور الحسن صاحب نے ایفائے وعدہ کے طور پر اس ذخیرۂ کتب کے انگریزی زبان میں کیٹلاگ کے لئے ۲۵ ہزار کا ایک پروجیکٹ آئی۔سی۔ایچ۔آر سے منظور کرتے ہوئے اس کتب خانے کے سینیر پریزرویشن اینڈ پبلیکیشن اسسٹنٹ جناب صاحبزادہ شوکت علی خاں صاحب کی دلچسپی اور اعلیٰ صلاحیت کی قدر فرماتے ہوئے ان کو اس پروجیکٹ کا ڈائریکٹر مقرر فرمایا۔

اس کے ساتھ ہی اس کتب خانے کے شکستہ و خستہ نادر مخطوطات کی سائنٹفک طریقے

پرشیرازہ بندی اور جلد سازی کے لئے فوری طور پر چالیس ہزار کی رقم مرکزی بجٹ سے فی الوقت منظور کرائی نیز اس ادارے کی تاریخی اور علمی کتابوں پر تحقیقی کام کرنے اور انھیں ایڈٹ کرنے کے لئے تین اسکالرشپ این ایس ،ڈی سے منظور کرائے۔

چنانچہ مولانا حکیم سید محمد احمد صاحب عربی کی ایک نایاب تفسیر ایجاز البیان پر مولانا سید قاضی الاسلام صاحب، ٹونک کی فارسی تاریخ ہفدہ سالہ امیر، و بست سالہ وزیر پر اور راقم الحروف سید منظور الحسن برکاتی، بیگم شمرو کی منظوم فارسی سوانح حیات پر کام کر رہے ہیں۔

ادھر مقامی ایڈمنسٹریشن میں۔ اسے حسن اتفاق کہیے! یا اس ادارے کی خوش قسمتی کہ یکے بعد دیگرے جو بھی کلکٹر آئے۔ وہ جوان العمر، بیدار مغز، وسیع النظر، مدبر اور فراخ دل ہونے کے ساتھ ساتھ علم دوست، علمی اداروں کی قدر کرنے والے اور ان کی ترقی و تحفظ کا جذبۂ خیر، رکھنے والے آئے پربہ درشی ٹھاکر، اشوک کمار پانڈے، کنھیا لال کوچر، مکی ایس کمار اور ابھی مینو سنگوجی،

ان سب ہی حضرات نے (۳) کتب خانہ اور اس دانش گاہ کے تحفظ و ترقی سے بڑی دلچسپی لی اور حکومت راجستھان کو اس کی افادیت اور اہمیت سے متعارف کرایا اور اس کی ترقی و توسیع کے سلسلے میں مختلف اور متعدد اسکیمیں بنا کر بھیجیں۔ اور بتایا کہ اس ادارے سے نہ صرف ہندوستان ہی کے ریسرچ اسکالرس اور علمی و تحقیقی حلقہ استفادہ کرتا رہتا ہے۔ بلکہ کثیر تعداد میں ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک کے اسکالرس بھی مستفید ہو رہے ہیں۔

اگر اس ادارے کو ترقی دی گئی اور اسکالرس کے لئے مطلوبہ سہولیات فراہم کی گئیں تو یہ ادارہ نہ صرف حکومت راجستھان بلکہ ہندوستان کے لئے نیک نامی کا باعث بنے گا۔ اور مصر و ایران اور عرب ممالک سے ہندوستان کے روابط اور تعلقات میں اضافہ کا ایک اچھا ذریعہ ثابت ہوگا اس کے ساتھ ہی تاریخ کی بہت

سے اہم اور پوشیدہ گوشے منظر عام پر آئیں گے

دنیا دار الاسباب ہے۔ اور ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے نیز لکل عمل رجال

قدرت کو جس سے جو کام لینا ہوتا ہے اسی کو وہ برسراقتدار لے آتی ہے۔

اسی درمیان مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں انقلاب آگیا۔ اور ملک کے نظام حکومت کی باگ ڈور

کانگریس کے ہاتھ سے نکل کر جنتا پارٹی کے ہاتھوں میں آ گئی۔

حالات کے انقلاب نے کچھ دنوں کے لئے اس ادارے کی ترقی میں رکاوٹ ڈال دی لیکن ارباب

دانش، علم دوست اور اس ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک لمحہ کیلئے غافل نہ بیٹھے اور برابر اپنی جدو

جہد میں لگے رہے۔

نئی حکومت کو بھی اس قومی سرمائے کی اہمیت اور افادیت سے متعارف کرایا اور ساتھ

ہی اپنے ان مطالبات کو بھی پیش کیا جو وہ ایک عرصے سے سابقہ حکومت سے کرتے چلے آرہے

تھے۔ اور جو سابقہ حکومت کی بے اعتنائی اور عدم توجہی کے باعث ابھی تک پایہ تکمیل کو نہیں

پہنچے تھے۔

صوبائی حکومت کے وزیر اعلیٰ شری بھیروں سنگھ شیخاوت، شری جی۔ کے۔ بھانوٹ جی چیف

سکریٹری راجستھان اور ایجوکیشن منسٹر جناب بھنور لال جی شرما اور دوسرے ذمہ داران حکومت کو میمورنڈم

ارسال کئے۔ وفود بھیجے، صحیح صورت حال سے واقف کیا اور مطالبہ کیا کہ اس ادارے کو ترقی دے کر

ایک آزاد صوبائی ادارہ بنا دیا جائے۔ یا پھر اسے مرکزی وزارت تعلیم کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ ٹونک

کے اس قدیم کتب خانے کو بھی سالار جنگ میوزیم حیدر آباد، خدا بخش

لائبریری پٹنہ اور رضا لائبریری رامپور کی طرح ایک نیشنل ادارہ بنادے اور

اس کی ترقی کے لئے اس کی ضروریات کے مطابق بجٹ منظور کرے۔

دوسری طرف نئی مرکزی حکومت کے نئے وزیر تعلیم ڈاکٹر پی سی چندر (جو ایک علم دوست اور ماہر تعلیم شخصیت کے مالک ہیں) کی خدمت میں بھی میمورنڈم ارسال کئے اور اس قومی اہمیت کے مالک ذخیرۂ کتب کی اہمیت اور افادیت سے متعارف کراتے ہوئے انھیں **ٹونک** آنے اور اس علمی سرمائے کو ملاحظہ فرمانے کی دعوت دی اس سلسلہ میں **ٹونک** اور دوسرے مقامات کے ارباب علم پر مشتمل ایک وفد بھی ان کی خدمت میں پہنچا اور بہ اصرار دعوت دی۔

وزیر تعلیم نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اپنے ذوقِ علمی اور اس ادارے کی اہمیت کے پیش نظر وفد کی معروضات کو بڑی توجہ سے سنا اور وفد کی درخواست کو بڑی فراخ دلی سے منظور فرمایا۔ چنانچہ ۵ مارچ ۱۹۷۸ء کو ڈاکٹر چندر صاحب **ٹونک** تشریف لائے اور اس نادر الوجود ذخیرۂ کتب کو ملاحظہ فرمایا۔

یہاں اس وقت محترم وزیر تعلیم کے اعزاز میں ادارے کو خصوصیت سے آراستہ کیا گیا تھا اور اس کے اہم، نادر، مطلّا اور مذہب مخطوطات کی نمائش سجائی گئی تھی جس کو دیکھنے کے بعد وزیر تعلیم جناب ڈاکٹر پی سی چندر صاحب بہت متاثر ہوئے۔ اور اس کی اہمیت کا احساس اور اسے ترقی دینے کا عزم لے کر واپس ہوئے۔

فوری طور پر وزیر تعلیم نے مرکزی وزارت تعلیم سے اس کے فرنیچر وغیرہ کے لئے پانچ ہزار روپے کی امداد ارسال فرمائی۔ اور دو اسکالرشپ منظور کئے۔

چنانچہ مولوی جمیل احمد صاحب (ایم۔اے) فارسی پر، اور مولوی صلاح الدین **قمر مرادآبادی** **واردات** فارسی پر کام کر رہے ہیں۔

مرکزی وزارت تعلیم نے صوبائی حکومت کو بھی اس ادارے کی اہمیت کے پیش نظر اس کی ترقی کے بارے میں توجہ دلائی۔

چیف سکریٹری راجستھان جناب بھانوٹ صاحب چونکہ بڑے معاملہ فہم، عربی و فارسی زبانوں کی اہمیت و ضرورت اور اسلامی ممالک میں ان زبانوں کے علوم کی قدر و منزلت سے واقف تھے۔ اور مسلمانوں کے مطالبات جائزہ حد تک پورے کرنے کے حق میں ستے ہیں اس لئے انہوں نے خصوصی طور پر چیف منسٹر راجستھان جناب بھیروں سنگھ شیخاوت کو اس کی طرف متوجہ کیا۔ اور ہمارے مطالبات کی معقولیت اور اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اور ان دشواریوں اور مشکلات کا لحاظ کرتے ہوئے جو اس کی ترقی کے سلسلہ میں مانع ہو رہی تھیں، سفارش کی۔ کہ ایک علیحدہ ڈائریکٹریٹ عربی فارسی کے لئے بنایا جانا ضروری اور مناسب ہے۔

چنانچہ چیف منسٹر راجستھان جناب بھیروں سنگھ شیخاوت نے اپنی کابینہ سے منظوری حاصل کر کے پہلے تو اس ڈائریکٹریٹ کے قیام کا اعلان فرمایا۔ اور اس کے بعد ۴ر دسمبر ۱۹۷۸ء کو عملی طور پر عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان کے نام سے باضابطہ ڈائریکٹریٹ قائم کر دیا۔ اور اس کے آفیسر سینیر پریذیڈنگ پبلیکیشن اسسٹنٹ جناب صاحبزادہ شوکت علی خاں صاحب کی قابلیت وصلاحیت اور ان کی دیرینہ خدمات کے پیش نظر انہیں اس کا پہلا ڈائریکٹر مقرر فرمایا۔

حکومت راجستھان نے اس اقدام علم پروری و اقلیت نوازی پر تمام علمی اور تحقیقی حلقوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اور ہر طرف سے مبارکباد کے تار حکومت کو ارسال کئے گئے۔

اس میں شک نہیں کہ ڈائریکٹریٹ کے قیام سے اس کتب خانہ کی تاریخ کا ایک بالکل نیا باب شروع ہوا ہے۔ یا یوں کہنا مناسب ہوگا۔ کہ ایک نئی صبح صادق نمودار ہوئی ہے جس کی روشنی میں وہ منزل بمنزل آگے بڑھتا رہے گا۔ اور بالآخر ہماری قومی تہذیب و ثقافت کے لئے ایک حیات بخش سرچشمہ ثابت ہوگا۔ اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ شَیْئًا ھَیَّاَ اَسْبَابَھَا

اب ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ اس ادارے کی اپنی شایانِ شان ایک عمارت ہو اور حکومت اس ادارے کی ضروریات کے لحاظ سے اس کا معقول بجٹ منظور کرے، اس کے اسٹاف میں متعدد پوسٹوں کا اضافہ کرے عربی فارسی اور اردو، ہندی کے زبان داں لنگوتج اسسٹنٹ مقرر کرے۔ مائیکروفلم اور زیراکس شینوں کا انتظام کرے۔ اسکالرس کے قیام کے لئے "ھوسٹل" اور ان کے مطالعے وغیرہ کے لئے سہولتیں فراہم کرے ۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان تمام اہم امور کی تکمیل کی جانب توجہ کرے جو"آل انڈیا اساتذۂ اردو جامعات ھند" کی آٹھویں سالانہ کانفرنس منعقدہ ۲۴، ۲۶،۲۵ ردسمبر ۱۹۸۰ء میں ہندوستان کے متعدد صوبوں، ضلعوں اور شہروں سے آئے ہوئے مندوبین نے اس ادارے کی ترقی کے لئے تجویز کیے ہیں

مذکورۂ بالا تجویز کا پورا کا پورا متن صفحہ ۲۹۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

صاحبزادہ سعید احمد خاں ایم۔ اے (تاریخ و اردو) ایف، ڈی، اے، پی
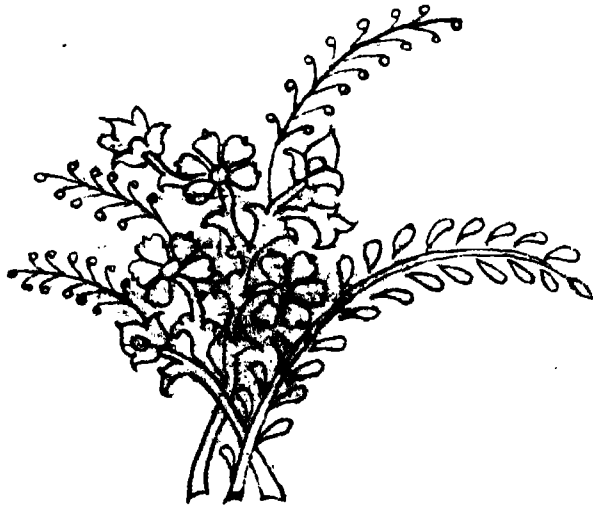
سی پارۂ دل

صاحبزادوں کے کتب خانے اور ان کے نوادر

ریاست ٹونک ۱۸۱۷ء میں وجود میں آئی۔ راجستھان میں ضم ہونے تک سات نواب ہوئے۔ اور ریاست کی خود مختاری ایک سو تیس سال رہی۔ اس عرصہ میں ۱۸۵۷ء کا غدر بھی ہوا نواب محمد[1] علی خاں کی معزولی اور نواب ابراہیم[2] علی خاں کے خلاف سازشیں ہوئیں یہ چھوٹی سی ریاست تھوڑی سی مدت میں کئی بحران میں مبتلا ہوئی۔ اس ابتلاء کے باوجود یہاں کے حکمران امراء اور صاحبزادگان علم کی خدمت کرتے رہے۔

یہاں مساجد سے ملحق مدارس اور مدارس سے متعلق کتب خانے ہوا کرتے تھے۔ اب بھی دار العلوم خلیلیہ کا کتب خانہ، مدرسہ فرقانیہ اور جامع مسجد ناصریہ کے کتب خانے گزرے دور کی یادگار باقی ہیں ہر صاحبزادہ کا اپنا ذاتی کتب خانہ ہوا کرتا تھا جس میں نادر و نایاب مخطوطات اور کتابیں ہوتی تھیں

ریاست ٹونک کے بانی نواب امیر[3] الدولہ کی عمر جنگی مہمات اور ریاست کے انتظام

۱۔ یمین الدولہ نواب محمد علی خاں صاحب بہادر ریاست کے تیسرے فرماں روا - دور حکومت ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۷ء

۲۔ امین الدولہ نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر ٹونک کے چوتھے فرماں روا - دور حکومت ۱۸۶۷ء سے ۱۹۳۰ء

۳۔ امیر الدولہ نواب محمد امیر خاں صاحب بہادر بانی ریاست ٹونک، دور حکومت ۱۸۱۷ء سے ۱۸۳۴ء کمپنی کی حکومت کے لئے آپ کا توپ خانہ خوف کا باعث تھا - ڈاکٹر قانون گو نے "پٹھانوں کا آخری فوجی ذہن" کہا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو Historical Essays. by K. R. Qanungo

میں صرف ہوئی۔ ان کے صاحبزادگان علم دوست تھے۔ صاحبزادہ محمد جمال[۱] خاں صاحب نواب صاحب موصوف کے دوسرے فرزند تھے۔ ان کا کتب خانہ کثیر قلمی و مطبوعہ کتابوں پر مشتمل تھا۔ ان کے پسر صاحبزادہ محمد خاں صاحب کی وفات (۱۳۱۱ھ) تک یہ کتب خانہ محفوظ رہا۔ اور اس کے بعد برباد ہوگیا راقم الحروف کے پاس **کلمات الشعراء** "مصنفہ سرخوش کا نہایت نفیس قلمی نسخہ اسی کتب خانہ کی یادگار ہے۔ اور **انتخاب[۲] مدارج النبوۃ** کا پاکٹ سائز قلمی نسخہ اسی کتب خانہ کا میرے پاس محفوظ ہے۔

نواب زادہ احمد علی خاں رونق نواب **امیر الدولہ** بہادر کے فرزند نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ والی ریاست جے پور مہاراجہ سوائی رام سنگھ کے پاس گزارا۔ اردو اور ہندی دونوں زبانوں کے شاعر تھے۔ ان کے کتب خانے کی ایک طویل فہرست میری نظر سے گزری ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ نواب زادہ صاحب کو ادبی اور تاریخی کتابوں سے زیادہ شغف تھا۔ آپ کی ایک قلمی کتاب جو تاریخ ٹونک سے متعلق ہے راقم کے پاس ہے[۳]

نواب **وزیر الدولہ**[۵] ٹونک کے دوسرے فرماں روا جید عالم تھے۔ سید احمد شہید کے مرید تھے "**وصایائے وزیری**" آپ کی یادگار ہے۔ اسی دور کی تاریخ "ہفتدہ سالہ امیر و بست سالہ وزیر" مصنفہ دیوان شمس الدین **عربی فارسی ریسرچ ڈائریکٹریٹ ٹونک**

---

۱ پسر دوم بانی ریاست۔ ولادت ۱۲۲۹ھ وفات ۱۳۰۱ھ۔ نہایت دین دار اور پابند شریعت تھے۔ ریاست میں شرع شریف کے محکمہ کا انتظام ان ہی کے سپرد تھا۔

۲ مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی شہرۂ آفاق تصنیف مدارج النبوۃ کا خلاصہ، مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا۔

۳ نواب زادہ احمد علی خاں رونق کے حالات کے لئے راقم کا مضمون مطبوعہ ماہنامہ ... اگست ۱۹۲۸ء دیکھئے

۴

۵ وزیر الدولہ نواب محمد وزیر خاں صاحب بہادر۔ ریاست کے دوسرے فرماں روا دور حکومت ۱۸۳۴ء سے ۱۸۶۴ء

میں موجود ہے۔ امیر الدولہ کے حالات سے شروع ہو کر چوتھے فرماں روا ہز ہائینس نواب ابراہیم علی خاں کے دور ۱۲۹۳ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے

مصنف چونکہ ریاست کے دیوان تھے۔ اس لئے اس کتاب کو ریاست کی مستند تاریخ کہا جا سکتا ہے۔ ریاست کے ختم ہونے اور فارسی زبان کا ذوق کم ہو جانے کی وجہ سے شاید ہی اس کے طبع ہونے کی نوبت آئے۔

ریاست کے قلعہ میں ایک کتب خانہ موصوف نے قائم کیا تھا جو کتب خانہ فرزبہ کے نام سے موسوم تھا۔ لوگ قلعہ معلی کا کتب خانہ بھی کہتے تھے۔ اس میں نایاب و نادر مطبوعہ اور قلمی کتابیں تھیں۔ آزادیٔ ہند کے بعد ریاست کے آخری فرماں روا نواب محمد اسمٰعیل علی[1] خاں صاحب نے مولانا ابوالکلام آزاد کی معرفت مرکزی حکومت کو فروخت کر دیا

غنی روزِ سیاہِ پیرکنعاں را تماشا کن
که نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

تیسرے فرماں روا امین الدولہ نواب محمد علی خاں صاحب کا دورِ حکومت اگرچہ قلیل ہے لیکن اس اعتبار سے اہم ہے کہ آپ کی کتابوں کا ذخیرہ مطبوعہ شکل میں سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک اور قلمی شکل میں اس ادارہ میں محفوظ ہے

نواب صاحب متبحر عالم تھے۔ بنارس میں قیام کے دوران بڑی تعداد میں علماء و فضلاء کے ساتھ رہے۔ فرمائش کر کے مختلف فنون پر کتابیں لکھواتے اور منہ مانگی قیمت ادا کر کے کتابیں خریدتے تھے۔ راقم کے پاس ایک قلمی رسالہ مسلک گوھر ہے جو خالق باری کی طرز پر لکھا گیا ہے یہ

---

[1] عزیز الدولہ نواب محمد اسمٰعیل علی خاں صاحب بہادر ساتویں فرماں روائے ریاست ٹونک۔ ریاست کے ختم ہونے پر شعر و سخن کی طرف متوجہ ہوئے۔ متانت تخلص تھا۔ مولانا عبد القادر ممتاز خاں۔ جو اس ادارے میں ہیں۔ نواب صاحب کے مشیر سخن رہے ہیں۔ ۱۲ر نومبر ۱۹۷۴ء کو انتقال فرمایا۔

مولوی محمد علی صاحب ملیح آبادی نے نواب صاحب کی فرمائش پر لکھا تھا اس میں ۲۸۰ اشعار ہیں

[1] نجم الامرا احتشام الملک حافظ عبدالوہاب[1] خاں صاحب بہادر صفدر جنگ کے کتب خانے میں نایاب قلمی و مطبوعہ کتابیں تھیں ٹونک کے علما اس کتب خانہ سے استفادہ کرتے تھے مستعار لینے کی کئی درخواستیں راقم السطور نے دیکھی ہیں زمانے کی گردش سے یہ محفوظ نہیں رہ سکا

اس کتب خانہ کی چند کتابیں میں حاصل کر سکا۔ ان میں ایک دیوانِ[2] وافی ہے جو قلمی ہے۔ ادارہ میں دیوانِ[3] عافی کا نسخہ صاحبزادہ عبدالمنصور خاں صاحب کا عطیہ ہے جو اسی کتب خانے کی زینت تھا۔

صاحبزادہ عبدالوہاب خاں صاحب کے فرزند عبدالتواب[4] خاں صاحب ہوم ممبر ٹونک تھے جو اس کتب خانے کے مالک تھے اس کی کچھ کتابیں صاحبزادے امداد علی خاں[5] منظر کو دیدی تھیں اور کچھ اپنے پسر صاحبزادہ عبدالمنصور خاں صاحب کو انھوں نے کافی کتابیں ادارہ کو عطا کر دیں۔

صاحبزادہ امداد علی خاں صاحب منظر کے پاس نہایت مزین مطلا، مذہب چاول کے کاغذ پر لکھا ہوا بخاری شریف کا نسخہ تھا۔ اسی کتب خانے کا دوسرا قیمتی و نادر نسخہ خلاصۃ العیش عالم شاہی

---

[1] ولادت ۱۲۷۶ھ، ریاست میں متعدد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ناظم فکر شرعیہ ہوم ممبر بعد میں ممبر مال کے عہدہ پر آخر عمر تک رہے۔ حج بیت اللہ بھی کیا۔ ان کے صاحبزادے عبدالتواب خاں صاحب کے حکم سے مولانا ابوالمظفر کلیم سید امیر حسن سہا نے اس سفرنامہ کا حال قلمبند کیا ہے۔ سفرنامہ طبع ہو گیا ہے۔

[2] صاحبزادہ عبدالرؤف خاں صاحب وافی حضرت عافی کے فرزند تھے - ولادت ۱۲۷۱ھ

[3] صاحبزادہ احمد یار خاں صاحب پسر نواب امیر الدولہ ولادت ۱۲۳۳ھ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ حکمت اور فارسی ادب سے شغف تھا۔

[4] حضرت وافی کے پسر مصنف تذکرۂ ٹونک ریاست میں ہوم ممبر تھے

[5] بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ دو شعر بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

تھی وسعت خیال بڑھاتا چلا گیا — لیکن وہ آج تک بھی نہ آئے خیال میں

صبر تو کم بخت اس الفت میں آتا ہی نہیں — دل کے تھک جانے کو یوں سمجھو قرار آ ہی گیا

ہے۔ جو نواب امیر الدولہ کو مصنف نے پیش کیا تھا یہ نسخہ اب ادارے کی زینت ہے

افضل الامراء صاحبزادہ عبدالرحیم خاں[1] صاحب بڑے دین دار اور فیاض تھے ان کا کتب خانہ بھی قابل دید تھا۔ ڈائرکٹریٹ عربی فارسی ریسرچ کے کتب خانے میں "جفر کبیر" اسی کتب خانے کا نسخہ ہے۔ یہ پچاس جلدوں پر مشتمل اپنے فن پر نایاب کتاب ہے۔

مختار الامراء اعظم الملک حافظ محمد صدیق خاں[2] صاحب کا کتب خانہ بھی قابل ذکر ہے ان کے صاحبزادہ جناب عبدالشکور خاں[3] صاحب نے اس کتب خانہ میں اضافہ کیا لیکن یہ محفوظ نہ رہ سکا۔

چوتھے فرماں روا امین الدولہ نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر کے طویل دورِ حکومت میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں لکھی گئی تھیں۔ حکیم برکات احمد صاحب کا رسالہ "زمان و مکان" جس سے شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے بھی استفادہ کیا ہے، اصغر علی ناظم نے ٹونک کے پرگنات کی تاریخ لکھی۔ مولوی سید اصغر علی صاحب آبرو نے ریاست کی ایک مبسوط تاریخ لکھی۔ راقم الحروف کے پاس ان کی مصنفہ قلمی عشقیہ داستان تھی جو لاپرواہی کے سبب ضائع ہو گئی۔

ان کا کتب خانہ بھی بیش بہا کتابوں پر مشتمل تھا۔ بہت سی کتابیں ضائع ہو گئیں کچھ کتابیں ان کے فرزند بھیا حافظ مظفر علی نے ادارۂ عربی فارسی ریسرچ ڈائرکٹریٹ کو عنایت کر دی ہیں جن

---

[1] تاریخ ولادت ۱۲۷۵ھ ۔ نواب محمد علی خاں کے فرزند تھے ۔ عرصۂ دراز تک ریاست کے ہوم ممبر رہے ۔

[2] تاریخ ولادت ۱۲۸۳ھ ۔ وفات ۱۳۲۹ھ ۔ ناظم پرگنہ سرونج رہے

[3] ان کی حسب ذیل تصنیفات ہیں ۔

(۱) واقعات شکار

(۲) تجربات شکار

(۳) Shikar Events.

(۴) Narrow escapes.

یہ شاعر بھی تھے ، ایک دیوان یادگار ہے ۔ شکار کا بہت شوق تھا ۔ ہندوستان کے مایۂ ناز شکاریوں میں شمار ہوتا تھا ۔

میں قابل ذکر تاریخ ٹونک کا فارسی نسخہ موسومہ تاریخ خاندان امیریہ قلمی ہے نواب صاحب کا تخلص خلیل تھا۔ ان کے دو دواوین مندرباغ پیلس کی زینت ہیں۔

پانچویں نواب سید الدولہ نواب سعادت علی خاں صاحب نے سترہ سال حکومت کی ان کی انتظامی صلاحیت کی بنا پر ریاست کی بہت ترقی ہوئی۔ سعیدیہ لائبریری انھیں کے نام سے موسوم ہے۔ اس ادارے کی تاریخ میں ان کا نام بھی ہمیشہ لکھا جائے گا[۱]

صاحبزادہ حامد علی خاں صاحب جو صاحبزادہ علی احمد خاں صاحب[۲] کے لڑکے اور حضرت رونق کے پوتے تھے تصوف کا شغل تھا۔ ریاست میں متعدد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ ان کا کتب خانہ بھی قابل ذکر ہے۔ دلائل الخیرات کا ایک قلمی مطلا و مذہب اور نایاب نسخہ صاحبزادہ موصوف کے فرزند جناب صاحبزادہ مبارک علی خاں صاحب نے اپنے استاد جناب محمود شیرانی کے مانگنے پر انھیں دے دیا تھا۔ چند قلمی کتابیں اس ادارہ کو راقم الحروف نے پیش کر دی تھیں۔ مذکورہ نسخہ دلائل الخیرات اب لاہور میں ہے

صاحبزادہ عبدالرحمٰن خاں صاحب[۳] کا کتب خانہ بیش بہا مخطوطات اور مطبوعہ کتابوں پر مشتمل تھا۔ ایک قلمی یادداشت تاریخ ٹونک سے متعلق اسی کتب خانہ کی راقم الحروف کے پاس ہے۔ یہ کتب خانہ بھی زمانے کی دست برد سے محفوظ نہیں رہا۔

صاحبزادہ عبدالمجید خاں[۴] صاحب عرف نوشے میاں جید عالم تھے۔ ان کا کتب خانہ بھی، مشہور تھا۔ اب کتب خانہ کی شکستہ عمارت اور چند کتابیں یادگار رہ گئی ہیں۔ صاحبزادہ موصوف کی

۱۔ दो मीनार स्वयता अनवकुमिसा "नाविरा"

۲۔ [illegible]ء میں پیدا ہوئے۔ خاندان امیریہ کا شجرہ قلمی، ان کا مصنفہ میرے پاس محفوظ ہے۔

۳۔ امیر اللہ خاں صاحب ... کے صاحبزادے ... رہتے تھے اور اشرف التواریخ آپ کی مستند کتب ہیں

۴۔ تفصیل کے لئے، راقم کا مضمون مطبوعہ صبح خاص بہار اپریل ۱۹۷۵ء ملاحظہ ہو

تصنیف فیضان المجید علیٰ قلب المستفید نہایت خوشخط مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی میرے پاس موجود ہے

مولوی صادق علی خاں[۱] صاحب کا کتب خانہ بھی نایاب کتابوں پر مشتمل تھا کوئی فرزند نہیں تھا اس لئے کتب خانے کا زیادہ حصہ فروخت کر دیا کچھ عنایت کر دیا۔ باقیماندہ کتب ان کے انتقال کے بعد ان کی صاحبزادی لے آئیں جو ضائع ہو گئیں۔ میرے عم محترم ادریس علی خاں صاحب نے اس کتب خانے کی چند کتابیں حاصل کر کے اس ادارے کو عنایت کر دی ہیں۔

صاحبزادہ احمد خاں صاحب اور صاحبزادہ محمد سعید خاں کے کتب خانے بھی قابل ذکر ہیں۔ صاحبزادہ احمد خاں صاحب کے ورثا میں کتب خانہ تقسیم ہو گیا اور اس وقت تین حصوں میں باقی ہے۔ اس میں طب کی کتابیں زیادہ ہیں۔

صاحبزادہ محمد سعید خاں صاحب نے بڑی محنت سے کتب خانہ قائم کیا تھا اس میں شاہ ولی اللہؒ کی تفسیر قرآن کریم تھی۔ ایک قرآن مجید کا قلمی نسخہ تھا جو سرخ پتھر سے لکھا گیا تھا نقوش کافی ابھرے ہوئے تھے۔ ان کے صاحبزادہ نے چنے کی دال پر قل ھو اللہ شریف بھی لکھی ہوئی دکھائی تھی۔ اس کا بیشتر حصہ فروخت کر دیا گیا ہے۔

حکیم احمد علی صاحب سیماب بلند پایہ عالم اور کثیر التصانیف بزرگ تھے کچھ تصانیف کی تلخیص مطبوعہ جیل یہاں ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک میں ہیں۔ ان کی مصنفہ کتاب محامد علیہ قلمی جو ٹونک کی تاریخ سے متعلق ہے جناب حکیم مولوی قاضی محمد عرفان خاں صاحب مرحوم کے کتب خانے میں محفوظ ہے حکیم صاحب کا کتب خانہ بیش بہا مطبوعہ و قلمی کتابوں کا ذخیرہ ہے۔ موصوف کے فرزند مولوی محمد عمران خاں صاحب شکریہ کے مستحق ہیں کہ

---

[۱] ٹونک کے مشہور عالم مولانا برکات احمد صاحب کے شاگرد تھے۔ کیتھ میاں کے نام سے مشہور تھے۔

انھوں نے ان نوادرات کو سینے سے لگا رکھا ہے۔

مولوی سید احمد صاحب آسعد، حکیم مولوی احمد علی سیماب کے فرزند، بلند پایہ شاعر اور حاذق حکیم ہونے کے علاوہ سنسکرت اور عربی فارسی کے عالم تھے۔ نواب امیر الدولہ بہادر کی سوانح عمری امیر نامہ[۱] اور تزک جہانگیری کا اردو ترجمہ ان کی یادگار ہیں۔ والد سے ورثہ میں ملی ہوئی اور خود کی جمع کی ہوئی کتابوں سے ایک اچھا کتب خانہ بن گیا تھا جو انھوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنے داماد محمد سورتی کو دیدیا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں اس کتب خانے میں آگ لگادی گئی اس طرح یہ ذخیرہ خاک ہوگیا

حضرت اسعد نے اپنی طب کی کتابیں اپنے فرزند حکیم یحییٰ میاں کو عطا کی تھیں حکیم صاحب نے اپنے شوق سے مختلف النوع کتب جمع کرکے اچھا کتب خانہ بنالیا ہے۔

حکیم سعید احمد اسعد بنارس چلے گئے تھے۔ اپنی تصانیف نواب محمد علی خاں کے کتب خانہ میں داخل کردیتے تھے۔ نواب محمد علی خاں صاحب بہادر کا بنارس کا یہ کتب خانہ صاحبزادہ محمد اسحاق خاں صاحب بہادر کو ورثہ میں ملا۔ ان کے صاحبزادہ سردار محمد[۲] خاں صاحب کو فلسفہ اور انگریزی ادب سے دلچسپی تھی۔ اگرچہ انھوں نے اس کتب خانہ میں اور اضافہ کیا۔ لیکن یہ محفوظ نہیں رہ سکا۔ اب صرف ہندو فلسفہ پر کچھ کتابیں اور چند کتابیں اور دیگر مختلف مضامین

---

[۱] نواب امیر خاں کے نائب منشی بساون لال شاداں نے فارسی میں قلمبند کیا ہے۔ نواب صاحب اپنی جنگی مہمات کو بیان فرمایا کرتے تھے۔ فتح و شکست کا ذکر بے کم و کاست کیا گیا ہے۔ اس دور کی مستند تاریخ ہے۔ فارسی زبان میں ہے۔ اب تک طبع نہیں ہوسکا ہے

[۲] عظم الامراء وقار الملک صاحبزادہ محمد اسحاق خاں صاحب ۱۲۶۸ھ میں پیدا ہوئے عرصہ دراز تک ہوم ونانس ممبر رہے۔ ان کے دو صاحبزادگان سردار محمد خاں و محمد الیاس خاں صاحب تھے۔ بڑے فرزند صاحبزادہ محمد الیاس خاں صاحب عملیات کے ماہر اور بہترین شکاری تھے۔ صاحبزادہ سردار محمد خاں صاحب میو کالج کے تعلیم یافتہ تھے کافی عرصہ ڈپٹی کمشنر رہے۔ گرشتا فلاسفی سے بڑی دلچسپی تھی۔

کی باقی رہ گئی ہیں ۔

ٹونک کے مشہور شاعر محمد مصطفیٰ خاں[1] صاحب جوھر نے بھی بڑا کتب خانہ قائم کیا تھا لیکن ان کے انتقال کے بعد یہ محفوظ نہیں رہ سکا ۔ مرحوم کے برادر خورد مولوی حکیم عباد اللہ خاں صاحب نے تقریباً پچاس کتابیں ادارے کو عنایت کر دی ہیں جو اس ادارے کے ڈائریکٹر صاحب کی مساعی سے محفوظ ہو سکی ہیں ۔

صاحبزادہ عبدالمجیب[2] خاں صاحب مرحوم نے ایک زمانے میں اپنے والد کی کتابیں اور صاحبزادہ محمد حنیف[3] خاں صاحب مرحوم سے کچھ کتابیں حاصل کر کے مختصر مگر بیش بہا ذخیرہ جمع کر لیا تھا موصوف کی دیگر مصروفیات کے سبب سے یہ تباہ ہو گیا ۔

نواب محمد فاروق علی[4] خاں صاحب ٹونک کے چھٹے رئیس تھے ۔ دور حکومت صرف سات ماہ رہا ۔ ان کے بعد عزیز الدولہ نواب محمد اسماعیل علی خاں صاحب سریر آرا ہوئے ۔ اسی زمانے میں ریاست کا انضمام عمل میں آیا ۔ اور ریاست ختم ہو کر صوبۂ راجستھان کا حصہ بن گئی ۔ رہے نام اللہ کا ۔

یہ ایک کہانی ہے چھوٹی سی ریاست کے کتب خانوں کی ، داستان ہے گزشتہ دور کی

---

[1] شعری مجموعہ "رزم بزم" کے نام سے شائع ہو چکا ہے

[2] شمس الامراء نظام الملک صاحبزادہ محمود خاں صاحب بہادر ، نواب وزیر الدولہ بہادر کے فرزند اکبر کے بڑے صاحبزادے تھے ۔ ان کے پسر عبدالمجید خاں صاحب ، ۱۱ رجب ۱۳۲۳ھ میں شیر کا شکار کرتے ہوئے گوابیار میں فوت ہوئے ۔ صاحبزادہ عبدالمجیب خاں صاحب ان کے فرزند تھے ۔ ریاست میں کافی عرصہ نظامت کا کام بھی کیا ۔

[3] صاحبزادہ محمود خاں صاحب کے دوسرے فرزند تھے عرصہ تک ریاست میں سپرنٹنڈنٹ پولس رہے ۔

[4] ممتاز الدولہ نواب محمد فاروق علی خاں صاحب بہادر ۔ دور حکومت ۱۹۴۷ء ۔ ۱۹۴۸ء
یہ چوتھے والئے ریاست نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب کے فرزند تھے سیرت نبوی سے بڑی دلچسپی تھی صرف سات ماہ حکومت کی ۔ کافی عرصہ تک دہلی میں آنریری مجسٹریٹ بھی رہے ۔

قصہ ہے نوادرات کی بربادی اور نایاب کتب کی تباہی کا۔ جائزہ ہے کتب خانوں اور ٹونک کے باشندوں کی زبوں حالی کا، ڈاکٹر اقبال نے یورپ میں مسلمانوں کے علمی ذخیرے کو دیکھ کر کہا تھا

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی،
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

اس لحاظ سے ٹونک کے باشندوں کے دل کا بھی یہی حال ہے کتب خانے اجڑ گئے اور انمول نوادر اغیار کے گھروں کی زینت بن گئے۔ ریاست کا ہر ذی علم اس کی بربادی اور کتبخانوں کی تباہی کا مرثیہ خواں ہے۔

ان ہی آنکھوں نے زمانے کو کہاں دیکھا تھا
ان ہی آنکھوں نے زمانے کو کہاں دیکھا ہے

مولوی حکیم محمد عمران خان ٹونکی، بی، اے

ٹونک کے علماء اور مدارس کے کتب خانے[1]

قسط اوّل

ریاست ٹونک، راجپوتانے کی وہ مختصر ترین ریاست ہے جو عمر میں بہت کم اور رقبہ میں بہت چھوٹی ہونے کے باوجود اپنے بانی نواب امیر خاں کے بہادرانہ جنگی کارناموں اور یہاں کے علمی خانوادوں کی تعلیمی و علمی خدمات کی وجہ سے تاریخ میں جس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ۱۸۱۷ء م ۱۲۳۲ھ میں انگریزوں کے تدبر سے یہ ریاست قائم ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں ۱۳۰ سالہ زندگی پوری کرکے ہندوستان کے ہمہ گیر انقلاب میں اس کا خاتمہ ہوا۔

اٹھارھویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں نواب امیر خاں کی بہادری کا دور دور تک سکہ جما ہوا تھا۔ ابھرتی ہوئی فرنگی طاقت سے یہ کس طرح برداشت ہو سکتا تھا۔ اس لئے امیر خاں کو کسی نہ کسی طرح زیر کر لینا ضروری سمجھا گیا۔ اس کے نتیجے میں نومبر ۱۸۱۷ء میں ریاست ٹونک وجود میں آئی۔

نواب امیر خاں فوجی سپہ سالار ہونے کے ساتھ ساتھ نیک خیال، علم دوست، علم نواز اور مذہبی جذبات کے انسان تھے جن کے ساتھ لشکر کشی کے زمانے میں بھی علماء و صلحاء کا ایک گروہ رہا کرتا تھا اس لئے ریاست کے قیام کے بعد ہی ذی علم و باکمال حضرات اس نومولود ریاست

[1] مطبوعہ معارف نمبر ۲۔ جلد ۹۰۔ اگست ۱۹۶۲ء

کی طرف کھنچ کھنچ کر آنے لگے۔ جدید شہر کی بنیاد پڑی۔ محلے اور گنج قائم ہوئے۔ اور شاہی محلات کی تعمیر کے ساتھ ساتھ مساجد، معابد اور مدارس وغیرہ کی بھی تعمیر ہونے لگی۔ اس طرح دس بیس سال کی مدت میں یہ ریاست علم و فضل، درس و تدریس اور فضل و کمال کا بھی مرکز بن گئی۔

بانی ریاست نواب **امیر خاں** کا دور ۱۸۱۷ء م ۱۲۳۲ھ سے شروع ہو کر ۱۸۳۴ء م ۱۲۵۰ھ پر ختم ہوتا ہے۔ اس ابتدائی دور میں **ٹونک** میں کافی آبادی ہو گئی تھی اور متعدد علمی خاندان ترک سکونت کر کے مستقل طور پر یہاں آباد ہو چکے تھے۔

اس دور کی ممتاز شخصیتوں کے ذمہ مختلف خدمات سپرد تھیں۔ حکیم انور علی[1] صاحب نواب **وزیر الدولہ** کے اتالیق تھے۔ مولوی خلیل الرحمٰن[2] درسی خدمات انجام دیتے تھے۔ اور مولوی کلیم اللہ، مولوی سید احمد، اور مولوی سید نور جدید آبادی میں ہونہار نوجوانوں کی تعلیم و تدریس پر مامور تھے۔

---

[1] یہ رامپور کے رہنے والے تھے۔ قیام ریاست سے بہت قبل ۱۲۱۴ء سے نواب امیر خاں کے ساتھ رہتے تھے۔ ۱۲۲۱ء میں نواب وزیر الدولہ پیدا ہوئے۔ آگے چل کر حکیم انور علی صاحب ان کے اتالیق مقرر ہوئے۔ قیام ریاست کے بعد بھی علمی و طبی خدمات انجام دیتے رہے ۱۲۶۳ھ م ۱۸۴۷ء میں بزمانۂ نواب وزیر الدولہ ٹونک ہی میں انتقال ہوا۔ استاد سید اصغر علی آبرو مصنف "تاریخ ٹونک" آپ ہی کے فرزند تھے۔

[2] مولانا خلیل الرحمان، ملا عرفان رامپوری مصنف "دوار" و "بدرار" حواشی دائر شرح منار کے صاحبزادے تھے۔ ملا عرفان مولانا بحر العلوم لکھنوی کے تلامذہ میں سے تھے۔ اور متاہل ہو کر رامپور میں سکونت اختیار کر لی تھی موصوف اور نواب امیر خاں کے خسر اخوند محمد ایاز خاں تحصیل علم ہی کی غرض سے ایک ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ اس لئے قیام ریاست کے بعد ملا عرفان رامپوری کی اولاد میں مولانا خلیل الرحمٰن، مولوی محمد مفتی، اور مولوی سعد اللہ خطیب ٹونک منتقل ہو گئے۔ مولانا خلیل الرحمٰن تا حیات نواب امیر خاں ٹونک ہی میں درسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۲۵۲ھ میں بزمانۂ نواب وزیر الدولہ بعض اختلافی مسائل کی بنا پر ترک سکونت کر کے ٹونک سے چلے گئے۔ اور ۱۲۶۳ھ م ۱۸۴۷ء میں گلشن آباد جاورہ میں انتقال کیا۔ موصوف صاحب تصنیف کثیر بزرگ تھے اور راقم کے جد امجد **مولوی محمد مفتی** کے حقیقی بھائی تھے۔

قیام ریاست کے بعد ہی دیگر عمارات کے ساتھ ساتھ جامع مسجد کی وسیع
اور خوشنما عمارت بھی تعمیر ہوگئی تھی۔ اور دفتر شریعت کا قیام بھی عمل میں آچکا تھا۔ اس لئے مولانا
خلیل الرحمٰن کے دونوں بھائی مولوی محمد مفتی[1] اور مولوی سعد اللہ خطیب[2] کو رامپور سے طلب
کیا گیا۔ عدالت شریعت مولوی محمد صاحب کے سپرد ہوئی اور مولوی سعد اللہ صاحب کو جامع مسجد
کا خطیب و امام مقرر کیا گیا

نوٹ

اصل مضمون میں اس کے بعد مدارس کی تفصیل دی گئی ہے۔ یہ تفصیل اس کتاب کی
ترتیب کے وقت کم کردی گئی۔

۱؎ ملا عرفان رامپوری کے بڑے بیٹے تھے۔ رامپور کے محلہ راج دوارہ میں آپ کی مسند درس قائم تھی۔ قیام ریاست
کے بعد خدمت افتاء و قضاء آپ کے سپرد ہوئی۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ۱۲۶۵ھ م ۱۸۴۹ء
میں انتقال کیا۔ موصوف احقر کے جد اعلیٰ تھے۔

۲؎ آپ بھی ملا عرفان رامپوری کے بیٹے تھے۔ جامع مسجد امیر گنج تعمیر ہوئی۔ تو اس کے پہلے امام و خطیب مقرر ہوئے
اور تاحیات یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۲۶۹ھ م ۱۸۵۳ء میں انتقال کیا۔

مولوی حکیم محمد عمران خاں ندوی ازہری بھوپال
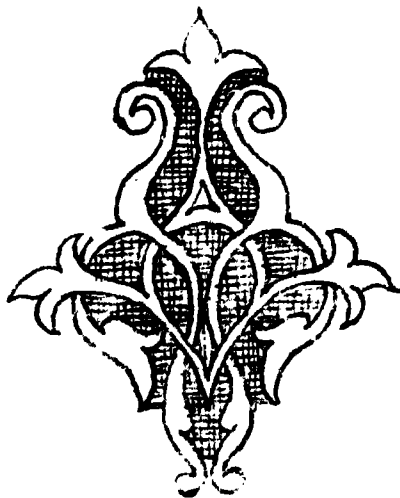
ٹونک کے علماء اور مدارس کے کتب خانے

قسط دوم

تعلیم وتدریس اور علمی وتصنیفی مشاغل کے لئے کتب خانے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں بکثرت بڑے بڑے کتب خانے قائم کئے۔ اس حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو ٹونک کی چھوٹی سی ریاست نے بھی بڑا کام کیا ہے۔ بے شمار نادر ونایاب کتابیں دنیا کے گوشے گوشے سے کھنچ کر اس ریاست میں پہنچیں۔ امراء رؤسا اور علماء نے کتابوں کے ذخیرے جمع کئے۔ جس کے آثار گھر گھر میں آج تک باقی ہیں

یہ اور بات ہے کہ آنے والی نسلوں نے اس کی قدر نہیں کی۔ اور اکثر ذخیرے نا اہلی کی نذر ہو گئے لیکن اس تباہی اور بربادی کے باوجود آج بھی ٹونک کے ہر گھر میں کچھ نہ کچھ کتابیں مل ہی جائیں گی۔ اور ایسی ایسی نادر ونایاب کتابیں آئے دن کوڑیوں کے مول فروخت ہوتی رہتی ہیں جنھیں دیکھ کر صدمہ ہوتا ہے۔ آج ٹونک کے ان ہی ذخائر پر تفصیلی نظر ڈالی جائے گی

ریاست ٹونک کے قیام کے بعد بانی ریاست نواب امیر خاں کا دور[2] بالکل ابتدائی دور تھا۔ اس لئے گو اس وقت یہاں باقاعدہ کتب خانے قائم نہیں ہوئے تھے

[1] مطبوعہ معارف نمبر ۳ جلد ۹۸ [2] از ۱۲۳۳ھ م ۱۸۱۷ء تا ۱۲۵۰ھ م ۱۸۳۴ء

لیکن ریاست کا وہ تاریخی کتب خانہ قائم ہو چکا تھا۔ جو بعد میں نواب وزیر الدولہ کے کتب خانے کے نام سے مشہور ہوا۔ جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آرہا ہے۔ اسی ابتدائی دور میں مختار الدولہ محمود خاں کا کتب خانہ بھی نادر و نایاب کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا۔ اسی طرح مولانا خلیل الرحمن کا کتب خانہ درسی و غیر درسی کتابوں کی بڑی تعداد پر مشتمل تھا۔

نواب میر خاں کے انتقال کے بعد نواب وزیر الدولہ کا دور[1]، ریاست کی ترقی اور علمی عروج کا سنہری دور تھا۔ اس دور میں چونکہ بیشمار علمی خاندان منتقل ہو کر اس ریاست میں آباد ہوئے۔ اس لئے کتابوں کے ذخیرے بھی کافی تعداد میں مختلف خاندانوں میں جمع ہوئے۔ اور یہ چھوٹی سی ریاست علم و فن کا مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ نادر و نایاب کتابوں کا مخزن بھی بن گئی

نواب وزیر الدولہ کے بعد نواب محمد علی خاں[2] نے اس چمن کی آبیاری کی۔ اگرچہ آپ کو کل ساڑھے تین سال حکومت کرنے کا موقع ملا[3]۔ اس کے باوجود انھوں نے ایسی راہیں نکال دیں۔ اور ایسے وسائل پیدا کر دیئے جن سے یہ علمی خزانہ معمور اور ان کے جواہر پارے محفوظ ہو گئے۔ علمی خاندانوں کے ذخیروں میں بھی اضافہ ہوا اور آہستہ آہستہ ٹونک کتابوں کا ایک بڑا مخزن بن گیا۔

یہ کتب خانے چار قسموں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) ریاستی کتب خانے (۲) امراء کے کتب خانے (۳) علماء کے کتب خانے۔ اور (۴) درسی کتب خانے

---

[1] از ۱۲۵۰ھ م ۱۸۳۴ء تا ۱۲۸۱ھ م ۱۸۶۴ء [2] از ۱۲۸۱ھ م ۱۸۶۴ء تا ۱۲۸۴ھ م ۱۸۶۷ء

[3] اس کے بعد آپ معزول ہو کر بنارس تشریف لے گئے۔ اور باقی عمر وہیں گذاری۔ تیس سال وہاں قیام رہا ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں بنارس ہی میں انتقال ہوا۔

ریاستی کتب خانے ریاستی کتب خانوں میں ٹونک میں صرف دو بڑے کتبخانے تھے[1]

(۱) نواب وزیرالدولہ کا کتب خانہ

(۲) نواب محمد علی خاں کا کتب خانہ

وزیرالدولہ کا کتب خانہ یہ کتب خانہ دراصل نواب امیر خاں کا قائم کردہ تھا لیکن نواب وزیرالدولہ نے اسے بڑی ترقی دی اور اس میں بڑا اضافہ کیا اس لئے ان کے نام سے مشہور ہوا - قیام ریاست کے بعد جب جدید آبادی قائم ہوئی - اور قدیم قلعہ میں شاہی محلات کی تعمیر شروع ہوئی - تو ان محلات کے ساتھ کتب خانے کے لئے بھی علیحدہ عمارت تعمیر ہوئی اور علمی و فنی نوادر کتب خانے میں جمع ہونا شروع ہوئے -

دیوان شمس الدین کے والد مولوی سراج الدین صاحب اس دور کے با اثر افراد میں شمار کئے جاتے تھے - اس کتب خانے سے متعلق بھی تھے - متعدد کتابیں آپ کے قلم کی لکھی ہوئی عبدالرحیم خاں کے کتب خانے میں اب تک محفوظ ہیں -

ان کے علاوہ مولوی عبدالکریم صاحب عسکری خوشنویس، مولوی فضل حق صاحب خطیب اور شیخ محمد یعقوب صاحب صدیقی داروغہ اس کتب خانہ کے نگراں رہے ہیں -

یہ کتب خانہ ۶۱۱۶ کتابوں پر مشتمل تھا - ان میں ۲۷۸۷ کتابیں قلمی تھیں اور باقی مطبوعہ اس کتب خانے کو حکومت ہند نے مولانا آزاد مرحوم کی معرفت ۱۹۵۲ء میں خرید لیا - اس طرح یہ کتب خانہ انڈین نیشنل لائبریری دہلی میں ضم ہوگیا[2] - چونکہ اس کتب خانہ اور اس کے نوادر پر تفصیلی

---

[1] ان دونوں کتب خانوں پر مولوی سید منظور الحسن صاحب برکاتی کا ایک مضمون "ٹونک کے دو قدیم کتب خانے" معارف جلد نمبر ۸۴ شمارہ نمبر ۲ بابت اگست ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا تھا جو اب کتاب ہذا میں بھی شریک اشاعت کیا جا رہا ہے

[2] اس کتب خانہ کے نوادر پر ایک مضمون "کتب خانہ وزیرالدولہ کے چند نوادر" مولوی حکیم محمود احمد صاحب برکاتی (نبیرہ حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی) نے لکھا تھا جو ماہی رسالہ "بصائر" کراچی میں ۲۰ جولائی ۱۹۶۳ء شائع ہو چکا ہے -

مضامین لکھے جاچکے ہیں اس لئے اس کی مزید تفصیل لکھنے کی ضرورت باقی نہیں ہے

نواب محمد علی خاں کا کتبخانہ یہ کتب خانہ مختلف زمانوں میں "کتب خانہ محمد علی خاں" "عبدالرحیم خاں کا کتب خانہ" "سعیدیہ لائبریری ٹونک" "ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک" اور "اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک" کے نام سے متعارف رہا ہے۔ نواب محمد علی خاں اس کے بانی و مربی تھے۔ ان کے بیٹے صاحبزادہ عبدالرحیم خاں نے اس میں کافی اضافہ کرکے اس کی شان دوبالا کی۔ نواب سعادت علی خاں نے اپنے تخلص سعید کی مناسبت سے اسے سعیدیہ پبلک لائبریری کا نام دیا۔ حکومت راجستھان نے ۱۹۵۶ء میں اس کتب خانہ کو ڈسٹرکٹ لائبریری بنا دیا۔ اور اب ۱۹۶۱ء سے قلمی و مطبوعہ کتب کی تقسیم کی وجہ سے اس کے دو حصے ہو گئے۔ قلمی کتابیں "اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ" کی نگرانی میں ہیں۔ اور مطبوعہ کتابیں حسب سابق سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری اسمبلی بلڈنگ میں محفوظ ہیں۔

اس کتب خانے کے قلمی و مطبوعہ ذخائر کی مفصل فہرست تیار کرنے کا فخر راقم کو حاصل ہوا اس کے قلمی شعبے پر صاحبزادہ شوکت علی خاں ایم۔ اے کا ایک مضمون معارف جلد نمبر ۹۶ شمارہ نمبر ۳ بابت ماہ ستمبر ۱۹۶۵ء شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے مزید کچھ لکھنے کی ضرورت باقی نہیں ہے[1]

---

[1] ٹونک کے کتب خانے اور ان کے نوادر جن میں چند نایاب مخطوطات اور تاریخ افغان میں اس کے تاریخی مخطوطات شامل کئے گئے ہیں۔ اور فنون پر مضامین شامل نہیں کئے گئے۔ جن کی تفصیل انگریزی کیٹلاگ میں شامل ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے اور عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہونے والی ہیں۔

•×•

مطبوعہ شعبہ میں کتابوں کی تعداد حسب ذیل ہے۔

عربی:- ۲۹۸۳ فارسی:- ۱۴۶۴ اردو:- ۲۸۴۳ ہندی:- ۳۸۶۸

انگریزی:- ۸۰۷ پشتو:- ۶ پنجابی:- ۱ سندھی:- ۱

میزان = ۱۱۹۷۳

یہ لائبریری ٹونک کی سب سے مقبول لائبریری ہے۔

کتب خانہ عدالت شریعت قیام ریاست کے وقت سے اس ریاست میں عدالت شریعت قائم تھی۔ ابتدائی دور میں تمام مقدمات اسی عدالت میں دائر ہوتے تھے قتل و قصاص تک کے تمام مقامات اسی عدالت سے فیصل ہوا کرتے تھے۔ انضمام ریاست تک یہ عدالت قائم رہی، اس لئے ضرورت کی کتابیں آہستہ آہستہ اس عدالت میں جمع ہوتی رہیں۔

مولوی احمد مجتبیٰ صاحب مفتی کا کتب خانہ بھی اسی عدالت میں شامل کردیا گیا اس طرح اس میں کتابوں کا کافی ذخیرہ جمع ہوگیا۔ افتاء و قضا کے سلسلہ میں جن کتابوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی بڑی تعداد اس میں موجود تھی تقسیم ملک کے بعد یہ کتب خانہ بھی سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک میں شامل کردیا گیا۔

امراء کے کتب خانے روسا و امراء کے کتب خانوں میں مختار الدولہ محمود خاں، دیوان شمس الدین اور نائب عبیداللہ خاں وغیرہ کے کتب خانے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ذیل میں ہر کتب خانے کے متعلق کچھ تفصیل لکھی جاتی ہے۔

مختار الدولہ کا کتب خانہ مختار الدولہ محمود خاں، نواب امیر خاں کے ساتھیوں میں اہم ترین شخصیت کے مالک تھے علم دوست اور علم نواز بھی تھے۔ دیوان شمس الدین واقعات ہشتہ سالہ امیر و بست سالہ وزیر[لہ] میں آپ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

لہ [illegible]

عالمے، عابدے، واعظے، عاقلے، پارسائے، عادلے، طبیبے، شجاعے درکار ملک وسپاہ مدبرے بود و مہمکارہائے متعلقہ نفس خود وسپاہ ہمراہی خویش را بر وفق آئین مبین شرع بریں کشی م، کرد و سرانجام می داد...... و در اوقات فراغ از مشاغل سپاہ و ملک بہ تحصیل علوم دینی و دنیوی و معالجات مرض ازبیماراں ہر گونہ امراض و بیماری را مشغول می شد و گاہے مخش نہ گفت و دشنام نہ داد۔"

آپ کا کتب خانہ مختلف علوم وفنون کی نادر کتابوں پر مشتمل تھا۔ یہ کتب خانہ مختار الدولہ، کی اسی تاریخی عمارت میں واقع تھا۔ جسے موصوف نے ریاست کے ابتدائی دور ۱۲۳۰ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ جسے قلعہ ثانی کہنا بے جا نہ ہوگا

عمارت کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حویلی کے مختلف قطعات میں کئی مسجدیں اور کئی کنویں ہیں۔ وسیع دالانوں کے در و دیوار میں فن ہیئت و ریاضی کے نقشوں سے جو فنی و صنعتی مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اس پر علیحدہ مضمون لکھا جا سکتا ہے۔

مختار الدولہ کے کتب خانے میں علوم وفنون کی بیشمار کتابیں تھیں افسوس کہ اب یہ کتب خانہ باقی نہیں رہا لیکن اس کی متعدد نادر کتابیں سعیدیہ لائبریری ٹونک کے شعبہ قلمی اور والد صاحب مرحوم کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ ان کتابوں کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتب خانہ اہم بہترین علمی ذخیرہ پر مشتمل ہوگا۔ کتب خانے میں جو کتاب بھی داخل ہوتی تھی اس کے پہلے صفحہ پر مہر ثبت کی جاتی اور اس کے داخلے کے سلسلہ میں ایک خوشخط نوٹ درج کیا جاتا تھا اس کتبخانہ میں جلد سازی کا بھی بڑا اہتمام تھا۔ جلد بندی میں بڑی صناعی سے کام لیا جاتا تھا۔

منح الغفار شرح تنویر الابصار کا ایک قدیم نسخہ والد صاحب کے کتب خانے میں محفوظ ہے اس کتاب کی جلد کی دفتی پر جو کام کیا گیا ہے اس میں سنہ ۱۲۴۰ھ، کتاب کا نام

اور مالک کتاب (مختار الدولہ) کا نام لکھا گیا ہے۔ یہ شرح خود ماتن کی تصنیف ہے اس کے مصنف محمد عبداللہ العربی التمرتاشی نے ۹۹۵ھ میں تنویر الابصار تصنیف کی اور پھر خود ہی اس کی شرح لکھی۔ ۱۰۰۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

پیش نظر نسخہ ایک قدیم ونادر نسخہ ہے۔ جس کی تاریخ کتابت ۲۴ شعبان ۱۰۸۰ھ ہے یہ کتاب مختار الدولہ محمود خاں کے کتب خانہ کا بہترین نسخہ ہے۔ اس کتب خانے میں اس کی جلد بندی ہوئی۔ اس کتب خانے کی کتابیں ان کے پوتوں تک محفوظ رہیں۔ اس کے بعد برباد ہو گئیں

دیوان شمس الدین کا کتب خانہ دیوان شمس الدین، نواب **وزیر الدولہ**، نواب **محمد علی خاں** اور نواب **ابراہیم علی خاں** تینوں رئیسوں کے دور میں ریاست کے اہم مناصب پر فائز رہے۔ مدار المہام ریاست بھی رہے تھے۔ موجودہ صدی ہجری کی پہلی دہائی میں انتقال فرمایا۔

موصوف ملکی ومالی انتظامی قابلیت کے ساتھ علم وفن سے بھی شغف رکھتے تھے۔ دینی علوم سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ کا کتب خانہ اسی ذوق کا نتیجہ تھا جو مختلف علوم وفنون کی سینکڑوں قلمی ومطبوعہ کتابوں پر مشتمل تھا۔ بڑی اہم اور نادر کتابیں آپ کے کتب خانے میں تھیں۔ آپ کے انتقال کے بعد کتب خانے کا اکثر حصہ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں کے کتب خانہ میں منتقل ہو گیا جو اب **سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک** میں محفوظ ہے۔ اکثر کتابوں پر آپ کی مہر مع دستخط وتاریخ ثبت ہے۔

ان کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ہر کتاب آپ کے مطالعہ سے گزری تھی جس پر آپ کے قلم کے حواشی، آپ کے نوٹ، اور مضمون کتاب کی سرخیاں شاہد ہیں۔ کتاب کے شروع میں کتاب اور مصنف کے حالات بھی اکثر اپنے قلم سے لکھے ہیں۔ خط نہایت پاکیزہ وپختہ، منشیانہ اور مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ مولوی احمد علی سیماب **محامد علیہ** میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"او مردے است خوش خُلق، شیریں تقریر، در تواضع و وقار بے نظیر، در اجرائے قوانین بندوبست و ملک فکر رسا دارد۔ علم حدیث و تفسیر و سیر و اخلاق خوب تر یاد گرفتہ، خود را بدیں پایہ بلند در صورتِ خاکساراں دارد۔"

"نزہۃ الخواطر" میں ہے

وکان سریع الادراک قوی الحفظ شدید الانھماک علی مطالعۃ الکتب والمذاکرۃ حریصًا علی جمع الکتب النفیسۃ، کثیر الاستحضار للمسائل العربیۃ، رأیتہ فی کبر سنہ فوجدتہ منہمکًا فی المطالعۃ، وبیدہ المصنف لابن ابی شیبۃ[ؒ]"

دیوان صاحب کی کتابوں کا تفصیلی جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ علم و فضل کے ساتھ بڑے علم نواز اور نادر و نایاب کتابوں کے بڑے قدردان اور حریص تھے۔ مسجد قافلہ کے مقابل آپ کے مکانات تھے۔ ان ہی میں آپ کا کتب خانہ بھی تھا۔ یہ اب تک "دیوان جی کے گھر" کے نام سے معروف ہے

کتب خانہ نائب صاحب نواب وزیر الدولہ کے بیٹے عبید اللہ خاں، نائب الریاست اور اپنے عہد کے بڑی شان و شوکت کے رئیس تھے۔ ان کی حویلی اپنی شان کی نرالی عمارت ہے۔ ایک خوبصورت مردور کوٹھی نشست گاہ تھی۔ اسی کا ایک حصہ کتب خانے کے لئے مخصوص تھا۔ ان کے بیٹے صاحبزادہ عبد العلیم خاں نے اپنے آخری دور تک اس یادگار کو قائم رکھا۔ مولوی محمود حسن خاں، صاحب معجم المصنفین کی آپ کے یہاں بڑی آمد و رفت تھی۔ اور وہ اس کتب خانے کی نگرانی بھی فرماتے تھے۔

اسی دور میں مجھے یہ کتب خانہ دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ کتابیں علیحدہ علیحدہ الماریوں میں فن وار سلیقے سے چنی ہوئی تھیں۔ علوم شرعیہ اور تاریخ کی کتابوں کا زیادہ ذخیرہ تھا۔ قلمی اور نادر کتابیں بھی کافی

لہ ۔ یہ نسخہ کتب خانہ عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے

تھیں۔ ساتویں آٹھویں صدی ہجری کی متعدد کتابیں تھیں۔ ریاست کے قیام اور اس کی تعمیر و ترقی کی تاریخ کا بھی اہم مواد اس میں موجود تھا۔ ابتدائی دور کے اہم مرقعے، اور قدیم عمارتوں کی ابتدائی تصاویر بھی تھیں۔ افسوس آج کتب خانے کا وجود باقی نہیں۔ کتب خانے کا اکثر حصہ بمبئی کے تاجر خرید کر لے گئے۔ کچھ دوسرے مقامات پر منتقل ہوا۔ باقی ذخیرہ بھی نا اہل اولاد کے ہاتھوں دست برد ہو کر منتشر ہو گیا۔

ان رؤسا کے علاوہ صاحبزادہ محمود خاں کا کتب خانہ تھا۔ جو ان کے بعد ان کی اولاد میں صاحبزادہ محمد سعید خاں کے قبضہ میں رہا۔ جنہوں نے اپنے شوق کی کتابوں کا اضافہ کیا۔ لیکن اس کے نوادر بھی تلف ہونا شروع ہو گئے۔ کچھ نوادر اب بھی ان کی اولاد کے قبضہ میں ہیں۔ پانچ سات سال قبل میں نے اس ذخیرہ کو دیکھا تھا اس وقت متعدد قرآن مجید، حمائل وظائف اور متعدد مطلا و مذہب نادر کتابیں موجود تھیں

صاحبزادہ اسحاق خاں کا کتب خانہ بھی مختلف فنون کی نادر کتابوں پر مشتمل تھا۔ موصوف نواب مجید علی خاں کے دوسرے بیٹے تھے اس لئے کتب خانہ بھی ان کو ورثہ میں ملا۔ بعد میں مزید اضافہ ہوتا رہا۔ ان کے بیٹے صاحبزادہ سردار محمد خاں ریٹائرڈ کلکٹر جو ناگڑھ نے بھی اس کو باقی رکھا۔ ۱۹۵۵ء میں مجھے اس کتب خانہ کی فہرست بنانے کا موقع ملا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ کتب خانہ بھی اب انقلاب زمانہ کی نذر ہو کر بمبئی کے تاجروں کے ہاتھوں فروخت ہو گیا۔

صاحبزادہ عبدالحمید خاں کا کتب خانہ بھی اہم ذخیرے پر مشتمل تھا۔ لیکن عرصہ ہوا۔ یہ کتب خانہ بھی ختم ہو گیا۔ اور مختلف لوگوں کے ہاتھوں کتابیں فروخت ہو گئیں۔

صاحبزادہ احمد خاں کا کتب خانہ بھی قابل ذکر ہے۔ محمد مختار الزماں

محمود خاں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ان کی حویلی بعد کے دور میں **صاحبزادہ احمد خاں** کے قبضہ میں آئی۔ موصوف نیک دل، نیک مزاج اور مخیر ہونے کے ساتھ علم دوست اور علم نواز بھی تھے۔ اس لئے کتابوں کا کافی ذخیرہ ان کے کتب خانے میں جمع ہوا۔ مگر اس کی سینکڑوں کتابیں خود ان کی زندگی میں ضائع ہو گئیں۔ ان کے انتقال کے بعد بچا ہوا ذخیرہ ان کی اولاد میں تقسیم ہوا۔

ان کے صاحبزادے **حکیم عبدالقیوم** خاں صاحب نے اپنے حصہ کی کتابوں میں اضافہ کر کے ایک اچھا کتب خانہ بنایا تھا۔ یہ ذخیرہ اگرچہ اب کتب خانہ کی حیثیت سے باقی نہیں ہے پھر بھی ان کی اولاد میں محفوظ ہے۔ درسی وغیر درسی معمولہ کتابوں کے علاوہ طبی کتابیں کافی تعداد میں ہیں مگر اب عرصہ دراز سے گرد و غبار کے غلافوں میں مقفل و محفوظ کر دی گئی ہیں۔

مولوی حکیم محمد عمران خان، بی، اے

ٹونک کے علماء اور مدارس کے کتب خانے

قسط سوم

علماء کے کتب خانے اب تک جن کتب خانوں کا ذکر ہوا وہ امراء اور رؤسا کے کتبخانے تھے جنھوں نے علم پروری اور شان امارت کے لئے کتب خانے قائم کئے تھے لیکن علماء کے کتب خانوں کی داستان بہت طویل ہے ہر عالم کے ساتھ ایک کتب خانے کا ہونا بہت ضروری تھا۔ ایسے دور میں جب کہ طباعت عام نہیں تھی ہر قسم کی کتابیں سینے سے لگا کر رکھی جاتی تھیں چنانچہ قیام ریاست کے بعد جس قدر علمی خاندان **ٹونک** آکر آباد ہوئے وہ کتابوں کے ذخیرے بھی ساتھ لائے۔ جو حضرات درس و تدریس میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ان کے کتب خانے بھی ان کی حیثیت کے مطابق ہوتے تھے۔ ذیل میں ایسے ہی اہل علم کے کتب خانوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نواب **میر خاں** کے ابتدائی دور میں مختار الدولہ محمود خاں کی تحریک پر ملا عرفاں رامپوری کے تین بیٹے مولانا خلیل الرحمٰن، مولوی محمد مفتی اور مولوی سعد اللہ خطیب **ٹونک** منتقل ہو چکے تھے۔ یہ تینوں حضرات الگ الگ مستقل کتب خانوں کے مالک تھے۔ ہر کتب خانے میں کتابوں کی تعداد کافی تھی۔ ۱۰ اس لئے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

کتب خانہ مولوی خلیل الرحمٰن آپ ایک عظیم کتب خانے کے مالک تھے اللہ نے اولادیں بھی ایسی عطا فرمائیں کہ ان میں سے ہر ایک نامور عالم یا بڑا طبیب تھا اس لئے کتابوں کے ذخیرے میں بھی کافی اضافہ ہوتا رہا۔ مولانا خلیل الرحمٰن کے چار فرزند منتقل ہو جانے کی وجہ کر ان کی کتابوں کا ذخیرہ بھی تقسیم ہو گیا۔ ان کی اولاد

میں مولوی عبدالحی[1] اور حکیم غفران[2] تک محفوظ رہا۔ یہ حضرات جاورہ میں باعزت و باوقار زندگی بسر کرتے تھے مگر بعد میں اولاد میں علم کا ذوق نہیں رہ گیا اس لئے یہ تمام ذخیرہ تلف اور منتشر ہو گیا۔ البتہ طب کے کچھ قلمی نوادر ان کے عزیز و محبوب خادم منشی عباس علی صاحب میر منشی جاورہ کے پاس محفوظ ہے

مولانا خلیل الرحمٰن کی باقی اولاد ٹونک میں رہی۔ ان میں مولوی عبدالحق اور حکیم عبدالعلی[3] کو ان نوادر سے دلچسپی قائم رہی اور مولوی عبدالحق نے ان کتابوں میں کافی اضافہ کیا۔ سنہ ۱۲۶۰ھ میں انھوں نے حج کیا۔ اور کافی کتابیں خرید کر ساتھ لائے کتب خانہ کی اکثر کتابوں پر ان کی مہریں ثبت ہیں بعد میں جب اولاد نے کتابوں کو ضائع کرنا شروع کیا۔ تو نواب **سعادت علی** خاں کے زمانے میں اہل علم حضرات کی کوشش سے اس کتب خانے کو صاحبزادہ **عبدالرحیم** خاں کے کتب خانہ میں ضم کر دیا گیا اس کی کتابیں اب بھی **سعیدیہ لائبریری** میں محفوظ ہیں)

کتب خانہ مولوی محمد مفتی اپنے بھائی مولانا خلیل الرحمٰن کے بعد ٹونک تشریف لائے مفتی شریعت کے عہدے کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ان کے پاس بھی کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا۔ موصوف احقر کے جد امجد تھے۔ یہ ذخیرہ بحمد اللہ پانچ پشتیں گزر جانے کے باوجود اب تک محفوظ ہے یہ کتب خانہ ٹونک کے پرائیویٹ کتب خانوں میں سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ والد صاحب مرحوم مولوی حکیم قاضی محمد عرفان[4] خاں ناظم شریعت نے اس کتب خانہ کے ذخیرے میں کافی اضافہ فرمایا موصوف کو قلمی اور نادر کتابوں سے عشق تھا۔ اور بڑی توجہ اور اہتمام سے کتابوں کی حفاظت فرمایا کرتے تھے درسی کتابوں کا بڑا ذخیرہ طلبا کے لئے وقف تھا۔ اس لئے ایک ایک کتاب کے کئی کئی نسخے رکھا کرتے تھے کتاب کیسی ہی نادر کیوں نہ ہو۔ اگر کسی طالب علم کو ضرورت ہوتی تو بلا تامل دیدیا کرتے اکثر فرمایا کرتے تھے "جس شخص نے علم اور اس کے وسائل کے سلسلہ میں بخل سے کام لیا اس کی اولاد سے علم جاتا رہتا ہے"۔ اس پر آپکا پورا عمل تھا

مولوی سعد اللہ کا کتب خانہ آپ بھی کتابوں کے بڑے شائق تھے کتابوں کا بڑا ذخیرہ آپ

۱ھ المتوفی سنہ [illegible] ۲ھ المتوفی سنہ [illegible] ۳ھ المتوفی سنہ ۱۳۰۸ھ ۴ھ المتوفی سنہ ۱۹۶۲ء

کو دربئی میں لاتھا[1]۔ آپ کے صاحبزادے مولوی فضل حق خطیب[2] المتوفی ۱۳۲۳ھ فضل و کمال کے ساتھ تصنیف و تالیف کے بھی دلدادہ تھے۔ آپ نے کتب خانہ میں بڑا اضافہ کیا۔ آبائی جاگیر کی وجہ سے سرونج باوہ جایا کرتے تھے۔ وہاں کے رؤسا رغلام قادر خاں وغیرہ کے کتب خانوں سے بہت سی کتابیں خریدیں۔ ۱۳۰۲ھ میں حج بیت اللہ کا سفر کیا اور بغداد و بصرہ وغیرہ سے بہت سی کتابیں، ساتھ لائے لیکن افسوس آپ کی اولاد میں علم نہ رہنے کے باعث یہ ذخیرہ محفوظ نہ رہ سکا۔ کتابوں کا بچا کھچا حصہ مولوی عرفان صاحب مرحوم کے کتب خانے میں داخل کر دیا گیا

مولانا حیدر علی کا کتب خانہ

آپ کے کتب خانے میں بھی کافی کتابیں تھیں۔ آپ کے بھتیجے مولوی احمد علی سیماب[3] آپ کے جانشین ہوئے۔ ان کے بیٹے حکیم سعید احمد صاحب اپنے دور کے کامیاب طبیب اور بااثر شخصیت رکھتے تھے دونوں حضرات نے کتابوں کے ذخیرے میں کافی اضافہ کیا۔ لیکن یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ کتابوں کا بقیہ حصہ حکیم یحییٰ میاں[4] صاحب کے پاس محفوظ ہے جس کا بیشتر حصہ طب کے قلمی نوادر پر مشتمل ہے۔

نجف علی خاں کا کتب خانہ

تاج العلماء نجف علی خان قاضی جھجر، ٹونک کے اصحاب کمال میں ممتاز ترین شخصیت رکھتے تھے۔ مختلف علوم میں پچاس سے زائد تصنیفات آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کا کتب خانہ بیش قیمت نوادر پر مشتمل تھا۔ دو ایک نسل تک تو اس کی کتابیں محفوظ رہیں۔ آخر میں ان کا حشر بھی وہی ہوا جو علماء و فضلاء کی نااہل اولاد کے ہاتھوں ہوا کرتا ہے۔ یہ جواہر پارے

---

[1] المتوفی ۱۲۹۹ھ [2] آپ نواب وزیر الدولہ کے کتب خانہ کے بھی نگراں رہے ہیں۔ تقریباً تیس کتابیں آپ کی ترجمہ و تالیف کردہ محفوظ ہیں۔ ذاتی کتب خانہ کی اکثر کتابوں پر دو مہریں ثبت ہیں۔ مہروں میں یہ عبارت کندہ ہے
(۱) من مذہب عرفانہ سعد اللہ (۲) محمد فضل حق بن الخطیب مولوی سعد اللہ

[3] المتوفی ۱۳۱۰ھ [4] حکیم سید احمد صاحب کے پسر ہیں۔ موصوف کے برادر حقیقی حضرت بسمل سیدی ٹونکی دور حاضرہ کے مشہور و کامیاب شاعر عرصہ دراز سے دہلی میں مقیم تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۸۶ء میں ہو چکا ہے۔

نا اہل اولاد کے قبضہ میں خزف ریزے بنے ہوئے ہیں۔ اور تقسیم ملک کے بعد یہ لوگ اس ذخیرے کو منتشر کر کے پاکستان چلے گئے۔ اور کتب خانہ بالکل ختم ہو گیا۔

اسی طرح مولوی خلیل الرحمٰن مفتی، مولوی ضیاء النور مفتی، مولوی محمد ادیب، مولوی سراج الرحمٰن، مولوی عبدالمجید خاں صاحب، یوسف خاں صاحب اور سادات قافلہ وغیرہ کے کتب خانے انقلاب کی نذر ہو گئے۔

کتب خانہ حکیم برکات احمد صاحب آپ کی مسند درس ہندوستان کی مشہور ترین درسگاہوں میں تھی۔ آپ کے ذاتی کتب خانے میں بھی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ خیرآبادی خاندان سے تعلق کی بنا پر منطق و فلسفہ اور دیگر علوم عقلیہ کی کتابیں زیادہ تھیں

حکیم صاحب کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حکیم محمد احمد صاحب آپ کے صحیح جانشین ہوئے لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ ان کی اولادیں سب چھوٹی تھیں۔ اس لئے عرصۂ دراز تک کتب خانہ مقفل رہا۔ ایک بار والد صاحب مرحوم نے خواب میں دیکھا کہ حکیم برکات احمد صاحب فرماتے ہیں کہ قاضی جی! کتب خانے میں پانی ٹپک رہا ہے۔ دوسرے دن کتب خانہ کھلوا کر دیکھا گیا تو واقعی پانی ٹپکا تھا جس سے نقصان پہنچا تھا۔ چنانچہ ان کی حفاظت کا سامان کیا گیا۔

جب حکیم محمود احمد صاحب برکاتی تحصیل علوم کے بعد ٹونک تشریف لائے تو آپ نے کتبخانہ کو سنبھالا۔ مگر تقسیم ملک کے بعد موصوف کراچی منتقل ہو گئے اور نادر و نایاب کتابوں کا اکثر حصہ ساتھ لے گئے۔ غیر ضروری کتابیں یہیں چھوڑ دیں۔ کچھ اب تک آپ کے عزیزوں کے پاس محفوظ ہیں۔[1]

کتب خانہ مولوی احمد بخش صاحب مفتی آپ عدالت شریعت میں مفتی تھے۔ ان کے والد عبیدالرحمٰن کا وطن عظیم آباد تھا۔ نواب وزیرالدولہ کے زمانے میں ٹونک تشریف لائے اور اعزاز کے ساتھ زندگی گزاری۔ کتابوں کا ذخیرہ ان ہی کا جمع کردہ تھا۔ مولوی سید علی احمد محدث بہاری کے داماد تھے

---

[1] اسی طرح حکیم صاحب مرحوم کے بھتیجے حکیم نصیر احمد صاحب کا کتب خانہ ہے [illegible]

اکثر کتابوں پر آپ کی مہر "ابوالمجتبیٰ سید عبدالرحمٰن" ثبت ہے۔ بعد میں جب ان کتابوں کے تلف ہونے کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو ان کا کتب خانہ عدالت شریعت کے کتب خانہ میں داخل کر دیا گیا۔

کتب خانہ مولوی عبداللہ خاں نواب ابراہیم علی خاں کے دور میں درباری علما میں تھے کتابوں کا بہت شوق تھا۔ اس لئے پورا کتب خانہ جمع ہو گیا۔ جو اہم اور نادر کتابوں پر مشتمل ہے۔ کتب متداولہ کے اردو تراجم اس کتب خانہ کی خصوصیات میں ہیں یہ کتب خانہ بھی عرصہ دراز سے مقفل پڑا ہے۔

کتبخانہ مولوی عبدالرحمٰن چشتی حیدرآباد کے رہنے والے تھے حکیم برکات احمد صاحب سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ عرصہ تک سید نجتوری کے مدرسہ میں درس دیا۔ حکیم صاحب کے انتقال کے بعد دارالعلوم خلیلیہ میں منتقل ہو گئے اور عمر بھر درسی خدمات انجام دیتے رہے۔

ان کے مزاج میں بڑی نفاست تھی جو کتب خانہ اور اس کی ایک ایک کتاب سے ظاہر ہوتی تھی۔ کتابیں صاف ستھری رکھنے کا بہت اہتمام تھا۔ کتابوں کی جلدیں بڑی پاکیزہ، صاف اور خوبصورت ہوتی تھیں اور اعلیٰ قسم کی الماریوں میں سلیقے سے رکھی رہتی تھیں۔ بغیر جلد کی کوئی کتاب کتبخانہ میں نہ تھی۔ آخر عمر میں اپنا کتب خانہ جماعت اسلامی کو تفویض کر دیا۔ جو ٹونک سے مرکز میں منتقل ہو گیا اور وہاں محفوظ ہے۔

مولوی حیدر حسن خاں اور ان کے بھائیوں کا کتبخانہ مولوی حیدر حسن خاں[۲] شیخ الحدیث ندوہ، مولوی محمود حسن خاں، صاحب معجم المصنفین، مولوی محمد حسن خاں مفتی اور مولوی مظہر حسن خاں پروفیسر سیور کالج، چاروں حقیقی بھائی تھے۔ اور ہر ایک کے پاس کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا۔

مولوی محمود حسن خاں نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ معجم المصنفین کی ترتیب میں لگایا اس لئے یہاں کے اکثر کتب خانے ان کے کھنگالے ہوئے تھے۔ ریاستی کتب خانے بھی ان سے متعلق تھے اس لئے کتابوں کا زیادہ ذخیرہ ذاتی طور پر انھوں نے جمع نہیں کیا۔ پھر بھی ان کے پاس کافی کتابیں تھیں

---

[۱] الفرقان ۱۹۵۹ء [۲] مولانا حیدر حسن خاں، ایڈیٹر معارف کے استاد تھے اور ترمذی انھیں سے پڑھی تھی۔ (م)

ان میں سے کچھ کتابیں قاضی عرفان صاحب کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔

مولوی حیدر حسن خان کی پوری عمر درس و تدریس میں گزری اس لئے ان کے پاس کتابیں زیادہ جمع ہوئیں۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد سے جو کتابیں بھی شائع ہوتی تھیں ہر کتاب کا ایک نسخہ مولانا کے نام مفت آتا تھا۔ خود مولانا کو کتابوں کا بہت شوق تھا۔ محلیٰ شرح موطا کا نسخہ خود مولانا نے نقل کرا کے اپنے کتب خانے میں داخل کیا۔

فقہ کی مشہور ضخیم کتاب "برھان" (چار جلد) کو جس میں مصنف نے محدثانہ انداز میں مسائل فقہیہ کو ثابت کیا ہے۔ اسی طرح نقد حدیث سے متعلق امیر و وزیر کے متن و شرح، تنقیح و توضیح کو مقامی کاتب منشی رحمت اللہ سے لکھوایا تھا۔ اور اکثر اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے جس کتاب کو بھی نادر پاتے اور اس کا اپنے پاس موجود رہنا ضروری خیال فرماتے تھے فی الفور نقل کرا لیا کرتے تھے تقسیم ملک کے بعد جب آپ کے لڑکے پاکستان منتقل ہوئے تو نادر کتابیں بھی ساتھ لے گئے۔ باقی کتابیں مدرسہ فرقانیہ ٹونک کے کتب خانے میں داخل کر دی گئیں

مولوی محمد حسن خان مفتی کا بھی ایک ذاتی کتب خانہ تھا۔ یہ کتب خانہ بھی تقسیم ملک کی نذر ہو گیا۔ کچھ کتابیں ضائع ہو گئیں۔ باقی کتابیں ٹونک ہی میں کس مپرسی کے عالم میں ایک مقام پر پڑی ہیں۔ "ادب القضاء" خصاف کی شرح، صدر شہید کا ایک نادر نسخہ آپ کے کتب خانہ میں تھا جو میں نے دیکھا ہے۔ یہ نسخہ ۸۲۹ھ کا لکھا ہوا ہے۔ کاتب کا نام علی الجارحی ہے۔ اوراق ۱۵۸ خط پختہ عربی، کاغذ سفید دبیز، غیر مجدول ہے، ورق اول پر طلائی جدول ہے۔ جس کے بالائی حصہ میں کتاب کا نام سنہرے حرفوں میں لکھا ہوا ہے۔ درمیان کے طلائی دائرہ میں مصنف کا نام درج ہے۔ یہ نسخہ علامہ زین بن نجیم المصری صاحب بحر الرائق کے مطالعہ میں رہ چکا ہے۔ ان کے قلم کے حواشی اس نسخہ کے حاشیہ پر جڑے ہوئے ہیں۔

یہ نسخہ شیخ محمد المکی الحنفی کی ملک میں رہا ہے۔ جو ابن نجیم کے قریب العصر تھے۔ اول ورق پر ان کا بھی ایک نوٹ درج ہے۔ ورق نمبر ۹ کے ایک حاشیہ پر تحریر ہے کہ یہ خط علامہ ابن نجیم کا ہے۔ ورق نمبر ٦٦ کے حاشیہ پر "ھذا خط الشیخ عبدالکریم القطبی رئیس مکہ وعین اعیانہا فی زمنہ" درج ہے۔ یہ نسخہ کراچی منتقل ہوگیا۔ اسی طرح مشکوٰۃ المصابیح کا ایک نادر قدیم نسخہ بھی اسی کتب خانے ، کا دیکھنے میں آیا تھا۔ جس پر متعدد علماء کی سندات درج تھیں۔

مولوی مظہر حسن خاں کے پاس بھی کتابوں کا ذخیرہ تھا مگر آخری عمر میں ان کے معذور ہوجانے کی وجہ سے کتابیں ضائع ہوتی گئیں۔ ان کے انتقال کے بعد باقی کتابیں فروخت کردی گئیں۔

مولوی محمود حسن خاں کے داماد مولوی وحید حسن صاحب بھی کتابوں کے اچھے ذخیرے کے مالک تھے۔ اس ذخیرے میں درسی مطبوعہ کتابیں زیادہ ہیں جو ابھی تک محفوظ ہیں۔

کتب خانہ محمود شیرانی حافظ محمود شیرانی مرحوم نوادر جمع کرنے میں شہرۂ آفاق تھے دوسرے نوادر کے علاوہ ہزاروں روپے خرچ کرکے نادر کتابیں جمع کی تھیں۔ جن میں ہر دور اور ہر صدی کے عجائبات، فنی وصنعتی مرقعے، قدیم اور نادر کتابیں، پرانے سکے، غرض ہر طرح کے نوادر کا عجائب خانہ تھا۔ یہ تمام ذخیرہ پنجاب یونیورسٹی کے حوالہ کردیا گیا تھا۔ جو وہاں محفوظ ہے۔

۱ـ پروفیسر حافظ محمود خاں شیرانی خود اپنی ذات سے ایک علمی دبستان، ادارہ اور نوادر کا سرچشمہ تھے۔ وہ نہ صرف مؤرخ، محقق، متبحر عالم، فاضل، اور مسلم علوم السنہ اور ماہر عتیقیات وسلفیات ہی تھے۔ بلکہ فن تحقیق اور تاریخ وسلفیات کے بحر ناپیدا کنار کے شناور مشاق تھے انھوں نے ٹونک کا نام نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تحقیق اور علمی دنیا میں اجاگر کیا ہے۔ ٹونک سے وہ نہیں، بلکہ ٹونک ان سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ ان کے اورینٹل کالج لاہور کے میگزین میں شائع شدہ معرکۃ الآرا مضامین اور مقالات نے اور تصانیف نے تحقیقی اور علمی دنیا میں ان کی دھاک بٹھادی ہے۔ یہ مضامین مقالات شیرانی کی شکل میں

بقیہ صفحہ آئندہ پر

مولانا سورتی کا کتب خانہ ٹونک کے قابل ذکر کتب خانوں میں مولانا محمد سورتی مرحوم کا کتب خانہ بھی تھا۔ یہ کتب خانہ اگرچہ ٹونک میں زیادہ دن نہیں رہا۔ مولانا کے انتقال کے بعد ٹونک سے باہر چلا گیا لیکن اپنی نوعیت کا بے مثل کتب خانہ تھا جس میں مختلف علوم و فنون کے جواہر پارے مجتمع تھے۔ مولانا مرحوم معیاری اور علمی کتابوں کے عاشق اور کثیر المطالعہ تھے بیشتر اوقات مطالعہ میں مشغول رہتے تھے اور تھوڑے وقت میں بڑی بڑی کتابیں پڑھ ڈالتے تھے۔ ایک کتاب ختم کرتے ہی دوسری کتاب کا مطالعہ شروع کر دیتے تھے جہاں کہیں نئی کتاب کا پتہ چلتا، فوراً منگاتے۔ ابنائے غلام رسول سورتی کو ہدایت تھی۔ کہ جب بھی کوئی نئی کتاب طبع ہو کر آئے فوراً وی پی کر دی جائے۔ اس لئے وہ جہاں بھی رہے ان کے پاس کتابوں کا ذخیرہ جمع ہو گیا۔

موصوف خوشخط اور نہایت زود قلم تھے۔ بڑی بڑی نادر کتابیں خود لکھ ڈالتے تھے آپ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

ان کے پوتے پروفیسر ظہیر محمود نے پاکستان سے شائع کئے ہیں۔

حافظ صاحب نے زندگی بھر مخطوطات ڈسکو کانٹ اور نوادرات بڑی محنت اور جانفشانی سے جمع کئے جو ان کا سرمایہ حیات تھا۔ جسے انھوں نے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو ۱۹۴۲ء میں فروخت کر دیا تھا۔ جن کی فہرست دو جلدوں میں ادارہ تحقیقات پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔

اس ذخیرۂ شیرانی کی مجموعی تعداد ساڑھے تین ہزار کے قریب ہے جن میں معتدبہ حصہ ڈھائی ہزار کے قریب فارسی مخطوطات پر مشتمل ہے۔ قدامت فن ندرت اور سواد و متن کے اعتبار سے یہ ذخیرہ بہت اہم اور بیش قیمت ہے۔ یہ عربی فارسی، اردو ترکی، گجراتی، پشتو، پنجابی اور دیسی زبانوں کے مخطوطات ہیں ان مخطوطات میں چھٹی صدی ہجری سے لے کر دسویں، گیارھویں صدی ہجری تک کے مکتوبہ نسخے ہیں — قدیم ترین نسخہ قرآن کریم کی قدیم تفسیر ... متوفی ... مطابق ... کے زمانے کی مکتوبہ ہے

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے —

(فہرست مخطوطات شیرانی - مرتبہ ڈاکٹر محمد بشیر حسین مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء)

امیدہ بیانہ

جمہرۃ العرب جیسی ضخیم کتاب، موذی مرض میں مبتلا ہونے کے باوجود تھوڑے وقت میں نقل کروالی۔ اس کے علاوہ کئی اور بھی ضخیم ضخیم کتابیں نقل کیں۔ اس جلیل المرتبت ادیب کے کتب خانے میں عربی ادب، حدیث و تاریخ کی بے شمار کتابوں کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی کتابیں بھی تھیں۔

موجودہ دور موجودہ دور میں جن حضرات کے پاس کتابوں کا ذخیرہ باقی ہے ان میں مولوی محمد علی خاں صاحب کا نام قابل ذکر ہے۔ موصوف حکیم برکات احمد صاحب کے شاگرد اور پرانے باقیات صالحات میں ہیں آپ کے پاس کتابوں کا اچھا ذخیرہ ہے۔

اسی طرح مولوی حکیم احمد حسن خاں صاحب ٹونکی مفتی مقیم جے پور کا کتب خانہ بھی کتابوں کی معقول تعداد پر مشتمل ہے اس میں کچھ تو موروثی ہیں۔ لیکن زیادہ حصہ خود حکیم صاحب کا جمع کردہ ہے۔ طب کی کتابیں خاص طور سے اہم ہیں۔ اس کتب خانے میں درجنوں کتابیں خود مصنفین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور باقی کتابیں تاریخی ندرت کی حامل ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان نوادر پر علیحدہ مضمون لکھا جائے۔

قبلہ والد صاحب مرحوم کے کتب خانے کے متعلق لکھا جا چکا ہے۔ کہ وہ بحمد اللہ محفوظ ہے اور ٹونک کے کتب خانوں میں اپنے نوادر کے لحاظ سے بہت ممتاز ہے۔ اس پر علیحدہ ایک مضمون لکھا جائے گا

ان کے علاوہ شہر ٹونک میں بیسیوں خاندان ایسے گزرے ہیں جو اپنے اپنے دور میں علمی مرکز رہے ہیں جن میں مذہبی اور دینی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا لیکن آج ان کا نام بھی باقی نہیں ہے۔

درسی کتب خانے شہر ٹونک جس دور میں درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کا مرکز تھا۔ اسی زمانہ میں درسی کتب خانوں کی تعداد بھی کثیر تھی۔ ہر مدرسہ اور ہر مکتب میں

ایک مختصر کتب خانہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب یہ چیز مفقود ہے۔ اس لئے یہ ذخیرے بھی منتشر ہو گئے۔ البتہ دارالعلوم خلیلیہ کا کتب خانہ، مدرسہ فرقانیہ اور مدرسہ ناصریہ ٹونک کے کتب خانے اب تک باقی ہیں۔

دارالعلوم خلیلیہ کا کتب خانہ کتابوں کی کثیر تعداد پر مشتمل ہے۔ ان میں درسی کتابوں کا ذخیرہ زیادہ ہے۔ ضرورت ہے کہ منتظمین دارالعلوم اس کا تعارف کرائیں۔ اگر کچھ نوادر بھی محفوظ ہوں۔ تو ان کے حالات بھی شائع کریں۔ تاکہ اہل علم ان سے استفادہ کر سکیں۔

مدرسہ فرقانیہ ٹونک کا کتب خانہ زیادہ وسیع نہیں۔ البتہ تقسیم ملک کے بعد مولانا حیدر حسن خاں صاحب کے کتب خانے کی باقی کتابیں جو ان کی اولاد کے پاکستان منتقل ہو جانے کے بعد یہاں رہ گئی تھیں اس مدرسہ میں داخل کر دی گئی ہیں اور محفوظ ہیں۔

مدرسہ ناصریہ ٹونک بھی کچھ عرصے تک درس و تدریس کا مرکز رہا ہے اس لئے اس مدرسہ میں بھی کتابوں کا کچھ ذخیرہ تھا جو محفوظ ہے۔ ان مدارس کے علاوہ مدرسہ امیریہ ٹونک میں بھی درسی کتابیں کافی تعداد میں تھیں۔ تقسیم ملک کے بعد جب مدرسہ باقی نہیں رہا۔ تو اس کی کتابیں سعیدیہ لائبریری ٹونک میں داخل کر دی گئیں اور محفوظ ہیں۔

کتب خانوں کی داستان بہت طویل ہو گئی خیال تھا کہ جو ذخیرے اب بھی محفوظ ہیں ان کے ذکر کے ساتھ ان کے نوادر کا بھی کچھ تذکرہ کیا جاتا۔ لیکن طوالت کے خیال سے اس وقت صرف کتب خانوں کے ذکر پر ہی اکتفا کیا گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے موقع عنایت فرمایا تو ان نوادر پر بھی ان شاءاللہ آئندہ لکھنے کی کوشش کی جائے گی۔

آخر میں قارئین کو یہ مژدہ سناتے ہوئے مسرت محسوس کرتا ہوں کہ جب سے سعیدیہ لائبریری کی کتابوں کی مفصل فہرست تیار کرنے کا موقع ملا ہے۔ اسی وقت سے راقم الحروف

"تذکرۂ علمائے ٹونک" ترتیب دینے کی فکر تھی، بحمداللہ اس سلسلہ میں بہت کچھ کام ہو چکا ہے۔ جو باقی ہے اس کی تکمیل کے لئے ان حضرات کے تعاون کی ضرورت ہے جن کے خاندان کسی بھی دور میں اس ریاست سے متعلق رہ چکے ہیں۔ اس تذکرہ میں ان کی تصانیف، علمی کاوشوں، اور نسبی سلسلوں کا خصوصیت سے اہتمام کیا گیا ہے

امید ہے کہ اصحاب علم اس کام میں اپنی امداد سے دریغ نہ فرمائیں گے

کتب خانہ عرفانیہ ٹونک کے نادر مخطوطات

قسط اول

مولوی حکیم قاضی محمد عرفان خاں ناظم (صدر المفتیین) عدالت شریعت ٹونک

راجستھان اس علاقہ کے فاضل اور مشہور ترین افراد میں تھے علمی قابلیت، فہم و ذکاء، تفقہ فی الدین، جزئیات پر عبور، حق گوئی اور پابندی شریعت میں آپ کو غیر معمولی شہرت حاصل تھی۔ امراء کے درباروں میں علی الاعلان حق کا اظہار آپ کا شیوہ تھا۔ درس و تدریس میں اپنے استاد مولانا حکیم برکات احمد صاحب کے بعد آپ مرکزی شخصیت کے مالک تھے۔ طالب علمی کے ابتدائی دور سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ جو موت سے تین روز قبل تک جاری رہا۔

اسی درسی توغل اور علمی انہماک کی بنا پر کتابوں کے ذخائر سے ہمیشہ آپ کا رابطہ رہا خود آپ کا ذاتی اور خاندانی کتب خانہ جس کے نوادر پر یہ مضمون سپرد قلم کیا جا رہا ہے شخصی کتب خانوں میں سب سے بڑا کتب خانہ تھا۔ طلبا کی ضرورت کے لحاظ سے درسی کتابوں کے کئی کئی مطبوعہ و قلمی نسخے آپ کے کتب خانے میں رہتے تھے اور ان کو دیئے جاتے تھے۔ نادر کتابوں کا ذخیرہ ان کے علاوہ تھا جو ورثہ میں چلا آتا تھا۔ اس طرح یہ کتب خانہ ایک جامع کتب خانہ بن گیا۔

آپ کا خاندان ٹونک کے ممتاز ترین خاندانوں میں شمار ہوتا ہے اس خاندان کے مورث

لہ مطبوعہ معارف نمبر ۳ جلد ۱۰۱ مارچ [illegible]

اعلیٰ ملّا عرفان رامپوری صاحبِ دقائق و مدار حواشی منار تحصیل علم کے لئے علاقہ سوات سے ہندوستان آئے اور بحرالعلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اور متاہل ہونے کے بعد رامپور میں سکونت اختیار کر لی۔ اللہ تعالےٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ سات پشت گزر جانے کے بعد اب تک مسلسل اس خاندان میں علم و فضل باقی ہے ذٰلک فضل اللہ

یہی ملّا عرفان رامپوری اس کتابی ذخیرے کے کلی مورث اعلیٰ ہیں ان کے انتقال کے بعد یہ ذخیرہ ان کی اولاد میں تقسیم ہوتا چلا گیا۔ اور اس میں اضافہ بھی ہوتا رہا۔ اس کی کچھ تفصیل اپنے مضمون "ٹونک کے قدیم مدارس اور کتب خانے" میں لکھ چکا ہوں جو معارف بابت جولائی تا ستمبر ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا ہے تقسیم در تقسیم کے بعد کتابوں کا جو ذخیرہ والد مرحوم کے حصہ میں آیا تھا۔ اس کے نوادر پر مضمون لکھنے کا وعدہ گزشتہ مضمون میں کیا تھا۔ یہ مضمون اسی وعدے کا نتیجہ ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتب خانہ حدیث، فقہ، تصوف، صرف، نحو، منطق، فلسفہ اور طب کے اچھے ذخیرہ پر مشتمل ہے کل کتابوں کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے درسی کتابیں زیادہ تعداد میں ہیں۔ مثلاً شرح جامی کے ۹ نسخے، ہدایہ کے ۷، شرح وقایہ کے ۳ بخاری کے ۳، ابوداؤد کے ۳۔ وغیرہ وغیرہ۔

منطق اور فلسفہ کی کتابوں کا بھی یہی حال ہے۔ فقہ میں اس خاندان کو ہمیشہ سے مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس لئے فقہی ذخیرہ کافی تعداد میں ہے۔ کتب متداولہ فقہیہ کے علاوہ مختلف فتاویٰ خاصی تعداد میں ہیں۔

عوارف المعارف اور صحیح البخاری کے نادر مخطوطوں کا تعارف اس سے پہلے کے مضمون میں کرایا جا چکا ہے[۱] اس مضمون میں دوسرے نوادر کا ذکر کیا جاتا ہے

۱۔ یہ مضامین معارف میں بماہ جون ۱۹۶۶ء و بماہ مارچ ۱۹۶۷ء شائع ہو چکے ہیں۔

مجموعہ حواشی تفسیر بیضاوی

(۱) حاشیہ سورۂ یٰسٓ — از ملّا محمد صادق، محشی ۸ رمضان سنہ ۱۰۲۳ھ کو اس تحشی سے فارغ ہوئے۔ ملا صوفی بن ملا باقی کاتب نے سمرقند میں سنہ ۱۰۲۰ھ میں یہ نسخہ لکھا تقریباً ۳ جزو کا رسالہ ہے، تقطیع خورد، کاغذ کرم خوردہ و قدرے چٹ زدہ

آغاز:- یَا مَنْ مَنَّ عَلَیْنَا بِإِرْسَالِ الرَّسُوْلِ الْکَرِیْمِ الخ

(۲) حاشیہ سورۂ انا فتحنا از ملا جلبی تقریباً ۵ جزو کا رسالہ ہے

(۳) ایضاً از مرزا جان شیرازی

(۴) ایضاً از میر صدرالدین بخاری مصنفہ سنہ ۹۹۱ھ

آخرالذکر تینوں حواشی کے کاتب محمد معصوم بن محمد باقی ہیں ۱۰۵۱ھ میں یہ حواشی لکھے گئے ہیں۔ یہ چاروں حواشی ان ہی مقامات کے کاتبوں کے لکھے ہوئے ہیں جہاں کے محشی تھے، مجموعہ حواشی قدیم اور نادر ہے۔ سنہ ۔۔ جلوس میں یہ نسخہ عالمگیر کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہوا۔ اور منعم خان[١] خانِ خاناں کی تحویل میں رہا۔ ان کے قلم کا یہ نوٹ شروع میں درج ہے۔ محرم الحرام سنہ ۔۔ عالمگیری تحویل محمد منعم

مجموعہ کے آخری صفحہ پر متعدد عبارتیں محو شدہ ہیں جو شاہی تحویلداروں کی معلوم ہوتی ہیں مگر اس طرح مٹا دی گئی ہیں کہ پڑھی نہیں جاتیں۔ شروع میں مولوی فضل حق خطیب ٹونک کی مہر بھی ثبت ہے۔

---

[١] نواب منعم خاں خانِ خاناں سلاطین مغلیہ کے مشہور خوانین میں سے ہیں روح اللہ خاں میر بخشی کی معرفت عالمگیر کے دربار سے متعلق ہوئے عالمگیر اور اس کے بیٹے شاہ عالم دونوں کے زمانہ میں مناصب جلیلہ پر فائز رہے۔ مآثر الامراء میں اس کے مفصل حالات درج ہیں۔

تفسیر پارۂ عم

ازاحمد بن سعید دیا شیہ ات از ملا تیسیر۔ اس تفسیر کے کاتب محمد حسین بن محمد علی یعقوبی ہیں تاریخ کتابت درج نہیں۔ مگر نسخہ قدیم ہے۔ ورق اول ناقص ہے۔ تفسیر کے ساتھ ملا جیون کا حاشیہ شامل ہے۔ اس کے کاتب دوست محمد بن یار محمد ہیں۔ یہ نسخہ کابل میں خواجہ ابوالحق کے مدرسہ میں لکھا گیا۔ سن کتابت ۹ سنہ جلوس لکھا ہے۔ اور کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ نسخہ بھی قدیم ہے اس کا ورق اول بھی ناقص ہے۔ اسی حالت میں یہ دونوں کتابیں شاہی کتب خانوں میں داخل ہوئیں۔ جیسا کہ مختلف تحویلداروں کے نوٹ سے اندازہ ہوتا ہے۔ چند مدور مہریں بھی ثبت ہیں لیکن محو شدہ ہیں۔

رفع الحجاب عن الناسخ والمنسوخ من ای الکتاب

شیخ محمد بن سلیمان الکردی المدنی المتوفی ۱۱۹۴ھ اس کے مصنف ہیں۔ مولانا شیخ خلفان ساکن محمار ازبدفات کی فرمائش پر یہ رسالہ لکھا۔ مختصر رسالہ ہے اور مصنف کی زندگی کا لکھا ہوا ہے کاتب کا نام درج نہیں۔ غالباً مصنف کے کسی شاگرد کے قلم سے لکھا ہوا ہے اور اس نسخہ سے مصنف کی موجودگی میں مقابلہ کیا گیا ہے۔ آخر میں یہ نوٹ درج ہے۔

قوبلت مع المؤلف حفظہ اللہ تعالیٰ ومع نسختہ

۱۱۹۰ھ میں یہ نسخہ الیاس بن عثمان الکردی ثم المدنی کی ملکیت میں آیا۔ ۱۲۱۲ھ میں احمد بن حسین بن رشید کی ملکیت میں آیا۔ نسخہ نہایت معتبر و نادر ہے۔

آغاز: الحمد للہ الذی نسخ ظلام الشرک بنور الاسلام الخ

تفسیر تبیان

خضر بن عبدالرحمن ازدی المتوفی ۸۰۳ھ اس کے مصنف ہیں۔ تفسیر نصف ثانی

۱۱۱۱ھ کا لکھا ہوا ہے کاتب کا نام درج نہیں چھوٹے سائز کے بارہ سو صفحات پر مشتمل ہے ورق اول چٹ زدہ اور ناقص ہے تفسیر مدارک وغیرہ سے اس کی تحشی کی گئی ہے۔

تفسیر حسینی

ملا حسین واعظ کاشفی المتوفی ۹۱۰ھ کی مشہور تفسیر ہے پیش نظر نسخہ کی جلد ثانی قدیم ہے اگرچہ تاریخ کتابت درج نہیں ہے مگر دوسرے شواہد سے دسویں یا گیارھویں صدی ہجری کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ آخر میں ایک مہر مدور محو شدہ ہے۔ آخر میں کتابت اور کاغذ سے متعلق جو نوٹ ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نسخہ شاہی کتب خانوں میں رہا ہے۔ تقطیع متوسط، مجدول، اسمائے [illegible] طلائی، خط عربی۔

جمالین حاشیہ جلالین۔

مصنفہ ملا علی القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ۔ پیش نظر نسخہ کے کاتب ملا لطف اللہ بن عبداللہ شعری ہیں۔ ۲۹ رجب ۱۲۲۹ھ کو کتابت شروع ہو کر ۱۲۳۰ھ میں ختم ہوئی۔ شروع میں مہر "میر نور علی" ثبت ہے۔ صاحب مہر نے ۱۲۳۲ھ میں اپنے قلم سے عبارت لکھی ہے ۸ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ کو نسخہ ٹونک میں قاضی علیم الدین صاحب کی ملکیت میں آیا۔

آغاز: الحمد للہ الذی نزل الجلال والجمال والاکمال الخ

مصابیح السنۃ

پیش نظر نسخہ اگرچہ ناقص الطرفین ہے لیکن نہایت قدیم ہے چھٹی یا ساتویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہو کاغذ دبیز اور کتابت قدیم ہے۔ اس کے ہر ورق سے قدامت ظاہر ہوتی ہے۔

شرح مصابیح السنۃ (نصف آخر)

شارح کا پتہ نہیں چل سکا۔ ربع ثالث کے بعد سے شروع ہوتی ہے مصنف درج نہ کاغذ سبز

دبیز، خط عربی قدیم، شعبان ۱۰۲۲ھ میں یہ نسخہ لکھا گیا۔ کاتب کا نام درج نہیں نسخہ نہایت قدیم و نادر ہے اور تصنیف سے ستر سال بعد کا لکھا ہوا ہے کتب خانہ میں صرف نصف آخر ہے۔ شرح میں ہر حدیث کے بعد فیہ مسائل کے تحت مسائل کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

شرح سفر السعادۃ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ۔ پیش نظر نسخہ نادر نسخہ ہے۔ کاتب محمد جعفر نے ۱۲ ارمضان ۱۰۹۳ھ کو اس کی کتابت کی اوراق کی تعداد ۴۹۸ ہے نسخہ قدیم اور بہتر حالت میں ہے آخر میں "احمد اللہ ولد محمد امیر اللہ"، کی مہر ثبت ہے۔ شروع میں مولوی محمد مفتی ٹونکی کی مہر بھی ہے جس میں "محمد مظہر اسرار عرفان" کندہ ہے۔ ورق اول سے ایک مہر محو کر دی گئی ہے شروع کتاب میں قاضی عبدالحلیم ٹونکی کے قلم سے محدث دہلوی کی تصانیف کی فہرست شامل ہے جن کی تعداد ۴۲ ہے

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ للمحدث الدہلوی

پیش نظر نسخہ نصف آخر ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے دونوں تقریباً ہم عصر ہیں۔ جلد اول کے اختتام پر ۱۰۹۶ھ سن کتابت درج ہے جلد آخر کی ابتدا میں قاضی بدر الدین بن قاضی بدیع الدین احمد فاروقی کے دستخط اور مہر ثبت ہیں۔ مہر میں ۱۱۳۹ھ کندہ ہے

صحیح البخاری

اس نسخہ کے کاتب علامہ معین بن محمود کشمیری المتوفی ۱۰۸۵ھ ہیں اس نسخہ پر ایک مضمون بھی علیحدہ لکھا جا چکا ہے جو معارف بابت مارچ ۱۹۶۷ء میں شائع ہو چکا ہے

شمائل الترمذی

اس نسخہ کے کاتب حاجی نصر اللہ الجشتی الپاتی ہیں۔ ذیقعدہ ۹۹۶ھ میں کتابت ہوئی نسخہ اچھا اور محشی ہے ۱۲۱۱ھ میں یہ نسخہ مولوی محمد اللہ خطیب جامع مسجد ٹونک

کے قبضہ میں آیا درمیان سے قدرے ناقص تھا ورق اول بھی گم تھا موصوف نے اسے مکمل کیا تھا۔

شرح شمائل نبوی

محمد جان بن محمد صدیق بن سلطان محمود نقشبندی تاشقندی اس کے مصنف اور خواجہ نور اللہ بن خواجہ جمال اللہ نقشبندی کاتب ہیں۔ تاریخ کتابت درج نہیں شروع میں مہر محمد رفیق ثبت ہے۔ مولوی فضل حق خطیب ٹونک کی مہر بھی لگی ہوئی ہے

آغاز :۔ حمد ابدی وثنائے لم یزلی وشکر بے عدد وسپاس بے حد الخ

الحصن الحصین للجزری

اس نسخہ کے کاتب شیخ نعمت اللہ بن شیخ سلیمان ہیں۔ ۲۱ جمادی الاخری ۱۰۶۲ھ تاریخ کتابت ہے نسخہ اچھا اور کثیر الحواشی ہے

لباب الاخبار

اس میں مختلف ابواب کی دس دس احادیث جمع کرکے فارسی میں ان کا ترجمہ کیا گیا ہے کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا لیکن ۲۰ رمضان ۱۰۹۰ھ تاریخ کتابت درج ہے۔ اول وآخر میں مولوی [illegible] اللہ و مولوی فضل حق کی مہریں ثبت ہیں۔ ایک مدور مہر محو شدہ ہے۔

آغاز :۔ حمد بے حد وثنائے بے عدد مر خدائے را عزوجل الخ

روضۃ الخطباء ومغنم الاتقیاء

جمعہ کے خطبات کا مجموعہ ہے۔ اس کے مرتب عمر خان بن محمد عارف عبد الغفور جان ..... المدنی موطناً والہ رامپوری الحنفی مولداً ہیں۔ کتاب خانہ میں اس کی صرف جلد ثانی ہے۔ وہ بھی آخر سے ناقص ہے۔ یہ جمعہ ماہ شعبان کے خطبوں سے شروع ہو کر آخر تک ہے۔ آخر کے تقریباً ۱۰ خطبے گم ہیں۔ شروع میں دونوں جلدوں کی فہرست شامل ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جلد اول ۱۱۵

اور جلد ثانی ۲۲۳ خطبوں پر مشتمل ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب خطبات کا اچھا مجموعہ ہے اور خطبے علمی انداز کے ہیں۔ شیخ احمد ابن محمد جمال صادق نے کسی زمانہ میں یہ کتاب کہیں وقف بھی کی تھی جیسا کہ ابتدا کے نوٹ سے پتہ چلتا ہے۔

جامع الرموز شرح مختصر الوقایہ

مصنفہ شمس الدین محمد القہستانی المتوفی ۹۶۲ھ۔ یہ نسخہ ۹۵۵ھ کا لکھا ہوا ہے کاتب ابوبکر بن شیخ یوسف ذلی ہیں۔ کتابت کی تکمیل اگرچہ ۹۷۶ھ میں ہوئی ہے۔ لیکن اس کا اکثر حصہ شارح کی حیات کا لکھا ہوا ہے۔ اس لئے کہ وسط کتاب کے ابتدا تک جس قدر حواشی ہیں ان سب پر کاتب نے "منہ سلمہ اللہ وابقاہ" لکھا ہے نسخہ بہت عمدہ نادر اور قدیم ہے۔

الایضاح شرح الاصلاح للوقایہ

مصنفہ احمد بن سلیمان بن کمال رومی مشہور بہ ابن کمال پاشا المتوفی ۹۴۰ھ اس نسخہ کے کاتب خان محمد بن شیخ فتح محمد انصاری ساکن ملتان ہیں ۱۰ شوال ۹۸۵ھ تاریخ کتابت ہے، آخر سے تین مہریں محو شدہ ہیں ایک مہر پر صاحب مہر کی طرف سے یہ عبارت درج ہے

"مالکہ بالشراء خادم احمد ملا موسیٰ ولد غفران پناہ ملا علی مرحوم"

نسخہ اچھا ہے۔

منح الغفار شرح تنویر الابصار

مصنفہ محمد بن عبداللہ التمرتاشی جو شارح بھی ہیں اور ماتن بھی یہ کتاب دو جلدوں میں ہے پیش نظر نسخہ صرف جلد اول ہے جس کے کاتب حافظ محمد بن علی ہیں۔ ۲۰ شعبان ۱۰۹۰ھ تاریخ کتابت ہے۔ اول و آخر سے کئی مہریں محو شدہ ہیں۔ نسخہ قدیم اور نہایت بہتر حالت میں ہے۔ ۱۱۳۲ھ

میں یہ نسخہ مکہ معظمہ سے خرید کر ہندوستان منتقل ہوا۔ ابتداءً اس کی جلد مصری تھی ۱۲۳۰ھ میں اس کی بہترین جلد نستاراں والہ محمود خاں نے تیار کرائی جو ٹونک کے ایک نامور رئیس اور صاحب کتبخانہ تھے اس کتاب کی جلد ثانی بھی غالباً ٹونک کے ایک شخصی کتبخانہ میں محفوظ ہے۔

بستان العارفین للفقیہ ابی اللیث المتوفی ۳۷۳ھ

پیش نظر نسخہ قدیم اور اچھا نسخہ ہے چھٹی یا ساتویں صدی ہجری کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے چونکہ ناقص الطرفین تھا۔ اس لئے اول و آخر کے چند اوراق بعد میں کسی نے لکھ کر شامل کئے ہیں یہ نسخہ شیخ عبدالرسول کے کتب خانے کا تھا۔ وہاں سے ان کے بھائی عنایت اللہ بن شیخ شہاب الدین نے خریدا۔ موصوف کی مہر ثبت ہے۔ جس میں ۱۰۹۳ھ کندہ ہے۔ اول و آخر میں "محمد اعظم ۱۱۳۸ھ" اور "عصمت اللہ عباسی الہاشمی" کی مہریں بھی ثبت ہیں۔ محمد غوث ہاشمی کی ملک میں بھی یہ نسخہ رہا ہے۔

فتاویٰ مجمع البرکات

مؤلفہ ابو البرکات بن حسام الدین بن نور جمال خاں در ۱۱۰۰ھ اس نسخہ کے کاتب عبدالواحد [illegible] قادری ہیں۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۶۲ھ کی کتابت ہے۔ اول و آخر میں تین مہریں "ملا عبداللہ ولد ضمیر خاں ۱۲۴۰" کی ثبت ہیں۔

نور النیرین فی اختلاف المذہبین (ابی حنیفہ والشافعی)

للشیخ علی البیتی۔ اس نسخہ کے کاتب یحییٰ بن حسین بغدادی ہیں محرم ۷۷۶ھ میں یہ نسخہ لکھا گیا۔ عبدالقادر بن محمد علی القادری کی ملک میں بھی یہ نسخہ رہا ہے۔

آغاز:- الحمد للہ الذی رفع اعلام الشریعۃ الغراء الخ

فتاویٰ قاضی خاں:- مشہور کتاب ہے۔ پیش نظر نسخہ دو جلدوں پر

مشتمل ہے۔ جلد اول کا اکثر حصہ قاضی میاں سلیمان ولد گل محمد کا لکھا ہوا ہے لوح کتاب پر ابتدائے کتابت کے سلسلہ میں ذیل کا تاریخی قطعہ درج ہے۔

روز اربعا ہفدہم بود از ربیع الاولین — من شروع کردم بقول آں شفیع المذنبین

یک ہزار و یکصد و چہل ہفت سن اندر حساب — تا نویسم بامداد و بادلم جاں ایں کتاب

آخر کے سات آٹھ جزو کاتب مذکور کے بھائی ملا حسین نے لکھے جس کی تاریخ کتابت ۱۰ ربیع الآخر ۱۱۵۱ھ ہے اول آخر میں ان کی مزید عبارتیں اور حواشی بھی درج ہیں۔ جو ۱۱۶۰ھ تک کے ہیں۔ آخر میں اس خاندان کے کچھ لوگوں کی تاریخہائے وفات درج ہیں۔ ان میں محمد حسین مذکور کی تاریخ وفات ۵ محرم ۱۱۸۱ھ یوم جمعہ تحریر ہے۔ تقطیع کلاں اور نسخہ اچھا ہے۔ اس کتاب کی جلد دوم مولوی فضل حق صاحب خطیب ٹونک نے ۱۲۷۱ھ میں اپنے کسی کاتب سے لکھوائی ہے

ضوء السراج شرح سراجی

مصنفہ ابو العلی محمود بن ابی بکر بن ابی العلی بخاری کلاآبادی۔ پیش نظر نسخہ قدیم اور اچھا نسخہ ہے لیکن آخر سے ناقص ہے ۱۱۲۰ھ میں یہ نسخہ نواب ہادی خاں[1] اکبرآبادی المخاطب بہ فضائل خاں کے قبضہ میں آیا اس کے شروع میں ان کے قلم سے ایک نوٹ ہے جس کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا۔ ان کی مدورہ مہر بھی ثبت ہے لیکن وہ محو کر دی گئی ہے۔ مذکورہ نوٹ کا مابقیہ حصہ حسب ذیل ہے۔

"شرح سراجی فرائض مسمی بضوء السراج بندہ محمد ہادی حسینی در بلدہ اکبرآباد۔ در ۱۱۲۰ھ"

---

[1] شاہان مغلیہ کے مشہور امراء میں اور عالمگیر کے بیٹے محمد اعظم کے معتمدین میں تھے۔ اس نے اس کو "فضائل خاں" کا خطاب دیا تھا۔ عالمگیر نے ان کو قلعہ دولت آباد میں قید کر دیا تھا۔ مدت کے بعد رہا کیا۔ اکبرآباد سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی) پھر ایک زمانہ کے بعد ان کو اپنا منشی بنایا۔ کتب خانہ کی نگرانی کے ساتھ اور دوسری خدمات بھی ان کے سپرد تھیں۔ وہ اکثر علوم و فنون میں کمال رکھتے تھے ۱۱۱۱ھ میں انتقال ہوا (نزہۃ الخواطر بحوالہ مآثر الامراء)

اس کے علاوہ کتاب کے شروع میں ایک چھوٹی مہر "مقیم"[1] ثبت ہے جس میں مذکورہ اعداد کندہ ہیں۔ اور اوپر قلم سے فقیر لکھا ہوا ہے غالباً یہ مہر کسی تحویلدار کی ہے جو علامت کے طور پر اس طرح ثبت کی جاتی تھی۔ اس لئے کہ یہی مہر اس کتب خانے کی دوسری چند نادر اور قدیم کتابوں پر بھی ثبت ہے نسخہ اچھا ہے مگر ناقص اور مرمت شدہ ہے۔

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق

محمد بن حاجی بن محمد الحسنی السمرقندی کی تصنیف اور کنز کی مشہور شروح میں ہے ۱۵ ربیع الاول ۱۱۱۳ھ م ۴۵ جلوس عالمگیری یہ نسخہ حیدرآباد میں مکمل کیا گیا اصل نسخہ اس سے کہیں زیادہ قدیم ہے لیکن ناقص الطرفین تھا بعد میں تکمیل ہوئی۔ ۸۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ شروع کی چار مہریں محو شدہ ہیں مہروں کے ساتھ جو عبارتیں ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ شاہی کتب خانوں میں رہا ہے ورق اول پر ایک نوٹ درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ "محمد مقیم" کی تحویل میں بھی رہا ہے۔

عنوان الشرف الوافی فی الفقہ والنحو والتاریخ والعروض والقوافی

شرف الدین بن اسمٰعیل بن ابی بکر احمد المقری الشہیر بابن الیمنی المتوفی ۸۳۷ھ کی مشہور اور معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ صاحب کشف الظنون وغیرہ نے اس کتاب کی خصوصیات مفصل ذکر کی ہیں اور واقعی میں یہ کتاب اپنے طرز کی پہلی اور عجیب تصنیف ہے صنعت توشیح میں لکھی گئی ہے اصل کتاب علم فقہ میں ہے لیکن ہر سطر میں چند حروف جدول کے طور پر سرخ لکھے گئے ہیں۔ ان حروف کو ملا کر پڑھا جائے تو مستقل ایک رسالہ بن جاتا ہے اس طرح ان جدولی حروف کے ذریعہ مختلف فنون کے مستقل چار رسالے علیحدہ سے ترتیب دئیے گئے ہیں۔

---

[1] محمد مقیم بن محمد جعفر بن محمد قلی خراسانی المخاطب نواب ابو المنصور خاں صفدر جنگ برہان الملک محمد امین نیشاپوری کے بھانجے اور داماد تھے اودھ کے حاکم ہے ۱۱۵۱ھ میں احمد شاہ کے زمانہ میں وزارت کا عہدہ ملا ۱۱۶۷ھ میں وفات پائی۔ ایضاً

کتاب کی ترتیب سے مصنف کتاب کی مہارت فن، قابلیت اور زبان پر پوری قدرت کا
اندازہ ہوتا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ ہندوستان میں ایک بار طبع ہو چکی ہے لیکن کمیاب اور نایاب ہے۔
پیش نظر نسخہ قلمی مولوی فضل حق صاحب خطیب جامع مسجد ٹونک نے ۱۲۷۹ھ میں لکھا یا

ملھم الغیب

یہ کتاب بھی "عنوان الشرف" کے طرز پر صنعت توشیح میں لکھی گئی ہے۔ اور ایک ہندوستانی
فاضل محمد شریف کنبو کی تصنیف ہے جہانگیر کے دور میں تصنیف ہوئی۔ اصل کتاب فقہ میں ہے اور
صنعت توشیح میں چار رسالے فن صرف، نحو، منطق اور مناظرہ ترتیب دیئے گئے ہیں۔ خدا بخش خاں
نے بھی اپنی فہرست "محبوب الالباب" میں اس کا ذکر کیا ہے پیش نظر نسخہ مولوی فضل حق صاحب خطیب
کے قلم کا لکھا ہوا ہے

آغاز:- الحمد للہ حری الحمد علی ابتدائہ وانعامہ العمیم الخ

التصریح حاشیہ تلویح معہ حاشیہ عبدالحکیم

تصریح:- علامہ خالد بن عبداللہ الازہری المتوفی ۹۰۵ھ کی تصنیف ہے پیش نظر نسخہ
قدیم ہے۔ تاریخ کتابت اگرچہ درج نہیں لیکن اول سے آخر تک جو حواشی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ
نسخہ شارح کی حیات کا لکھا ہوا ہے حاشیہ کی ہر عبارت پر کاتب نے منہ سلمہ اللہ تحریر کیا ہے
کاغذ اور کتابت سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اسی دور کا لکھا ہوا ہونا چاہیئے۔

اسی کے ساتھ حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی بر تلویح بھی شامل ہے جو ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے ۱۹ ربیع
الاول ۱۰۸۰ھ کو بزمانہ عالمگیر یہ حاشیہ برخوردار ولد شیخ محمود نے لکھا ۱۱۹۹ھ میں محمد فخر الدین نے یہ
نسخہ خریدا۔ شروع میں ذیل کی دو مہریں ثبت ہیں۔

(۱) حافظ محمد سلطان (۲) حافظ محمد سلطان ولد حافظ محمد تقی

دو مہریں مزید محو شدہ ہیں

آغاز :۔ حامداً لمن انزل کتابہ الحکیم ۔ الخ

التلویح حاشیہ توضیح شرح تنقیح

علامہ تفتازانی المتوفی ۷۹۲ھ کی مشہور تصنیف ہے پیش نظر نسخہ پر اگرچہ تاریخ کتابت درج نہیں لیکن قدیم اور نادر نسخہ ہے کاتب کا نام نصر اللہ بن عمر بن سعد اللہ ہے ۔ ۲۴۵ ۔ اوراق پر مشتمل ہے ۔ اول و آخر میں متعدد مہریں ثبت ہیں لیکن پڑھی نہیں جاتیں کہیں کہیں مہر کے ساتھ "عرض دیدہ شد" بھی تحریر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ شاہی کتب خانوں میں رہا ہے

اس نسخہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے ۔ کہ وہ ہندوستان کے مشہور عالم میر زاہد ہروی اور قاضی محمد پناہ جونپوری کی ملکیت میں رہا ہے ۔ ورق اول پر تحریر ہے ۔

ملک العبد الاحقر میر زاہد عفی عنہ

اس کے بعد دوسرا نوٹ درج ہے جس کا ما یقرأ حصہ ذیل میں لکھا جاتا ہے ۔

تم وقع بالشراء الصحیح فی ملک عبدہ .... الی رحمۃ اللہ

محمد پناہ بن امان اللہ عفی عنہما

بہرحال پیش نظر نسخہ عمدہ قدیم محشی اور تصحیح شدہ ہے البتہ امتداد زمانہ سے کاغذ بوسیدہ ہو گیا ہے ۔

حاشیہ معالم الدین

ملا محمد صالح بن احمد مازندرانی :۔ اچھا نسخہ ہے کاتب کا نام محمد معصوم قاضی ہے ۔

---

۵ قاضی محمد زاہد ہروی ابن قاضی محمد اسلم ہروی المتوفی ۱۱۰۱ھ ہندوستان کے مشہور عالم اور صاحب تصانیف متداولہ ہیں ۔

۶ قاضی محمد پناہ جونپوری ، جون پور کے مشہور عالم ہیں نادر شاہ نے ان کو علمی تحقیقات کے صلہ میں مستعد خان کا خطاب دیا تھا ۔ محمد شاہ نے جون پور کا قاضی مقرر کیا ۔ وہیں انتقال ہوا (نزہۃ الخواطر)

محرم سنہ [illegible]ھ میں یہ نسخہ لکھا گیا۔ ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

آغاز۔ نحمدك اللّٰهم يا من خلقنا ولم نك شيئا مذكورا الخ

خزانة الغرائب شرح حسامی

شارح کا پتہ نہیں چل سکا۔ مگر متقدمین میں سے معلوم ہوتے ہیں یہ مفصل شرح ہے۔ اور ہر ہر لفظ پر قیل وقال ہے "فیہ بحث"، "فیہ نظر" لکھ کر پوری بحث کی گئی ہے پیش نظر نسخہ صرف چند ابتدائی اجزاء پر مشتمل ہے۔ ورق اول بھی ناقص ہے جس کی بنا پر مزید تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں رسم کتابت سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدیم نسخہ ہے۔ مقدمہ سے وجہ تسمیہ کی کچھ عبارت نمونۃً درج ہے۔

"وسميته لاشتماله على الفوائد العجيبة واللطائف الغريبة خزانة الغرائب متوقعا من الاخوان والاقران ومن فاضل العصر والزمان"

شرح مسلم الثبوت

شارح کا نام معلوم نہیں ہو سکا پیش نظر نسخہ کے کاتب محمد اکمل ہیں۔ اور ان کے قلم سے ایک نوٹ شروع میں درج ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۵ شعبان سنہ ۱۱۸۰ھ کو یہ شرح تصنیف ہوئی۔ سنہ ۱۲۳۹ھ میں کاتب نے مصنف کے اصل مسودہ سے یہ مبیضہ تیار کیا۔ اس وقت شارح کا انتقال ہو چکا تھا۔ مذکورہ نوٹ درج کیا جاتا ہے۔

ابتداء تصنيف هذا الشرح الموجب للفرح في الخامس والعشرين من شعبان سنة الف ومائة وثمانين من الهجرة المقدسة وابتداء نقله في اول المرة من خط مصنفه في تاسع عشر من ربيع الاول سنة الف ومائتين وتسعة وثلثين من الهجرة

النبویۃ .... وکاتبہ اضعف عباداللہ الاجل محمد المدعو باکمل عفی عنہ ذنوبہ بکمال لطفہ

آخر میں ختم کتابت کی عبارت یہ ہے ۔

"الی ھنا الشرح تم ومن الرقم سکن القلم واستراح الشارح طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کتبتہ من خط مؤلفہ و قابلت بہ حق مقابلتہ وانا اضعف عبادنا اللہ الاجل محمد المدعو باکمل ...."

اصل کتاب کی ابتدائی عبارت اس طرح ہے

"الحمد للہ رب العلمین .... الحمد للہ قال المصنف فی الحاشیۃ، قالوا ھذہ الجملۃ تحتمل ان یکون انشائیۃ لان المقام مقام انشاء الحمد" الخ

درمیان کے کچھ حصہ کا نمونہ یہ ہے ۔ متن کی عبارت" امابعد فیقول الشکور الصبور محب اللہ بن عبد الشکور" کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

"فی الحاشیۃ، الوصف الاول کانہ بالارث .... والوصف الثانی کانہ بنفسہ .... وقد اشتھر بین الطلبۃ ان المصنف ارسل ھذا الکتاب الی استاد العالم النحریر والذکی الخبیر الشیخ قطب الدین الانبیٹھوی الشہیر بالشمس آبادی، فلما رای ھذہ العبارۃ قال ما فعل ھذا الرجل قد جعل اباہ عبد اللہ ۔"

کوشش کے باوجود مجھے شارح کا پتہ نہیں چل سکا اس لئے اس پر تفصیلی نوٹ لکھ دینا مناسب معلوم ہوا تاکہ اس شرح کی تفصیل معلوم ہو جائے۔ اور شاید اہل علم میں سے کوئی صاحب اس کا پتہ چلا سکیں۔

تعلیق الانوار فی اصول المنار

لابن نجیم المصری المتوفی ۹۷۰ھ۔ پیش نظر نسخہ چونکہ آخر سے ناقص ہے اس لئے تاریخ کتابت کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ ورق اول پر چند مہریں اور علماء کے قلم کی عبارتیں درج ہیں لیکن پڑھی نہیں جاتیں۔ البتہ ایک عبارت کے ساتھ ۱۰۵۹ھ تحریر ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اس سے قبل کا لکھا ہوا ہے ممالک عربیہ میں لکھا گیا ہے۔ سنہ ۱۲۶۶ھ میں مولوی عبدالحق ابن مولانا خلیل الرحمن گلشن آبادی حج کو تشریف لے گئے تو مکہ معظمہ سے یہ نسخہ ساتھ لائے۔ اول و آخر میں ان کی مہریں ثبت ہیں نسخہ اچھا ہے ۲۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اول سے آخر تک محشی ہے۔

دوار الاصول حاشیہ دائر شرح منار

مصنفہ ملا عرفان رامپوری۔ پیش نظر نسخہ شارح کے قلم کا لکھا ہوا اصل نسخہ ہے موصوف احقر کے جد امجد تھے اس لئے یہ نسخہ آبائی کتب خانہ میں محفوظ رہا۔ شروع میں مصنف کی مہر "ز فضل سبحان شد محمد عرفان" ثبت ہے۔

اس حاشیہ کا ایک نسخہ کتب خانہ رامپور اور ایک نسخہ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ یونیورسٹی والا نسخہ مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے کتب خانہ کے ساتھ وہاں منتقل ہوا۔ مولوی عبدالحلیم صاحب نے نور الانوار کے حاشیہ قمر الاقمار میں کہیں تردیداً اور کہیں توثیقاً ملا عرفان رامپوری کے اسی حاشیہ کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ حاشیہ مذکور کا یہ نسخہ موصوف کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔

شرح عقائد النسفی

پیش نظر نسخہ اس کتاب کا قدیم اور اچھا نسخہ ہے۔ جعفر بن حسن البلخی اس کے کاتب ہیں۔ ۲ ذی الحجہ ۹۹۹ھ تاریخ کتابت ہے۔ نسخہ عمدہ اور نادر ہے۔ اول سے آخر تک محشی ہے۔ شروع سے ایک مہر محو شدہ ہے مولوی سعد اللہ خطیب کی مہر بھی ثبت ہے۔

حاشیہ شرح عقائد للخیالی

احمد بن موسیٰ الخیالی شاگرد ابن شریف مدوی المتوفی ۸۶۲ھ محشی ہیں۔ یہ نسخہ آخر سے ناقص ہے لیکن قدیم نسخہ ہے۔ غالباً مذکورہ شرح سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ اول سے آخر تک کثیر المحشی ہے

المسامرہ فی شرح المسائرہ

متن کے مصنف محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید کمال الدین بن الہمام المتوفی ۸۶۱ھ ہیں۔ اس کی شرح ان کے شاگرد کمال الدین محمد بن محمد ابی بکر معروف بہ ابن ابی الشریف المتوفی ۹۰۵ھ نے کی ہے۔ کتاب اچھی ہے اس نسخہ کے کاتب غلام حسین بن درویش محمد بن یحییٰ اور سن کتابت ۱۱۶۲ھ ہے

آغاز بہ حمد المن رسم علی صفحات الکائنات دلائل توحیدہ الخ

العروۃ الوثقیٰ

مولانا کمال الدین سہالوی المتوفی ۱۱۷۵ھ کی تصنیف ہے کاتب نے اگرچہ اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی ہے۔ مگر یہ نسخہ مصنف علام کی حیات کا لکھا ہوا ہے جس کی تصریح کاتب نے کر دی ہے۔ حاشی سے بھی یہی پتہ چلتا ہے آخر سے ایک مہر محو شدہ ہے آخر میں یہ عبارت بھی درج ہے۔

"مالک ہذا الکتاب گنہگار امیدوار رحمت پروردگار۔ مزمل غفر اللہ لہ ولوالدین واحسن الیہما والیہ۔"

صحائف

مصنفہ المولی محمد آفندی رومی بن علی دیار بکری المتوفی سنہ ۹۴۵ھ - مجمع المعارف کا متن یہی صحائف ہے - یہ نسخہ اگرچہ ناقص الطرفین ہے لیکن اچھا نسخہ ہے مجمع المعارف سے اس کی تحشی کی گئی ہے عمدہ اور قدیم نسخہ معلوم ہوتا ہے -

النواقض فی الرد علی الروافض

الوقی بن السید الشریف معین الدین الشہیر بمیرزا مخدوم الجرجانی ثم الشیرازی المتوفی ۹۹۵ سنہ کی تصنیف ہے "نواقض ۹۸۷" اس کا تاریخی نام ہے - سلطان مراد خاں کے عہد میں شیعوں کی تردید میں یہ کتاب تصنیف ہوئی - پیش نظر نسخہ اس کا عمدہ نسخہ ہے - تاریخ کتابت اگرچہ درج نہیں ہے لیکن شروع میں ایک مہر محو شدہ ثبت ہے - جس کے بالائی حصہ میں عالمگیر پڑھنے میں آتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بادشاہ عالمگیر کے کسی خانہ زاد یا تحویلدار کی تحویل میں رہ چکا ہے۔ چھوٹے خط صاف اور واضح ہے -

آغاز :- نحمدک اللهم لا الٰہ الا انت وحدک لا شریک لک الیک المصیر الخ

شرح فصوص الحکم

شارح شیخ محب اللہ الہ آبادی المتوفی سنہ ۱۰۵۸ھ - پیش نظر نسخہ میر سید محمد زماں جیو کے لئے اورنگ زیب کے عہد میں لکھا گیا - تاریخ کتابت ۱۲ جمادی الاخری سنہ ۴۰ جلوس م سنہ ۱۱۰۷ھ ہے یہ نسخہ نواب محمد سعید خاں بہادر ساکن سرونج مالوہ کے کتب خانہ کا ہے سنہ ۱۳۲۳ھ میں مولوی فضل حق صاحب خطیب کو وہاں سے حاصل ہوا -

عوارف المعارف

کتب خانہ میں عوارف المعارف کے دو اچھے نسخے ہیں ۔ ایک نسخہ قدیم ترجمہ مع اصل کے

مفصل مضمون معارف بابت جون ۱۹۶۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا نسخہ بھی اچھا ہے اس کے کاتب محمد اشرف ہیں۔ ۱۱ رجب المرجب ۱۱۱۲ھ کو اکبرآباد میں یہ نسخہ لکھا گیا۔ اس کتاب کے اول و آخر میں بھی "مہر خصم" ثبت ہے اور اس کے ساتھ "فقیر" لکھا ہوا ہے۔ یہی مہر ضوء السراج پر بھی ثبت ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ شروع میں "مہر بندہ درگاہ غلام شاہ" بھی ثبت ہے۔ ایک مہر محو شدہ بھی ہے۔

سلوک العارفین و رسالہ ماکول و مشروب

مصنفہ مولوی سراج احمد ابن محمد مرشد بن مولوی ارشد المتوفی ۱۲۳۰ھ۔ تذکرہ کاملان رامپور میں ان کے مفصل حالات موجود ہیں۔ صاحب تصانیف ہیں پیش نظر دونوں نسخوں پر اگرچہ تاریخ کتابت اور کاتب کا نام نہیں ہے۔ مگر یہ نسخے مصنف کے پاس رہ چکے ہیں۔ شروع میں ان کی مہر "سراج احمد ولد محمد مرشد" ثبت ہے۔ مولوی فضل حق صاحب خطیب نے ۱۲۹۹ھ میں یہ نسخہ مرزا غلام قادر خاں کے کتب خانہ سے خریدا۔

مرصاد العباد

کاتب محمد عالم بن حبیب اللہ بن تاج الدین ساکن تجارہ علاقہ شاہجہاں آباد ۲۰ رجمادی الثانی ۱۱۰۶ھ تاریخ کتابت ہے۔ یہ نسخہ عطاء اللہ بن محمد اسمٰعیل کی ملک میں رہا ہے۔ ان کی ایک خوب صورت مہر "عطاء اللہ ولد محمد اسمٰعیل ابن ابو البرکات بن محمد یوسف تجاری" شروع میں ثبت ہے ۲۱ جزو پر مشتمل ہے۔

آغاز:۔ الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ علیٰ نبیہا:۔ الخ

نتیجۃ الاولیاء

یہ رسالہ بھی مذکورہ کتاب کے ساتھ شامل ہے اور اسی دور کا لکھا ہوا ہے۔ ۵ جزو پر مشتمل ہے

آخر میں عطاء اللہ کی مذکورہ مہر ثبت ہے۔ قصہ عبد اللہ النعیم الانصاری بھی اس کے ساتھ شامل ہے۔

رسالہ قشیریہ

کاتب نے اگرچہ اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی۔ مگر پیش نظر نسخہ اچھا نسخہ ہے اور گیارھویں یا بارھویں صدی کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ درمیان سے کرم خوردہ ہے۔

مثنوی مولانا روم

چھوٹے سائز پر مثنوی کا بہترین نسخہ ہے۔ اول سے آخر تک مجدول طلائی اور نہایت خوشخط ہے لیکن امتداد زمانہ سے کاغذ بوسیدہ ہو گیا ہے۔ ناقص الطرفین ہے۔ درمیان میں ایک دفتر کے اختتام سے اس کا سن کتابت سنہ ۱۰۳۱ھ معلوم ہوتا ہے۔

ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

راجستھان ٹونک

مولانا حکیم سید عمران خاں صاحب ندوی ٹونکی

کتب خانہ عرفانیہ ٹونک کے نادر مخطوطات[1]

قسط دوم

انوار البروق فی انوار الفروق

شیخ شہاب الدین احمد بن ادریس المصباحی المالکی المتوفی ۶۸۴ھ م ۱۲۸۵ء کی مصنفہ ہے اس میں فقہ مالکی کے اصول و قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ پانچ سو سے زائد "فروق" پر مشتمل ہے پیش نظر نسخہ قدیم ہے لیکن صرف ابتدائی نصف حصہ ہے۔ وہ بھی آخر سے ناقص ہے۔ مگر نسخہ نہایت قدیم اور عمدہ ہے صفحہ اول پر متعدد عبارتیں مالکین نسخہ کی درج ہیں۔ مگر کچھ محو شدہ اور کچھ حبیٹ زدہ ہیں۔ ایک عبارت کے ساتھ سنہ ۹۵۲ھ لکھا ہوا ہے۔

آغاز:- الحمد للہ خالق الاصباح وفارق اهل الغی عن اهل الفساد الخ

(۲) فتاوائے برہنہ

یہ نسخہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول ۱۶ ر رمضان سنہ ۱۱۱۹ھ کو اور جلد دوم ۴ ر شعبان سنہ ۱۱۲۰ھ کو زمانہ بہادر شاہ تمام ہوئی۔ مولوی نصیر الدین مفتی لاہوری مؤلف ہیں۔ اس نسخہ کے کاتب اور مالک حافظ عبد اللہ دوست محمد قصوری ہیں۔ بعد میں کاتب کی جانب سے یہ نسخہ محمد شریف کی ملکیت میں آیا۔ اس کے بعد سید عابد شاہ جیلانی کی ملکیت میں رہا۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ میں بھی رہا ہے۔ ہر دو جلد پر یہ نوٹ درج ہے۔

---

[1] مطبوعہ معارف نمبر ۵ جلد ۱۰۱ - مئی ۶۸ء

"مالک ہو اللہ ــــــ تحویل حاجی محمد رضا"

نسخہ خوشخط اور اچھا ہے۔ جلد اول میں مسائل فقہیہ پر مشتمل، متعدد یادداشتیں درج ہیں۔

(۳) فاکھۃ البستان

مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن تتوی سندھی المتوفی ۱۱۷۴ھ کی تصنیف ہے جو سندھ کے مشہور عالم اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

جنۃ النعیم فی فضائل القرآن العظیم ۱۱۳۴ھ، حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب ۱۱۳۵ھ، بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ ۱۱۶۶ھ اور درہم الصرہ فی وضع الیدین تحت السرہ آپ کی یادگار ہیں۔ معیار النقاد فی تمییز المغشوش عن الجیاد بھی آپ کی مصنفہ ہے۔

پیش نظر کتاب اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ ۱۱۲۵ھ میں اس کی تصنیف شروع ہوئی کتاب الصید والذبائح کے تمام مسائل کتب فقہیہ معتبرہ سے اخذ کرکے اس کتاب میں جمع کیے گئے ہیں۔ اور تمام جانوروں کے خواص اور ان سے متعلق احکام و مسائل حروف تہجی کی ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں۔ یہ نسخہ اس کتاب کا قدیم و نادر نسخہ ہے کاتب کا نام اور تاریخ کتابت اگرچہ درج نہیں لیکن مصنف کی حیات یا اس کے کچھ بعد کا نقل ہوا ہے۔ یہ نسخہ حافظ غیاث الدین ملتانی کی ملک میں رہا ہے تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

آغاز:- سبحانک اللّٰھم لا علم لنا الا ما علمتنا ..... ثم الحمد لک یا من انزل القرآن

(۴) کشف الغمی وحل المعمّٰی ۔ (تبصرۃ الاذکیاء)

تصنیف محمد نور الدین، پیش نظر نسخہ مصنف کا اصل مسودہ ہے جو ۱۲۴۴ھ کا لکھا ہوا ہے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے لیکن پوری کتاب نامکمل ہے اس لیے کتاب سے استفادہ ممکن نہیں ہے تاہم

اس فن کا جاننے والا ہی کچھ سمجھ سکے۔ مرتب کتاب محمد نور الدین غالباً دہی ہیں جو رامپور کے رہنے والے تھے۔ تذکرۂ کاملان رامپور اور نزہتہ الخواطر میں ان کا ذکر ہے لیکن تفصیلی حالات معلوم نہیں اس کتاب میں ۵ جمادی الاولی ۱۲۱۲ھ اپنی تاریخ ولادت لکھی ہے۔ ابتداء میں نسب بھی لکھا ہے۔

آغاز:۔ الحمد للہ الذی تفرد بتجمی ذاتہ من وصمۃ التزکیب والتحلیل الخ

(۵) کتاب الاسماء والصفات

امام بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ کی مشہور تصنیف ہے۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا ایک قدیم نسخہ ہے جو ۶۱۷ھ کا لکھا ہوا ہے لیکن ناقص ہے۔ اول کے بھی چند ورق کم ہیں۔ ابتدائی حصہ اسماء کے بیان میں ہے۔ اس حصہ کے اختتام پر کاتب نے سن کتابت ۶۱۷ھ لکھا ہے اس کے بعد کا حصہ صفات کے بیان میں ہے۔ اور یہ حصہ کافی کرم خوردہ ہو چکا ہے۔ کاغذ دبیز، خط عربی قدیم، کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا اس نسخہ کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے اصل نسخہ سے اس کا مقابلہ کیا گیا ہے حاشیہ پر مقابلہ کے کچھ نوٹ دیئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک پر کاتب نے اپنا نام "احمد بن التنوخی" لکھا ہے۔ اول سے آخر تک متعدد مہریں ثبت ہیں جن پر یہ شعر کندہ ہے۔

منصف ایں نسخہ طرفہ دل خواہ   وقف شد خالصاً لوجہ اللہ

(۶) فتح القاری عن فیوض الباری لقاری صحیح البخاری

مولوی دوست محمد دہلوی تغلق آبادی اس کے مرتب ہیں۔ شروع میں اپنا نسب اس طرح لکھا ہے۔

دوست محمد بن فضیل بن ادریس بن قطب الدین بن شکر اللہ عرف مٹھن القریشی الدہلوی التغلق آبادی

بخاری کی مختلف شروح سے اخذ کر کے یہ شرح عربی میں تیار کی گئی جو ۱۱۳۰ھ میں اس شرح

کی ابتدا ہوئی۔ کتاب کے شروع میں ایک مفصل مقدمہ شامل ہے۔ آخر سے ناقص ہے۔ صرف "باب الوضوء من غیر حدث" تک ہے۔ البتہ کاتب نے شروع میں نوٹ لکھا ہے کہ یہ کل ۱۹ جزو ۶ ورق پر مشتمل ہے لیکن اب صرف جزو علاوہ ورق محفوظ ہیں کاتب کا نام معلوم نہیں ہو سکا شروع میں مولوی محمد مفتی کی مہر محمد مظہر اسرار عرفاں ثبت ہے۔ یہ کتاب مولوی سیف الدین صاحب کی ملکیت میں بھی رہی ہے۔ آپ کی دو مہریں فدسے محو شدہ ثبت ہیں جن میں محمد سیف دین کندہ ہے۔

آغاز:۔ الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات الخ

(۷) شرح قصب السکر نظم نخبۃ الفکر

محمد بن اسمٰعیل الامیر الیمانی اس کے ماتن اور شارح ہیں۔ ۱۷ رجب ۱۱۶۳ھ کو اس شرح کی تکمیل سے فارغ ہوئے۔ یہ نسخہ خوشخط لکھا ہوا اچھا نسخہ ہے۔ کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج نہیں اس نسخہ کی اصل خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ساتھ علامہ حسین بن محسن انصاری مقیم بھوپال کی وہ اصل اجازت شامل ہے جو آپ نے ۹ شعبان ۱۲۹۹ھ کو سید عرفان میاں ٹونکی کو عنایت فرمائی۔

(۸) در المجالس

از سیف الظفر نوتہاری۔ اس نسخہ پر اگرچہ تاریخ کتابت وغیرہ نہیں ہے لیکن پیش نظر نسخہ بہت اچھا ہے۔ اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ کاغذ دیسی باریک ہونے کے باوجود دو پرتا ہے اگر ہر ورق کے دو پرت کر دیئے جائیں تو لکھائی وغیرہ پر اثر ہوئے بغیر دو ورق علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اور ایک نہایت باریک جھلی کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ اول سے آخر تک ہر ورق میں یہی صفت ہے۔ ورق اول ناقص ہے۔

(۹) مجموعہ نظم صدیق بن عمر خان۔

صدیق المدنی سلیل بن عمر خاں[1] شاگرد شیخ محمد سمان کے قصائد کا مجموعہ ہے۔ ۹۰ اوراق پر

[1] یہ عمر خاں وہی ہیں جو روضۃ الخطباء و مغنم الاتقیاء کے مرتب ہیں۔ جن کا ذکر اسی مضمون کے پہلے نمبر میں گزر چکا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عمر خان بن محمد عارف عبد الغفور خان ..... المدنی مولداً والعدرانی والحنفی مولداً

مشتمل ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن پیش نظر نسخہ ناظم کتاب کی حیات کا لکھا ہوا ہے۔ اختتام کتابت پر ذیل کا نوٹ دیا ہوا ہے۔

بلغ مقابلۃً علی الام المنقول منھا بحسب الطاقۃ والامکان

فی شہر ربیع الاول سنہ ۱۲۱۹ھ فی زاویۃ الناظم شیخنا الفرد الخلیقہ

صدیق ابن عمر خان اعاداللہ علینا من برکاتہ وعلومہ

اس کے علاوہ ابتداء میں چند مہریں "عبدالرحمن بن شیخ عمر" کی ثبت ہیں جن میں ۱۲۱۶ھ کندہ ہے۔ نسخہ اچھا ہے۔

آغاز:- الحمد للہ رب العالمین ..... اما بعد فھذہ بعض قصائد قال ناظمہا الخ

(۱۰) نشوۃ النفوس فی مدام الکؤس

شرح قصائد قابلیہ۔ یہ نسخہ بھی ممالک عربیہ کا لکھا ہوا ہے کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی ہے۔ ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۱۹ھ کو اس کا مقابلہ کیا گیا۔

آغاز:- الحمد للہ رب العالمین ...... اما بعد فھذا شرح لطیف علی القصیدۃ القابلیۃ الخ

(۱۱) شرح فارسی قصیدہ بانت سعاد

شارح محمد عابد بن شیخ عبداللہ بن شیخ حامد لاہوری ہیں یہ نسخہ صدرالدین بن شیخ احمد بن شیر اللہ الجیدلونی کے قلم کا لکھا ہوا ہے ان کا بیان ہے کہ ۱۱۸۸ھ میں بحیات مصنف یہ نسخہ لکھا گیا۔ شروع میں ایک مقدمہ بھی شامل ہے

آغاز:- حمدی کہ شاہ بیت قصیدہ فصاحت بود۔ الخ

اس کے ساتھ قصیدہ بردہ کی بھی ایک بہتر شرح شامل ہے۔

(۱۲) قاموس

مجدالدین محمد فیروز آبادی قاضی زبید المتوفی سنہ ۸۱۷ھ کی مشہور لغت کی کتاب ہے۔
پیش نظر نسخہ اس کتاب کا قدیم نسخہ ہے نسخہ اگرچہ مکمل ہے لیکن اتفاق سے آخر کا وہ ورق ضائع ہوگیا ہے جس میں تاریخ کتابت درج تھی۔ امتداد زمانہ سے درمیان کے اوراق ضائع ہوگئے ہیں۔ جو بعد میں لکھ کر شامل کئے گئے ہیں۔ اصل نسخہ کی کتابت قدیم ہے۔ اندازہ ہے کہ نویں دسویں صدی کا ضرور ہونا چاہیئے۔ سنہ ۱۲۰۲ھ میں یہ نسخہ مصر میں احمد الدمشقی کے قبضہ میں آیا۔ ورق اول سے دو مہریں محو شدہ ہیں۔ ان میں ایک مہر میں "خصم" کندہ ہے اور اس کے ساتھ قلم سے "فقیر" لکھا ہے جیسا کہ اس کتب خانہ کی بعض دوسری کتابوں کے ساتھ اس مہر کا ذکر گذر چکا ہے کاغذ بہت بوسیدہ ہو چکا ہے۔

(۱۳) شرح جامی

نحو کی مشہور کتاب ہے پیش نظر نسخہ اس کا قدیم نسخہ ہے اور شارح عبدالرحمن الجامی، المتوفی سنہ ۸۹۸ھ کی حیات کا لکھا ہوا ہے ۱۱ رمضان سنہ ۸۹۷ھ اس کی تاریخ کتابت ہے کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ کاغذ خاکی تقطیع خورد، امتداد زمانہ سے کاغذ بہت بوسیدہ ہوگیا ہے آخر میں ایک مدور مہر ثبت ہے جس میں "عاقبت محمود" کندہ ہے۔ نیز ایک مدور مہر محو شدہ ہے۔

(۱۴) حاشیہ ملا عصام بر شرح جامی

یہ نسخہ بھی اس حاشیہ کا ایک قدیم نسخہ ہے کاتب سلطان محمد بن محمد یار حصاری ہیں ۱۵ ذی الحجہ سنہ ۹۸۴ھ تاریخ کتابت ہے سنہ ۱۱۲۰ھ میں یہ نسخہ سید نور الحسن بن سید نجابت، قوم سادات حسینی الموسوی کی ملک میں بھی رہا ہے۔

(۱۵) حاشیہ علی العافیہ شرح الکافیہ

عافیہ شرح کافیہ مولانا رکن الدین کی تصنیف ہے شیخ محمد بن عمر الحلبی نے کشف المواہب

فی شرح الکافیہ" کے نام سے اس کا حاشیہ لکھا۔ یہ وہی حاشیہ ہے کاتب علی بن احمد بن محمد ابن علی بن منصور الشافعی ہیں۔ ۶ رجمادی الاولیٰ ۸۵۹ھ تاریخ کتابت ہے نسخہ قدیم اور نہایت عمدہ ہے۔

(۱۶) شرح جامی

یہ بھی شرح جامی کا ایک قدیم نسخہ ہے کاغذ حنائی کرم خوردہ بوسیدہ، کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ نسخہ سنہ ۹۰۲ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اول و آخر سے دو دو مہریں اور کچھ عبارتیں محو شدہ ہیں۔

(۱۷) شرح مراح الارواح۔

از ملا جلال، یہ نسخہ رمضان ۱۱۶۹ھ کا لکھا ہوا ہے۔ کاتب کا نام درج نہیں نسخہ اچھا اور صاف ہے۔ شروع میں مہر "عباس مرزا" کی ثبت ہے۔ تین چھوٹی مہریں ممادزدہ ہیں۔

(۱۸) شرح مائۃ عامل

اس نسخے کے کاتب غلام محمد ہیں۔ تاریخ کتابت درج نہیں ۱۳۲۵ھ میں یہ نسخہ مولوی دوست محمد کی ملکیت میں آیا۔ ان کی ایک مہر مدور کلاں آخر میں ثبت ہے جس میں یہ عبارت کندہ ہے

"دوست محمد بن عبدالحمید بن قاضی لقمان"

سنہ ۱۲۹

(۱۹) نغزک شرح زرادی

یہ شرح ملا مسعود اوکیسی بن محمد یعقوب کی مصنفہ ہے یہ نسخہ ۱۵ ربیع الاول ۱۰۹۶ھ م سنہ ۲۲ جلوس عالمگیر کو شہر ملتان میں بزمانہ باقر خاں عامل لکھا گیا۔ کاتب کا نام درج نہیں۔ اول میں ایک مہر مربع "فقیر نور محمد خادم العلماء" ثبت ہے جس میں ۱۱۵۰ھ کندہ ہے۔ آخر میں صاحب مہر کے قلم سے یہ عبارت تحریر ہے۔

ایں کتاب نغزک شرح زرادی حق و ملک فقیر حقیر۔۔۔ نور محمد خلف میاں محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

ایک مربع مہر شروع میں اور ثبت ہے جس میں "الٰہی عاقبت بخیر باد" کندہ ہے اس کے
علاوہ اول و آخر سے ایک مہر محو شدہ اور چسپ کردہ ہے۔ سنہ ۱۱۷۵ھ ۔ نسخہ اچھا ہے۔

(۲۹) شرح ایساغوجی للسکاکی

یہ نسخہ بھی ایک قدیم نسخہ ہے۔ کاتب محمد بن موسیٰ بن علی بن حسن بن شرف المعروف بامیر حلواندی ہیں سنہ ۱۰۶۲ھ میں یہ نسخہ لکھا گیا۔ اول سے آخر تک محشّی ہے۔ شروع میں ایک بیضوی مہر "اللهم اجعله فاضلاً حامداً" ثبت ہے۔ اور اس کے ساتھ صاحب مہر کے قلم سے یہ عبارت تحریر ہے۔

من مواهب تعالى على عبده الفقير الى الله الشيخ محمد فاضل
ابن الشيخ حامد كان الله لهما۔

ایک دوسرے قلم سے یہ عبارت لکھی ہے۔

الشيخ درسه في الاحد والثلاثاء والخميس والسبت۔
الاثنين والاربعاء في السليمانية

نسخہ نہایت عمدہ قدیم اور نادر ہے۔ مختصر شرح ہے

آغاز۔ الحمد لله الواجب وجوده الممتنع نظيره

(۳۱) حاشیہ اخون یوسف بر میبذی

یہ حاشیہ بحیات محشّی سنہ ۱۰۲۲ھ میں شہر بخارا در مدرسہ ... کوکلتاش میں لکھا گیا قدیم اور عمدہ نسخہ ہے کاتب نے اپنا نام اعداد ۷ ۱۲۱ ۱۳۶۳ ۱۳ میں لکھا ہے .... قدرے محشّی بھی ہے حاشی پر بھی کاتب نے محشّی کو "سلمہ الله" لکھا ہے۔ سنہ ۱۰۳۲ھ کی کچھ عبارتیں بھی اس نسخہ کے شروع میں درج ہیں

آغاز۔ قوله علم باحوال اعيان الموجودات وجه الغرض بالتعريف سيما

اذا اشتمل علیٰ بیان الموضوع ۱ھ

اس کتاب کے آخر میں اسی کاتب کے لکھے ہوئے کچھ اوراق شامل ہیں جنھیں "ھٰذا من سوانح الوقت" کی سرخی سے شروع کیا گیا ہے۔ یہ چند مختصر رسائل ہیں۔ ان میں ایک رسالہ یوسف بن محمد خان قرہ باغی محمد شاہی کا بھی ہے۔ جو صلوٰۃ مسنونہ کی تحقیق کے سلسلہ میں ہے

اس رسالہ کے حواشی سے بھی پتہ چلتا ہے کہ صاحب رسالہ کی حیات کا لکھا ہوا ہے۔ کاتب نے مصنف کو "منہ سلمہ" یا "منہ مدظلہ العالی" وغیرہ جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ نسخہ بہت اچھا ہے۔ یوسف بن محمد خان قرہ باغی وہی ہیں۔ جو "تحفۃ الحواشی فی ازالۃ الغواشی" کے مصنف اور شرح العقائد العضدیہ کے محشی ہیں ۱۰۰۰ھ سے قبل آپ کا انتقال ہوا ہے

(۲۲) رسالہ فی فن القیافہ

یہ رسالہ سید علی ہمدانی کا مصنفہ ہے۔ چہار ورقی مختصر رسالہ ہے لیکن اس کے کاتب ہندوستان کے مشہور عالم مولانا علم اللہ امیٹھوی المتوفی ۱۰۹۶ھ ہیں۔ عبدالرحیم خان خاناں ان کی بہت خدمت کیا کرتا تھا۔ اور ہمیشہ انعامات واکرامات سے مالا مال رکھتا تھا[۱] ۱۴ ذی الحجہ ۹۹۳ھ اس رسالہ کی تاریخ کتابت ہے شروع میں کاتب کے قلم سے اس رسالہ کا نام وغیرہ اس طرح لکھا ہوا ہے

"ھٰذا الرسالۃ شریفۃ فی فن القیافۃ من مصنفات السید المستند السید علی الھمدانی"

اسی کے تحت میں مزید تحریر ہے۔

"من منّ اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ علیٰ اضعف عباد اللّٰہ علم اللّٰہ بن عبد الرزاق جعلہم اللّٰہ من مصطفیٰ عبادہٖ"

---

[۱] نزہت الخواطر

(۲۳) تلخیص المفتاح

یہ اس کتاب کا قدیم نسخہ ہے۔ بہت محشی[1] اور نادر ہے۔ اصل نسخہ کے اوراق ناقص ہو گئے تھے جو بعد میں پورے کئے گئے ہیں۔ شروع میں ایک مہر محو شدہ ہے۔ اور آخر میں مہر "احمد اللہ علی آلائہ" ۱۲۰۰ھ ثبت ہے۔

(۲۴) حاشیہ مختصر المعانی للخطابی

قدیم اور عمدہ نسخہ ہے درمیان اور آخر سے ناقص تھا۔ مولوی سعد اللہ صاحب خطیب ٹونک ... نے اسے پورا کیا۔ شروع میں ان کی مہر اور آخر میں ایک مہر "سید محمد جیلانی" ۱۱۰۵ھ کی ثبت ہے۔ اس نسخہ پر حواشی کافی چڑھے ہوئے ہیں۔

(۲۵) عقود الدرر فی حل ابیات المطول والمختصر

حسین بن شہاب الدین الشامی العاملی کی تصنیف ہے یہ اس کتاب کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ یہ کتاب دہلی سے طبع ہو چکی ہے۔ اس کی طباعت کے وقت یہ نسخہ پیش نظر تھا۔ اول سے آخر تک کثیر محشی ہے۔ اول میں تین مہریں "مہر شد از مہر محمد علی" ثبت ہیں۔

(۲۶) المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ

شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ کی تصنیف ہے۔ یہ نسخہ اس کتاب کا بہت اچھا نسخہ ہے۔ کاتب کا نام اکرم ہے لیکن تاریخ کتابت نہیں لکھی ہے مگر نسخہ مصنف کے زمانہ کے قریب کا ہے۔ یہ نسخہ امین الدین بن شیخ حافظ جان محمد کی ملک میں بھی رہا ہے۔ ان کے حواشی بھی اس پر چڑھے ہوئے ہیں (۹۰۰) اوراق پر مشتمل ہے۔

(۲۷) **تاریخ ذکر الملوک**۔ فارسی در ترجمہ؛ اصل کتاب مولوی عبدالحق صاحب[1]

---

[1] مولوی عبدالحق صاحب دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ م ۱۶۴۲ء نے ۱۰۰۵ھ م ۱۵۹۶ء میں تصنیف کی

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ ہے اس کا تاریخی نام تذکیر الملوک ہے اس میں ابتدا سے لے کر اکبر تک کے حالات ہیں مولوی رفیع الدین صاحب مراد آبادی شاگرد شاہ ولی اللہ صاحب نے جب یہ رسالہ دیکھا۔ تو اس کا تتمہ لکھا۔ چنانچہ اکبر کے بعد سے ۱۱۹۴ھ تک کے سلاطین کے حالات جمع کر کے اس کتاب کو پورا کیا۔ ۲۲ جلوس شاہ عالم میں تتمہ کی تکمیل ہوئی۔ یہ نسخہ آخر سے قدرے ناقص ہے۔ اس لئے تاریخ کتابت وغیرہ کا ذکر نہیں ورق ۱۱۱ تک اصل کتاب ہے اس کے بعد ورق ۱۱۱ تک تتمہ ہے شروع میں مولوی سعد اللہ اور مولوی فضل حق کی مہریں ثبت ہیں۔

آغاز:۔ اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء الخ

آغاز تتمہ:۔ بدانکہ دانایان فن تاریخ در احوال ملوک و سلاطین۔ الخ

(۲۸) امیر نامہ۔ فارسی

بساون لال بیشاداں کی تصنیف ہے اور نواب امیر خاں بانی ریاست ٹونک کے حالات پر بنیادی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے اب تک طبع نہیں ہوئی ہے۔ پیش نظر نسخہ نواب امیر خاں کی زندگی کا لکھا ہوا ہے۔ اس لئے قدیم ہے ۱۲۴۰ھ میں لکھا گیا۔ کاتب کا نام محو شدہ ہے کاغذ سفید مجدول شنگرفی (۲۰۲) اوراق پر مشتمل ہے لوح کتاب سے ایک مہر محو شدہ ہے۔

آغاز:۔ بنام سپہ دار کون و مکاں که نسخ و شکست است در علم اُں

(۲۹) محامد علیہ

فارسی میں ٹونک کی تاریخ سید احمد علی سیماب ٹونکی کی تصنیف ہے نواب محمد علی خاں کے زمانہ حکومت (۱۲۸۱ھ - ۱۸۶۴ء) میں تصنیف ہوئی۔ ایک مقدمہ اور تین بابوں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں بانی ریاست کے اجداد کے، اور تینوں ابواب میں تینوں رئیس نواب امیر خاں وزیر الدولہ، اور نواب محمد علی خاں کے حالات ہیں۔ زبان نہایت شیریں

اور ادیبانہ ہے - یہ کتاب بھی اب تک طبع نہیں ہوئی ہے - اور میرے علم میں اس کتاب کا دوسرا نسخہ بھی نہیں آیا ہے - یہ نسخہ آخر سے قدرے ناقص ہے -

آغاز:- اے دردِ غمت داروئی آزارِ ہمہ   عشق تو دوائی دلِ افگارِ ہمہ

(۲۰) مقالۃ واحدۃ من کتاب جالینوس فی فرق الطب کتاب جالینوس فی الاسطقسات علیٰ رأی بقراط

دونوں رسالوں کے مترجم حنین بن اسحاق ہیں پیش نظر نسخہ ہندوستان کے نامور طبیب حکیم علوی خاں کا لکھا ہوا ہے - پہلا رسالہ (۱۱) اوراق پر اور دوسرا رسالہ (۳۱) اوراق پر مشتمل ہے کاغذ حنائی، تقطیع کلاں، خط شکست پختہ گنجان، سن کتابت ۱۱۴۲ھ ہے - کاتب علام نے ترقیمہ اس طرح لکھا ہے -

"تم کتاب جالینوس فی الاسطقسات علی رای بقراط ترجمۃ حنین بحمد اللہ ومنہ بید عبد مولی العالم ابن میر محمد ہادی محمد ہاشم فی عاشر شہر رجب ۱۱۴۲ھ"

نسخہ نہایت نادر و نایاب ہے - یہ نسخہ حکیم محمد اکبر المسمی والمخاطب حکیم علی خاں کی ملک میں بھی رہا ہے - موصوف کے قلم سے شروع میں درج ہے

بخط حکیم علوی خاں مرحوم المخاطب "بہ حکیم معتمد الملک" اور ایک گوشہ میں "عنایت حضور" لکھا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے - کہ نسخہ شاہی کتب خانہ سے حکیم محمد اکبر کو بادشاہ کی جانب سے عطا ہوا -

آغاز رسالہ اول :- قال جالینوس ان قصد الطبیب التماس الصحۃ وغایتہ احراز الصحۃ - الخ

آغاز رسالہ دوم :- قال جالینوس لما کان الاسطقس اقل جزءًا مما ہو لہ اسطقس - الخ

(۳۱) منحۃ الشفاء

یہ رسالہ میر محمد مہدی المخاطب بہ حکیم الملک اردستانی کے مجربات پر مشتمل ہے جو عالمگیری دور کے بڑے امراء اور مقربین میں تھے اور عالمگیر ہی کی جانب سے انھیں حکیم الملک کا خطاب ملا تھا۔ مآثر الامراء وغیرہ میں ان کے حالات موجود ہیں۔ یہ نسخہ حکیم محمد اکبر کے قلم کا لکھا ہوا ہے خطِ شکست نہایت پختہ ہے تاریخ کتابت درج نہیں، کاتب نے اختتام کی عبارت اس طرح لکھی ہے۔

"تمت ہذہ النسخۃ الشریفۃ بسرعۃ التمام، بید الفقیر الحقیر الاحقر محمد اکبر المسمیٰ المخاطب حکیم علی خاں، اکثر نسخہ ہا۔ کہ دریں کتاب نوشتہ شدہ بخط اوست۔"

حکیم علوی خاں کے قلم کے لکھے ہوئے مذکورہ دونوں رسالے ان ہی حکیم محمد اکبر کو بادشاہ کی جانب سے عنایت ہوئے تھے۔ یہ رسالہ بھی بہت اچھا ہے۔ اس رسالہ کے ساتھ ساتھ ذیل کے رسائل طبیہ بھی شامل ہیں۔

(۱) کتاب الاکتفاء بالدواء، من خواص الاشیاء

(۲) رسالہ شیخ الرئیس فی مسائل معدودہ

(۳) رسالہ فی اصلاح الادویۃ المسہلہ من کتاب المنصوری

(۴) مقالہ فی النبض والقارورہ لمحمد بن زکریا الرازی

(۵) رسالہ فی الادویۃ القلبیۃ للشیخ الرئیس

(۶) رسالہ فی اعمار الادویۃ مفردہ و مرکبہ

(۷) رسالہ فی الاسامی لابی منصور الحسین بن نوح القمری

یہ جملہ رسائل خوشخط لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن تاریخ کتابت وغیرہ کا ذکر نہیں۔ مگر یہ بھی

مذکورہ کتابوں کے ساتھ شامل ہیں اور اسی دور کے لکھے ہوئے ہیں - اور ان اطباء کی ملکیت میں رہے ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔

(۳۲) قانون شیخ

شیخ بوعلی سینا کی مشہور تصنیف کی ایک جلد ہے جو نہایت خوشخط اور مطلا و مینا کار بھی ہے لیکن جگہ جگہ سے مقطوع و آب رسیدہ ہونے کی وجہ سے ناقص ہے اس لئے کاتب اور تاریخ کتابت کا پتہ نہیں چلتا - اس جلد میں صرف کتاب اول ہے جگہ جگہ تحشی کی گئی ہے۔ اطباء و فضلاء کے پاس بھی یہ نسخہ رہا ہے - ابتدائی دو مضمون پر طلائی و لاجوردی مینا کاری ہے جو امتداد زمانہ سے بوسیدہ ہو گئی ہے دو ورق بعد فہرست کے اختتام پر ایک مہر مدور ثبت ہے جس میں "بندہ آل احمد حاجی شیخ احمد" کندہ ہے۔ مہر کا سنہ معلوم ہوتا ہے ورق اول سے کچھ عبارتیں چٹ زدہ ہیں - ایک چٹ کے ہٹانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ پچاس درہم سکوکہ میں شہر کابل میں محمد حافظ بن محمد امیر یوسف بن امیر محمد البرغری نے خریدا تھا - اسی کے ساتھ کسی امیر کبیر کی کچھ عبارت بھی لکھی ہے لیکن وہ چٹ زدہ ہے نسخہ اچھا ہے۔

(۳۳) شرح قانون - از حکیم گیلانی

پیش نظر نسخہ تعلیم ثالث سے کتاب اول کے اختتام تک ہے کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی ہے - اول سے آخر تک مجدول طلائی اور خط پختہ ہے - آخر تک تحشی کی گئی ہے نسخہ اچھا ہے۔ ۷ رمضان ۱۲۸۶ھ کو یہ نسخہ محمد مرزا ابن حکیم فاخرالدین خاں نے ابو داؤد خیرآبادی تاجر کتب سے خرید کر اپنے استاد مولوی حکیم عبدالکریم خاں کو ہدیۃً بھیجا تھا -

اس عبارت کے ساتھ دو مہریں "محمد مرزا" اور "محمد مرزا ابن مجلس فاخرالدین خاں" ثبت ہیں اور
۱۲۸۶ ۱۲۸۱ھ
عبدالکریم خاں کے قلم سے یہ عبارت لکھی ہے۔

"ثم تقبل الھبتہ من محمد عبد الکریم عفی عنہما"

(۳۴) رسالہ تنقیح المراق والاحتراق

حکیم مراد خاں حنفی ٹونکی کی تصنیف ہے۔ مراق اور احتراق امراض مشتبہ میں ہیں اس لئے مراد خاں نے ۱۲۹۴ھ میں ان امراض پر یہ مستقل رسالہ عربی میں تصنیف کیا اچھا رسالہ ہے پیش نظر نسخہ آخر سے قدرے ناقص ہے۔

آغاز:- الحمد للہ الحکیم الذی ھو بالحمد حقیق الخ

(۳۵) علم المکتسب فی زراعۃ الذہب

ابو القاسم محمد العراقی المتوفی سنہ [illegible]ھ کی مشہور اور نادر تصنیف ہے اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ اور معتبر کتابوں میں شمار ہوتی ہے اسی کتاب کا یہ ایک نادر نسخہ ہے۔ تاریخ کتابت وغیرہ اگرچہ درج نہیں لیکن نسخہ اچھا اور قدیم ہے کہیں کہیں تحشی بھی ہے اور تصحیح بھی کی گئی ہے۔ شروع میں مولوی فضل حق خطیب ٹونک کی مہر ثبت ہے۔

آغاز:- الحمد للہ الاول الذی لا اول لہ والآخر الذی لا نہایۃ لہ۔ الخ

ان نوادر کے تذکرے کے بعد تیمناً و تشرفاً قرآن مجید کے دو بہترین نسخوں کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۳۶) ۱۔ قرآن مجید

یہ نسخہ قرآن مجید کا ایک نہایت خوشخط نسخہ ہے مغل دور کا لکھا ہوا ہے کاغذ ختائی کشمیری، تقطیع متوسط، مجدول طلائی ولاجوردی، بین السطور مجدول طلائی، نہایت خوش خط اوراق ۵۳۵ ہیں۔ کاتب محمد زاہد ہیں۔ تاریخ کتابت بھی درج ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ مقام جہاں صدی کا اندراج تھا۔ محو کر دیا گیا ہے۔ اختتام کی عبارت کاتب نے اس طرح لکھی ہے

"کاتبہ فقیر محمد زاهد عفی عنہ سنۃ اربع وثمانون بعد....."

یہاں آخر کا لفظ مٹا دیا گیا ہے۔ پھر بھی کتابت وغیرہ کے طرز سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ گیارھویں صدی کا ہونا چاہئیے۔ اول سے آخر تک کاتب نے کتابت کی یکسانی، خط کی پختگی اور طلائی جدول کا پورا اہتمام کیا ہے۔ حاشیہ پر مختلف قراءتوں کا اندراج ہے۔ آیات طلائی ہیں ہر رکوع کو ظاہر کرنے کے لئے حاشیہ پر طلائی دائرہ دیا گیا ہے۔

اسی طرح۔ ربع، نصف، ثلث، پارہ، اور سجدہ کو واضح کرنے کے لئے حاشیہ پر مختلف قسم کے طلائی پھول بنائے گئے ہیں۔ ابتدائی دو صفحوں پر پوری مینا کاری طلائی ولاجوردی ہے۔ اس کے بعد کے دو صفحوں پر طلائی جدول کے ساتھ ساتھ حاشیہ پر بھی طلائی گل کاری کی گئی ہے اور اسی طرح کی گلکاری ہر منزل کی ابتداء میں دونوں صفحوں پر موجود ہے۔

ابتداء کی طرح اختتام کے دونوں صفحوں پر بھی مینا کاری ہے۔ آخر میں ماثورہ دعاؤں کے ساتھ کتاب ختم کی گئی ہے نسخہ نہایت بہتر مطلا اور زر ترتیب ہے۔

(۳۷) قرآن مجید

قرآن کا یہ نسخہ اگرچہ مطلا و زرترتیب نہیں ہے لیکن یہ اس اعتبار سے نہایت اہم ہے کہ اس میں حواشی پر تمام قراءتوں کے اندراج اور تجوید کے مسائل کی وضاحت کا پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ مصحف کی رسم کتابت کے سلسلہ میں بھی نوٹ دیئے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ حواشی پر بعض دوسرے مسائل کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ یہ حواشی قراءت کی معتبر کتابوں کے حوالہ کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ یہ نسخہ بھی نہایت خوشخط ہے کاغذ دبیز جدول شنگرفی ولاجوردی۔ ہر صفحہ پر گیارہ سطریں ہیں۔ اول، درمیانی اور آخری سطور ہر صفحہ پر شنگرفی ہیں۔ باقی سطور مدادی ہیں۔ ابتدائی دو صفحوں پر طلائی ولاجوردی مینا کاری کی گئی ہے۔ کاتب محمد یونس ہیں۔ رمضان میں اس نسخہ کی تکمیل ہوئی۔ سنہ کتابت کا اندراج نہیں ہے

آخر میں ایک صفحہ پر حروف و کلمات کے ذریعہ قراء کے رموز کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

اس کے بعد ایک دائرہ ترغیب القراء و تھذیب الاداء سے نقل کیا گیا ہے۔ جس میں مختلف قراء کی جانب سے "تعوذ" کی آٹھ شکلیں ظاہر کی گئی ہیں۔ یہ نسخہ مسائل قرأت کے لحاظ سے سابق نسخہ سے زیادہ اہم ہے۔

فرمان والاشان

درین زمان میمنت اقتران فرمان والاشان واجب الاطاعت والاذعان صادر
شد کہ بمقتضائے وفور مراحم خاقانی و فرط تفضلات خسروانی کہ نمونۂ افضال
یزدانی ست۔ فدوی خاص لائق العنایت والاحسان وزیر محمد خان را
بخطاب وزیر الدولہ امیر الملک بہادر نصرت جنگ
بین الاعیان والارکان ذی الاشان والاقران سرافراز و ممتاز فرمودیم
بایدکہ فرزندان نامدار کامگار والاتبار و وزراء ذوالاقتدار و امرائے عالی
مقدار و جمیع ارکان دربار شہاب مدار و حکام ممالک فدوی خاص معزی
الیہ را مخاطب بخطاب بادشاہی بشمول این خطاب برگزیدۂ القاب
پسندیدہ معزز و مباہی دانستہ از آثار عنایت ابد دولت و اقبال را
احوال عقیدت اشتمال بہادر معزی الیہ یوماً فیوماً مستحضر نمودہ
بے نہایت دانند۔
بتاریخ بست و نہم شہر شوال سال چہاردہم
سنہ از جلوس میمنت مانوس معلی زیب تحریر
وزینت سطر پذیرفت

جناب مولانا حکیم محمد عمران خانصاحب: بی، اے

کتب خانۂ عرفانیہ کے اردو فارسی مخطوطات[1]

قسط سوم

کتب خانۂ عرفانیہ پر ایک مضمون لکھا جا چکا ہے جس کی دو قسطیں "معارف" بابت مارچ و مئی ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی ہیں اسی کی تیسری اور آخری قسط ہے اس دور میں اگرچہ اردو فارسی کتابوں کی کوئی قدر نہیں تھی۔ فارسی کتابیں تو پھر بھی ضمناً جمع ہو جاتی تھیں لیکن اردو کتابوں کو ناقابل اعتنا سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے علماء کے کتابی ذخیروں میں اردو کتابیں بہت کم نظر آتی تھیں۔ لیکن اب اردو کی قلمی کتابوں کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ فارسی اور اردو کے نوادر کا بھی تذکرہ کر دیا جائے

(۱) دیوانِ ولی (ولی دکنی کا اردو دیوان)

آخر سے قدرے ناقص ہونے کی وجہ سے تاریخ کتابت وغیرہ کا پتہ نہیں چلتا۔ شروع میں ایک مہر ثبت ہے جس میں "حافظ برکت اللہ ۱۲۳۳ھ" کندہ ہے اس لئے یہ نسخہ بہرحال اس سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ کتابت اور کاغذ کی حالت سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے۔

غزلیات ختم ہونے کے بعد۔ مستزاد، مخمسات، ترجیع بند، اور قصائد وغیرہ ہیں۔ حاشیہ پر کہیں کہیں نسخہ دے کر دوسرا مصرع بھی لکھا گیا ہے۔ آخر سے تین چار ورق ناقص معلوم ہوتے ہیں۔

ابتدائی غزل کا پہلا شعر یہ ہے

[1] مطبوعہ معارف ۹ جلد ۱۰۲

کیتا ہوں تیرے ناؤں کوں میں وردِ زباں کا　　کیتا ہوں تیرے شکر کوں عنواں بیان کا

(۲) احمد نامہ (منظوم اردو)

ایک جزو پر مشتمل ہے۔ اس کے مرتب عبدالملک ہیں آخری شعر سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۱۲۷ھ میں نظم کیا گیا پیش نظر نسخہ کے کاتب سید انور علی خطیب ہیں۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ سیدہ ولیہ جو شاہ ابو اللیث صاحبؒ کی صاحبزادی اور سید صاحبؒ کے بھتیجے اور داماد سید محمد اسمٰعیل کی والدہ تھیں ان کے لئے یہ نسخہ لکھا گیا۔ ۱۵ صفر ۱۲۴۴ھ تاریخ کتابت ہے اختتام کی عبارت یہ ہے۔

"تمت کتاب احمد نامہ من تصنیف عبدالملک کہ ردیف و قافیہ اش در سلک لعل جواہر منسلک است، بتاریخ پانزدہم شہر صفر ۱۲۴۴ھ بموجب فرمائش جناب بی بی صاحبہ اعنی والدہ سید اسمٰعیل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بخط سید انور علی خطیب ادیب صورت اختتام یافت"

رسالہ کا ابتدائی اور آخری شعر درج ذیل ہے

شعر اول:۔

احد جب ایک تھا آپے نہ دوجا کوئی اسنجا یاں　　محمد نور سوں کرتے ہوئے پرگھٹ سوں جگ مایاں

شعر آخر

ہزار اور دو سو ستائیس محمد کے سو ہجرت کوں　　لکھا تب سوں یہ قصہ سو بیٹھے اس محمد کوں

(۳) سکرات نامہ (منظوم)

یہ رسالہ دو جزو پر مشتمل ہے ۱۱۹۰ھ میں ترتیب دیا گیا۔ ۱۵ محرم ۱۲۴۴ھ یہ رسالہ بھی سید انور علی صاحب کی بی بی ولیہ کے لئے لکھا گیا۔ اختتام کی عبارت یہ ہے۔

"تمام شد سکرات نامہ بروز دوشنبہ بتاریخ پانزدہم شہر محرم الحرام ۱۲۴۴ھ بخط بدخط

سید انور علی حسب الحکم جناب عالیہ بی بی ولیہ صاحبہ دام برکاتہٗ ترمیم نمودہ شد"

شعر اول:۔

خدایا ہے تو ہیں عالم پناہا   تو ہیں خاوند سب کا بادشاہا

آخری شعر

ہزار و ایک سو نوے تھا یک سن   کہ ایں اتمام قصہ کردہ ام من

(۴) نجات نامہ (منظوم اردو)

ایک جزو کا رسالہ ہے اس رسالہ کے کاتب سید محمد ہیں۔ ۱۰ صفر ۱۲۴۴ھ کو یہ نسخہ بھی رائے بریلی تکیہ شاہ علم اللہ صاحب میں سیدہ ولیہ کے لئے لکھا گیا۔ اختتام کی عبارت یہ ہے۔

"تمام شد نسخہ نجات نامہ حسب الارقام و ایما ہمشیرہ عزیزہ اعنی والدہ نور چشم لخت جگر حافظ سید محمد اسمٰعیل سلمہا اللہ تعالیٰ، عاصی سید محمد عفی عنہٗ از تحریر رسالہ ہٰذا تاریخ دہم شہر صفر المظفر ۱۲۴۴ھ مقام رائے بریلی تکیہ حضرت شاہ علم اللہ قدس سرہٗ فراغت یافت"

شعر اول

اول کچھ نہ تھا اون پر نکار تھا   دونوں جگ کا پیدا کرنہار تھا

شعر آخر

تو اس وقت میرا مددگار ہو   اکیلا نہ کر تو مرا یار ہو

(۵) رسالہ منظوم اردو

یہ رسالہ مولوی نصیر الدین صاحب کی جانب منسوب ہے ۴ جمادی الاول ۱۲۵۱ھ تاریخ کتابت ہے۔ کاتب کا نام درج نہیں تقریباً ایک جزو پر مشتمل ہے۔

شعر اول

ہے تعریف و توصیف اس ذات کو کہ جامع ہے وہ سب کمالات کو

شعر آخر

دعائے نصیر الدیں ہووے قبول ببرکت محمد و آل رسول

(۹) مثنوی جگر سوزاں (قصہ دائی حلیمہ)

یہ مثنوی چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ کاتب عبدالکریم عرف منو ہیں۔ تاریخ کتابت درج نہیں۔ کتاب کے اختتام پر مثنوی کے مرتب نے ایک تصدیقی عبارت لکھی ہے لیکن لکھنے والے کے دستخط اس طرح ہیں کہ نام سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ عبارت حسب ذیل ہے:۔

"النقل کالاصل، مصنف نسخہ ہذا محمد ......"

اس کے ابتدائی اور آخری بند یہ ہیں

پہلا بند: بعد حمد حق و نعت احمد مدح خلفاء نبی ارشد

ہو یہ معلوم بہ ہر نیک و بد جسے ہے عشق رسول امجد

دونوں جا ہے اسے عزت بے حد

آخری بند: چھوڑ کر ہر فکر کو ای فخر حزیں عشق احمد میں رہا کر غمگیں

حوصلہ اور جو کچھ تم کو نہیں یہ مناجات شہ سید پڑھ سکیں

سن کے یارو کہو، آمین آمین

دیوان واقف لاہوری (فارسی)

از قاضی نورالعین واقف۔ المتوفی ۱۱۹۵ھ۔ کاغذ خانی، خط فارسی، خوشخط، لوح کتاب مطلا و مینا کار۔ پیش نظر نسخہ اس دیوان کا بہت اچھا نسخہ ہے۔ آخر میں تاریخ کتابت شوال روز شنبہ

درج ہے لیکن سال کتابت محو کر دیا گیا ہے۔ اول و آخر میں ایک ایک مہر مربع محو شدہ ثبت ہے نسخہ ابتدائی
دور کا معلوم ہوتا ہے۔ دہلی میں یہ نسخہ کسی کی ملک میں رہا لیکن نام بالکل مٹا دیا گیا ہے اول و آخر میں
دو مہریں مولوی فضل حق خلیب ٹونکی کی ثبت ہیں۔

آغاز :- اے بزم شوق تو نالاں بہر سو سازہا الخ

(۸) دیوانِ قصاب (فارسی)

از شیخ ابوالعباس قصاب۔ مولوی رفیع الدین صاحب مراد آبادی نے اپنے ایک رسالہ
میں صاحب دیوان کا ذکر کرتے ہوئے ان کا نام شیخ ابوالعباس لکھا ہے پیش نظر نسخہ (۱۲۱) اوراق پر
مشتمل ہے شروع کے دو ایک ورق کم معلوم ہوتے ہیں۔ آخر بھی ناقص ہے درمیان میں متعدد مقامات پر
ایک چھوٹی بیضوی مہر ثبت ہے جس میں "اللہ محمد علی معکوس لکھا ہوا ہے یعنی اس طرح" [illegible]"
ورق ۵۳ پر مالک کتاب کا نام اس طرح لکھا ہے۔

"ایں کتاب شیخ محمد علی ہر کہ دعوی کند چشم او را کور شود در دنیا و در آخرت ، خبر دار ۵

ورق ۵۳ و ۵۴ پر دو مہریں "رب نجنی بمحمد و علی" ثبت ہیں جن میں ۱۱۵۱ھ کندہ ہے
اور ان کے ساتھ "مال شد" لکھا ہوا ہے۔ ورق ۷۳ پر مہر "فیض اللہ" ثبت ہے۔ اس مہر کے
ساتھ قلم سے لکھا ہوا ہے۔

"مالک ایں کتاب محمد فیض اللہ .... ۳۵ سنہ ۵۰"

ورق ۱۱۸ پر مہر "ملک شہنواز" ثبت ہے جس میں ۱۱۸۵ھ کندہ ہے ورق ۳۸ پر بھی ایک
مہر چہار پہلو ثبت ہے لیکن پڑھی نہیں جاتی۔ شروع میں مولوی فضل حق ٹونکی کی دو مہریں خورد و کلاں
ثبت ہیں۔ حاشیہ پر متعدد فارسی اشعار دوسرے شعراء کے لکھے ہوئے ہیں۔ کہیں کہیں اصل دیوان کی
"نسخے" بھی حاشیہ پر درج ہیں۔ جس غزل سے پیش نظر نسخہ شروع ہوتا ہے۔ اس کا مقطع یہ ہے۔

زلفِ قصاب گذری تو ان نقش ۔ دوں بتاں   برائے درد عاشق ہر کہ درماں می کند پیدا

(۹) دیوان جامی

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا دیوان ہے ۔ کاغذ سفید غیر مجدول خط رواں، کاتب محمد سجاد علی حسینی ہیں ۔ ۲۸ رمضان ۱۲۶۶ھ تاریخ کتابت ہے غالباً ٹونک ہی میں یہ نسخہ لکھا گیا شروع میں مولوی فضل حق خطیب ٹونکی کی مہر ثبت ہے

آغاز : موزوں تریں کلامے کہ غزل سرایان انجمن   الخ

(۱۰) مجموعۃ الاشعار (فارسی)

مرتبہ علی قلی خاں ۔ والہ ۔ فارسی شعراء کا تذکرہ اور اشعار کا مجموعہ ہے مختلف شعراء کے اشعار جمع کئے گئے ہیں ۔ اور سرخی سے ہر شاعر کا نام لکھا گیا ہے ان کے حالات دوسرے خط میں مختصراً بطور مسودہ لکھنے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے یہ کتاب مسودہ معلوم ہوتی ہے شروع میں ایک مقدمہ ہے ۔ یہ مقدمہ علی قلی خاں کے "ذخائر الاشعار" کا ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مسودہ اسی سلسلہ کا ہو آخر سے ناقص ہے ۔ اور تاریخ کتابت وغیرہ کا پتہ نہیں چلتا مجموعہ ضخیم چار پانچسو صفحات پر مشتمل ہے

آغاز مقدمہ :۔

الحمد للّٰہ رب العٰلمین .... اما بعد بندۂ ہیچمداں ننگ دعا ر دوراں   الخ

آغاز مجموعہ

زخم بطبیب گفتم از درد نہاں   گفتا کز غیر دوست بربند زباں

(۱۱) قصائد خاقانی

حکیم خاقانی کے قصائد کا اچھا مجموعہ ہے کاغذ سفید کچھ مجدول خط واضح آخر سے قدرے ناقص ہے اسی وجہ سے تاریخ کتابت وغیرہ کا پتہ نہیں چلتا اول سے آخر تک اکثر حصہ محشی ہے ۱۲۲۶ھ عربیں ۔

یہ نسخہ مولوی عبدالکریم صاحب ٹونکی کی ملک میں آیا۔

آغاز:- دل من پیر تعلیم است و من طفل زبان دانش الخ

(۱۲) تحفۃ العراقین (از حکیم خاقانی)

کاغذ خانی، خط پختہ، تقطیع چھوٹی، غیر مجدول، کاتب یعقوب بن شیخ ابواسحاق ہیں ۱۰۱۳ھ میں یہ نسخہ آگرہ میں لکھا گیا۔ اس لئے نہایت قدیم اور اچھا نسخہ ہے۔

(۱۳) شرح بوستاں سعدی

شارح حکیم محمد ساجد رامپوری ہیں۔ جو یوسف زلیخا اور سکندر نامہ وغیرہ کے بھی شارح ہیں۔ تذکرہ کاملان رامپور میں آپ کے حالات درج ہیں یہ نسخہ احقر کے جد امجد ملا عرفان رامپوری کے قلم کا لکھا ہوا ہے جو شارح کے بھائی تھے اور دونوں کا قیام رامپور میں تھا: تاریخ کتابت درج نہیں

آغاز:- بنام جہاندار ...... مضمون این بیت قائم مقام ترجمہ بسم اللہ است الخ

(۱۴) شرح قرآن السعدین

شارح مولانا نورالحق بن مولانا عبدالحق محدث دہلوی صاحب تیسیر القاری (المتوفی ۱۰۷۳ھ)

کاغذ خانی مجدول، خط واضح، کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی نسخہ بہت عمدہ ہے اور شارح کے قریب کے زمانہ کا لکھا ہوا ہے اول و آخر میں ایک ایک مہر مدور محو شدہ ثبت ہے آخر میں بعض بچوں کی تاریخ پیدائش ۱۱۹۶ھ و ۱۱۹۹ھ درج ہے لیکن ان کے نام محو شدہ ہیں۔ شروع میں چند قطعات اور عمدہ جملے بھی درج ہیں۔ ان میں حسب ذیل قطعہ مولانا محمد تقی کی تاریخ وفات پر ہے۔

عجب مرد کامل بحکم خدا ۔۔۔ بدار الفنا، سوئے دار البقاء

بجستم ز ہاتف سن شمع آن ۔۔۔ بگفتا، محمد تقی بود با خدا

۱۲۲۲ھ

یہ شاید مولانا محمد تقی نصیر آبادی رائے بریلوی ہیں

(۱۵) شرح سکندر نامہ بری

مقدمہ ناقص ہے اسی وجہ سے شارح کا نام معلوم نہیں ہو سکا تاریخ کتابت بھی درج نہیں۔

آغاز :- خدایا جہاں پادشاہی تراست ۔ مخفی نماند کہ الف کلمہ خدایا کہ آخر است بہ ندا است الخ

(۱۶) قواعد علی شیر (شرح سکندر نامہ)

سنہ ۹۵۶ھ کی تصنیف ہے آخر سے ناقص ہے اسی وجہ سے تاریخ کتابت وغیرہ کا پتہ نہیں چلتا

کاغذ خانی غیر مجدول، خط شکست، ورق اول بھی ناقص ہے ۔

(۱۷) دانش آموز شرح کریما

شارح نور احمد ہیں۔ کاغذ خانی، کرم خوردہ، تقطیع چھوٹی، خط شکست، کاتب موسیٰ ولد میاں یعقوب ہیں۔ تاریخ کتابت درج نہیں۔ ۲۵ ذی قعدہ سنہ ۱۲۵۲ھ کو نسخہ ایک روپیہ آٹھ آنے ماچھیوارہ میں غلام رسول سوداگر سے مختار الدولہ محمود خاں کے کتب خانہ کے لئے خرید اگیا۔ شروع میں رئیس موصوف کی ایک خوبصورت مربع مہر بھی ثبت ہے ۔

(۱۸) شرح نصاب الصبیان از محمد بن فصیح بن محمد کریم الدین

کاغذ خانی کرم خوردہ، بوسیدہ، تقطیع چھوٹی، کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی ۱۱ شوال سنہ ۱۲۵۵ھ کو یہ نسخہ بھی مختار الدولہ محمود خان کے کتب خانہ میں عبداللہ سوداگر ساکن خیرپور سے خریدا گیا۔ صاحب کتب خانہ کی مہریں بھی ثبت ہیں۔ ۱۹ رمضان سنہ ۱۲۹۹ھ کو یہ نسخہ دادا صاحب مرحوم قاضی عبدالحلیم صاحب نے خریدا

آغاز :- حمد و ثنا نامحدود و شکر و سپاس نامعدود الخ

(۱۹) شرح میزان الصرف

مولوی عبدالوہاب بن حکیم محمد علی بن مولوی عبدالفتاح محتسب نارنول اس کے مصنف ہیں

سنہ ۱۲ھ میں عالم خاں نے یہ نسخہ ٹونک میں لکھا۔

آغاز :- الحمد للہ رب العلمین والعلمین۔ الخ

(۲۰) منطق الطیر

کاغذ سفید، مجدول کرم خوردہ اور چپٹ زدہ کاتب قاسم بیگ ہیں۔ ۱۰ ؍صفر ۱۰۸۰ھ ہجری تاریخ کتابت ہے ۱۹ ؍جمادی الاول ۱۲۹۹ھ کو یہ نسخہ مولوی فضل حق ٹونکی نے غلام قادر خاں کے کتب خانے سے نیاز محمد خاں کی معرفت خریدا۔

(۲۱) اخلاق ناصری (نصیر الدین طوسی)

کاغذ سفید، بوسیدہ، آب رسیدہ، خط شکستہ پختہ، ۵ ؍جمادی الاولیٰ ۱۱۸ھ تاریخ کتابت ہے۔ بزمانۂ شاہ عالم یہ نسخہ لکھا گیا۔ کاتب کا نام درج نہیں

(۲۲) سلسلۃ الذہب

مولانا جامی کی مشہور مثنوی ہے۔ کاغذ سفید مجدول، خط واضح، اوراق ۲۴۸ ہیں اس نسخہ کے کاتب غلام سرور بن محمد امان بن غلام محمد بن شیخ موسیٰ بن شیخ اسمٰعیل ساکن شہباز پور پرگنہ سرائل ہیں۔ نواب سید علی خاں بہادر کے زمانۂ حکومت میں یہ نسخہ لکھا گیا۔ ۶ ؍شوال ۱۲۳۶ھ مطابق ۷ ؍جولائی ۱۸۲۱ء مطابق ۱۲۲۸ بنگلہ تاریخ کتابت ہے آخر میں کاتب کی دو مہریں بھی ثبت ہیں۔ جن میں ۱۲۱۲ھ کندہ ہے۔

(۲۳) انوار سہیلی (از ملا حسین واعظ کاشفی)

کاغذ سفید، صحیح متوسط، خط پختہ رواں کاتب سید قاسم علی ولد سید سلام اللہ ہیں یکم رجب ۱۲۴۲ھ کو میاں سید نبی بخش ولد سید قادر بخش کے لئے یہ نسخہ لکھا گیا۔ اوراق ۴۵۱ ہیں

(۲۴) جوامع الحکایات ولوامع الروایات۔ از محمد بن ابی سعید الجنیدی، کاغذ حنائی

تقطیع کلاں، مجدول شنگرفی و نیلگوں، خوش خط و اضح، کاتب عبدالملک ہیں - ۱۰ ذیقعدہ ۱۲۷۲ھ

تاریخ کتابت ہے -

(۲۵) درمنظوم

مولوی غلام جیلانی رفعت رامپوری کی مصنفہ ہے کاغذ سفید مادھوپوری، خط رواں اول

سے آخر تک محشی ہے کاتب مولوی محمد شاہ ہیں ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ کو ٹونک میں یہ نسخہ لکھا گیا -

(۲۶) مرأۃ الخصائل

مرزا دین محمد بیگ کابلی متخلص بہ آغز از اس کے مرتب ہیں - وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے

لکھتے ہیں کہ میں زمانہ شباب سے زمانۂ شیخوخت تک عالم میں پھرا - ہر علاقہ اور ہر ملک کے عادات

و اطوار علیحدہ علیحدہ پائے - پوری عمر کے تجربہ کو اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے - آخر میں مصنف کا ایک

قطعۂ تاریخ شامل ہے جس سے سن تصنیف ۱۲۷۴ھ معلوم ہوتا ہے -

یہ رسالہ پندرہ مرآت پر مرتب ہے - ہر مرأۃ میں ایک ایک علاقہ کے خصائل بیان کئے گئے

ہیں - ابتدائی چار مرآت بیرون ہند کے خصائل پر مشتمل ہیں باقی ابواب میں ہندوستان کی مختلف

صوبوں کے خصائل بیان کئے گئے ہیں آخری مرأۃ چودہ جمالوں پر مشتمل ہے اور ہر جمال میں ہر ہر علاقہ کی

عورتوں کے اوضاع و اطوار اور ان کے لباس وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے (۶۲) اوراق پر مشتمل ہے -

آخر میں "ہوش افزا نامہ" کے نام سے ایک فارسی رسالہ شامل ہے جو تقریباً ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے

اس رسالہ میں "ہوش" کے عنوان سے سرخیاں قائم کر کے مفید اور تجربہ کی باتیں لکھی گئی ہیں کاتب نے اپنا نام نہیں

لکھا - ۵ صفر ۱۳۳۱ھ م ۱۳ جنوری ۱۹۱۳ء کو یہ مجموعہ امراوتی صوبہ برار دکن میں لکھا گیا -

آغاز :- کیست کہ آشفتۂ نام تو نیست

منتظر رحمت عام تو نیست الخ

(۲۷) نزہتہ الارواح

تصوف کی مشہور کتاب ہے پیش نظر نسخہ صفر ۱۰۹۲ھ کا لکھا ہوا ہے لیکن کافی کرم خوردہ ہے (۸۲) اوراق پر مشتمل ہے۔

(۲۸) بحر الحیات (حوض الحیات)

حسین گوالیاری ابن محمد سارنی حسنی کی تصنیف ہے۔ ورق اول پر کتاب کا نام حوض الحیات لکھا ہے ۲۴ ذی الحجہ ۱۰۹۱ھ تاریخ کتابت ہے۔ کاتب کا نام درج نہیں۔

آغاز: حمد موفور ثنائے نامحصور حضرت صمدی را۔ الخ

(۲۹) حدیقۃ الحقیقۃ (از حکیم سنائی غزنوی)

کاغذ حنائی، تقطیع چھوٹی، مجدول سرخ، خط واضح مکمل نسخہ ہے تاریخ کتابت درج نہیں۔ یہ نسخہ شاہان مغلیہ کے کتب خانوں میں رہ چکا ہے۔ لیکن تمام مہریں اور عبارتیں محو کر دی گئی ہیں۔ ایک عبارت میں ۱۰۲۰ھ صاف سمجھ میں آتا ہے۔ ایک عبارت کی ابتدا میں اللہ اکبر لکھ کر آگے کی عبارت تحریر کی گئی ہے۔ ابتدائی حصہ میں گوشہ پر لکھا ہے "محمد باقر راہبہ نمود" ایک مہر مربع ثبت ہے جس میں "محمد ارطبا طبائی" کندہ ہے۔ مزید مہریں چٹ زدہ ہیں۔ اسی طرح یہ عبارت بھی لکھی ہوئی ہے۔

"نسخہ ہذا از سید غلام مرشد صاحب معرفت غلام عباس خاں بقیمت چہار روپیہ خریدہ شد۔ جمادی الآخر ۱۲۷۳ھ"

آغاز: اے درون پرور و برون آرای۔ الخ

(۳۰) خمسہ شمس الدین معہ شرح فارسی

مولانا نیاز احمد صاحب علوی قادری ابن مولانا رحمت علی صاحب سرہندی بریلوی المتوفی

۱۲۵۰ھ اس کے ناظم اور شارح ہیں۔ اس میں علم تصوف کے معارف و اسرار بیان کئے گئے ہیں چونکہ نظم میں وضاحت کی گنجائش نہیں ہوتی اس لئے اس خمسہ کو مرتب کرنے کے بعد مصنف نے اس کی شرح لکھی جس میں معانی کی تشریح کی گئی ہے۔ شرح کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ بشرط موقع اس کی ایک مفصل شرح مزید ترتیب دی جائے گی۔

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے **نزہۃ الخواطر** میں مولانا نیاز احمد صاحب کا حال اس طرح لکھا ہے۔

> "کبار مشائخ چشتیہ میں سے تھے ۱۱۵۵ھ میں سرہند میں پیدا ہوئے صغر سنی میں دہلی آکر مولانا فخرالدین صاحب کے پاس تربیت پائی شیخ کے حکم سے بریلی جا کر قیام کیا اور وہاں بہت مقبول ہوئے فنون ریاضیہ میں بھی بڑے ماہر تھے۔ ۶ جمادی الآخر ۱۲۵۰ھ میں بریلی میں انتقال ہوا"

صاحب نزہۃ الخواطر نے آپ کے فارسی اور اردو دیوان کا بھی ذکر کیا ہے۔ حساب میں آپ کے ایک رسالہ کا ذکر ہے جو سید آل رسول مارہروی کے لئے تصنیف کیا گیا تھا۔ لیکن آپ کی تصانیف میں اس خمسے یا اس کی شرح کا ذکر نہیں۔

یہ خمسہ پچانوے بندوں پر مشتمل ہے۔ اور ۱۲۰۰ھ میں نظم کیا گیا ہے۔ پیش نظر نسخہ اگرچہ مکمل ہے۔ لیکن اتفاق سے آخری ورق ضائع ہو گیا جس میں کاتب یا تاریخ کتابت کا ذکر تھا۔

اس خمسہ کا پہلا بند اس طرح ہے۔

الحمد للہ قادر المکونین ضعف حمد لہ من الملوین
ثم ادعو لسادۃ الثقلین ہم حماۃ الانام فی الدارین
احمد و فاطمہ علی حسنین الخ

شرح کے دیباچہ کا آغاز اس طرح ہے

الحمد للہ الذی نور قلوب المؤمنین بنور التوحید الخ

آخری بند اس طرح ہے :۔

شد تمامی نظم خوش آئین	بندایں خمسہ خمسہ و تسعین
در ہزار و دو صد و چہار سنین	از دم ہجرت رسول امین

صلواتی علیہ فی الدارین

الحمد للہ الذی نور قلوب المؤمنین بنور التوحید

کیست کہ آشفتۂ نام تو نیست | منتظر رحمت عام تو نیست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عربی و فارسی

قسط اول

نواب محمد علی خاں، ریاست ٹونک راجستھان کے تیسرے فرماں روا گزرے ہیں۔ ۱۴ رجب ۱۲۴۷ھ م ۱۸۳۲ء کو ٹونک میں پیدا ہوئے۔ اپنے دین دار، جری و بہادر باپ وزیر الدولہ کی نگرانی میں تربیت پائی۔ علوم متداولہ حاصل کئے۔ علماء و فضلا کی صحبت میں رہے۔ مولوی فضل اللہ امروہوی، مولانا حیدر علی رامپوری ٹونکی، مولوی حکیم عبد العلی ٹونکی۔ مولوی سید محمد علی لکھنوی اور مولوی فخر صاحب رامپوری وغیرہ کی شاگردی میں رہے۔ قاری عبد الرحمن پانی پتی اور مولوی عبد القیوم صاحب بڈھانوی، پر مولوی عبد الحی صاحب دہلوی تک سے حدیث کی سند حاصل کی۔

۲۸ محرم ۱۲۸۱ھ م ۱۸۶۵ء میں نواب وزیر الدولہ کے جانشین ہو کر یہاں کے تیسرے فرماں روا مقرر ہوئے ابھی ساڑھے تین سال کی مدت نہیں گزری تھی۔ کہ بعض وجوہ کی بنا پر انگریزوں کی طرف سے معزول کر دیئے گئے شہر بنارس آپ کے قیام کے لئے تجویز ہوا۔ اور کوشش کے باوجود پھر بھی ٹونک آنے کی اجازت نہیں ملی چنانچہ تیس سال کی مدت بنارس میں گزار کر ۱۴ صفر ۱۳۱۳ھ م ۱۸۹۵ء کو بروز جمعہ بنارس میں انتقال ہوا۔

نواب وزیر الدولہ کے حسن تربیت کا نتیجہ تھا۔ کہ یہ پابند و جری انسان ناز و نعم میں پرورش پانے کے باوجود علم و فضل کی دولت سے مالا مال ہوا اور ہمیشہ علما و فضلا میں رہ کر اپنی زندگی گزاری۔

---

[1] مطبوعہ برہان دہلی۔ فروری ۱۹۶۰ء

آپ علم دوست اور اہل علم کے قدرداں تھے آپ کی مجلس ہمیشہ اہل علم سے گرم رہا کرتی تھی تصنیف و تالیف کی طرف بے حد رغبت تھی کتابیں خود تصنیف کرتے، اہل علم سے تصنیف کراتے مفید کتابوں کے اردو و فارسی ترجمے تیار کراتے۔ اور حتی الامکان انھیں شائع کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ نے اپنے دور میں علم و فضل کی اشاعت میں وہ کوشش کی ہے جو صدیوں میں کسی خوش نصیب انسان کو حاصل ہوا کرتی ہے۔

علوم دینیہ آپ کی مساعی کے مرکز رہے فن حدیث و سیرت خصوصیت سے آپ کی توجہات کے ممنون ہیں۔ سیر و مغازی پر آپ نے جو کام کیا ہے وہ بآسانی بھلایا نہیں جا سکتا۔

مولوی عبدالحی لکھنوی، نزھۃ الخواطر میں آپ کے لئے لکھتے ہیں۔

وکان مولعا بسیرۃ النبی صلی	آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت
اللہ علیہ وسلم وحلیتہ وغزواتہ	آپ کے حلیہ اور آپ کے اور آپ کے اصحاب کے
غزوات الصحابۃ فینفق کثیرا	غزوات کے بڑے دلدادہ اور گرویدہ تھے
من اموالہ فی ذلک	اور اپنی دولت کا بڑا حصہ اس پر خرچ کیا کرتے تھے

آپ کے علمی ذوق، فنی توجہات۔ اور علم و فضل پر فطری فریفتگی و شیفتگی کا اندازہ آپ کے جمع کردہ کتب خانہ کے اس ذخیرہ کو دیکھ کر ہوتا ہے جو آپ نے قیام بنارس کے زمانہ میں ہزار وں روپے خرچ کر کے جمع فرمایا۔ اور اب بھی یہ ذخیرہ ٹونک میں محفوظ ہے۔

اس کتب خانہ پر متعدد مضامین شائع ہو چکے ہیں اس لئے اس موقع پر مزید کچھ لکھنا مفید نہیں۔ بہر حال علوم حدیث، فقہ، عقائد، کلام، تصوف اور سیرت پر جو قلمی اور مطبوعہ ذخیرہ اس کتب خانہ میں میسر ہے۔ دوسرے مقام پر مشکل ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ دور دور سے نادر ترین کتابیں آپ کے لئے حاصل کی جاتیں جو کتابیں بآسانی میسر نہ آتیں مشہور مقامات سے ان کی نقول منگوائی

جاتیں۔ قیام گاہ بنارس پر ایک دو نہیں، کئی کئی مستقل کاتب مقرر تھے جن کا مستقل کام
یہ تھا کہ کتابوں کے مسودے نقل کریں یا حاصل شدہ نادر کتابوں کی دوسری کاپی تیار کریں پھر
ان تمام کاموں کی خود نگرانی فرماتے تھے۔ آپ کے اس ذوق و شوق کا پورا اندازہ آپ کے کتب
خانہ کی ایک ایک کتاب کو دیکھ کر ہوتا ہے۔

آپ ۳۲ سال کی عمر میں نواب ہوئے۔ ولی عہدی کے زمانہ سے ہی آپ کے مشاغل
بالکل مختلف تھے۔ نواب وزیر الدولہ کی دینی عصبیت اور علمی والہیت آپ پر
پوری طرح کار فرما تھی علوم سے فراغت کے بعد ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا نواب
ہو جانے کے بعد تین چار سال کی مدت اگرچہ اپنی زندگی کی مصروف ترین مدت تھی لیکن امور ریاست
کا پورا بار ہونے کے باوجود آپ نے اپنے علمی ذوق کو قائم رکھا۔

اللہ کو آپ سے دوسرا کام لینا تھا۔ اس لئے بہت جلد نوابی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور آپ
اپنی عمر کی باقی تیس سالہ مدت گزارنے کے لئے بنارس بھیج دیئے گئے آپ نے اس مدت کو
پوری طرح مفید بنایا۔ علماء کی ایک پوری جماعت تصنیف و تالیف پر لگا دی مشہور مفید کتابوں کے
اردو فارسی ترجمے کرائے۔ علماء کے وظیفے مقرر کئے جاگیریں عطا فرمائیں اور جس قدر دولت ان پر
خرچ کی جا سکتی تھی صرف کی۔ تاکہ فارغ البالی کے ساتھ یہ حضرات اپنی متعلقہ خدمات میں خوش
دلی کے ساتھ مصروف رہیں۔ جو کتابیں بآسانی فراہم نہیں ہو سکتی تھیں انھیں طبع کرایا اور اس سلسلہ
میں جس قدر مصارف کئے جا سکتے تھے وہ خوشی کے ساتھ برداشت کئے چنانچہ تیسیر القاری
شرح صحیح البخاری، شرح اربعین نووی اور ترجمہ بحار الانوار
وغیرہ جیسی اہم و نادر کتابوں کی اشاعت آپ ہی کی رہین منت ہے۔

دوسرے علوم کی اشاعت کے ساتھ فن سیر و مغازی آپ کی توجہات کا ہمیشہ مرکز رہا اس

مضمون میں بھی دراصل وہ خدمات اجاگر کرنا ہیں جو اس سلسلہ میں نواب محمد علی خان ان کے حواری علماء اور ان کی ریاست کی طرف سے ہمیشہ ہوتی رہی ہیں ۔

یہ ایک فطری امر ہے کہ ہر دین دار کی مساعی اور علمی کوششوں کا مرکز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی ہو سکتی ہے اور سیرت رسول اور آپ کا اسوۂ حسنہ ہی وہ مرکزی چیز ہے جس کی، اشاعت و اعادہ کر کے اس پر عمل کرنے سے امت مسلمہ اصلاح پذیر ہو سکتی ہے اس ریاست کے رؤساء میں یہ جذبہ ابتداء سے غیر معمولی طور پر پیدا تھا ۔

ابتدائی دور کی تصنیفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ متعدد کتابیں ریاست کے ابتدائی دور میں اس موضوع پر تصنیف ہوئیں ۔ چنانچہ مولوی عبدالسلام بدایونی نے اپنی کتاب "اخبار الابرار" جو "سیرت رسول" مناقب خلفاء اور احوال ائمہ پر مشتمل ہے تصنیف فرما کر نواب امیر خاں کی طرف منسوب کی اور اس کا نام ھدیۃ امیریہ رکھا ۔ قیام ریاست سے قبل لشکری زندگی ہی میں اس طرح کی اصلاحی محفلیں نواب کے یہاں جاری تھیں ۔

کتب خانہ ٹونک[1] میں ایک قلمی رسالہ محفوظ ہے جس کے مرتب مولوی محبوب علی صاحب ہیں ۔ اس رسالہ میں مروجہ میلاد کے جواز و عدم جواز سے بحث کی گئی ہے مقدمہ میں مرتب رسالہ نے ذکر کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد دہلی میں میلاد النبیؐ کی مجالس نہیں ہوا کرتی تھیں لیکن ۱۲۲۵ھ میں ایک شخص شافعی جمل اللیل آیا اور ۷ ربیع الاول کو نواب محمد امیر خان کے ہاں یہ مجلس منعقد کی ۔ اس کے بعد سے یہ مجالس اس طرف عام ہو گئیں ۔

نواب امیر خان کے بعد نواب وزیر الدولہ کا علمی دور شروع ہوتا ہے اس دور

---

[1] مضمون میں جہاں کہیں کتب خانہ ٹونک کا ذکر آیا ہے ۔ اس سے مراد عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک ہے ۔

میں علمی احوال کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے مشاغل میں بھی اضافہ ہوا۔ دیگر علوم متداولہ کی تصانیف کے علاوہ سیرت نبوی پر بھی کام جاری ہوا۔ مولوی بہادر علی بلوی ٹونکی نے اسی دور میں "امیرالسیر فی سیر خیر البشر" عربی میں تصنیف کی۔ ان کے شاگرد مولوی عبدالمجید صاحب ٹونکی جو نواب وزیرالدولہ کے داماد بھی تھے اور کثیر التصانیف ہیں انھوں نے قدم رسول اور نعلین مبارک کی تحقیق میں متعدد رسائل اسی دور میں تصنیف کئے۔

قرۃ العیون شرح سرور المحزون جو نواب محمد علی خاں کا بڑا کارنامہ ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔ اس کی تصنیف بھی دراصل نواب وزیرالدولہ ہی کے عہد میں شروع ہوئی جب کہ نواب محمد علی خاں ان کی سرپرستی میں ولی عہدی کی زندگی گزار رہے تھے۔

نواب وزیرالدولہ کے بعد نواب محمد علی خاں نے اپنے زمانۂ امارت و زمانۂ قیام بنارس میں اس مقصد کی پوری تکمیل کرڈالی۔ سیرت رسول کے موضوع پر اس قدر تصانیف کیں اور دوسرے علماء سے کرائیں جو سب ہی قابل صد تحسین و آفریں ہیں۔ قرۃ العیون کے نام سے اردو میں جو ضخیم کتاب تیار کی ہے اس کے صرف سات حصے دو جلدوں میں طبع ہو سکے ہیں باقی گیارہ جلدیں غیر مرتب حالت میں کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہیں۔

قرۃ العیون کی اس قدر ضخامت کے باوجود آپ کو اس کی مزید شرح کی ضرورت محسوس ہوئی اور کحل العیون شرح قرۃ العیون کے نام سے دوسری کتاب کی تصنیف شروع کی جس کی صرف ابتدائی تین جلدیں تیار ہو سکیں۔ پھر اپنے پسر صاحبزادہ عبدالوہاب خاں کے نام سے اللآلی المضیئۃ فی حلیۃ خیر البریۃ نامی ایک ضخیم کتاب تیار کرائی۔ جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کے قلمی نسخے کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہیں۔

ان شروح وتراجم کی زبان موجودہ دور میں اگرچہ متروک اور قابل اصلاح ہے لیکن نواب صاحب مرحوم کا یہ کارنامہ کسی طرح بھلائے جانے کے قابل نہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر مواقع و وسائل عطا فرمائے تو یہ ذخیرہ اب بھی تھوڑی اصلاح اور توجہ سے اور زبان کی قدرے درستی کے بعد حالات حاضرہ کے مطابق ترتیب دیا جا سکتا ہے۔

نواب محمد علی خاں نے نثر کی طرح نظم کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ چنانچہ "فتوح الاسلام منظوم فارسی (تکملہ صولت فاروقی) اس سلسلہ میں موصوف کا نہایت اہم اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ یہ کتاب بالکل شاہنامہ کے طرز پر لکھی گئی ہے اور بحر متقارب میں ہے، تقریباً پچاس ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس دور کے متعدد قابل ترین افراد کی خدمات حاصل کر کے تیار کرائی گئی ہے۔

افسوس۔ موصوف کی زندگی میں اس کتاب کے طبع ہونے کا موقع نہیں آسکا۔ اسی وجہ سے یہ کتاب منظر عام پر نہیں آسکی۔ اور کتب خانہ ٹونک کے تاریک گوشوں میں محفوظ ہے۔ اس کی تفصیلات آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

الناس علیٰ دین ملوکھم کے پیش نظر اس دور کے علما نے بھی اسی ذوق کو سامنے رکھتے ہوئے نظم و نثر میں اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں۔ مولوی محمد حسن ملیح آبادی بن مولوی محمد علی صدر پوری نے حلیۂ مبارکہ عربی میں نظم کیا۔ اور ترجمہ کے ساتھ شائع کیا۔ صاحبزادہ عبدالکبیر خاں نے حضور علیہ السلام کا حلیہ بطور مسدس نظم فرمایا اور الدر المضیئتی فی حلیۃ خیر البریۃ لکھی۔ مولوی سید عبدالرزاق کلامی نے حضور کا حلیہ اردو میں نظم کیا۔ فتوحات و اقدی کو نظم کرتے ہوئے حسام الاسلام، صمصام الاسلام اور قمقام الاسلام لکھی۔ سرور المحزون کو اردو میں نظم فرمایا۔ تو گوہر مخزون تیار ہوگئی۔ مولوی

سید محمد علی صاحب نے سرور المحزون کو فارسی میں نظم کر کے جلاء العیون نظم کر ڈالی۔ سید احمد حسن یمانی نے فتوحات واقدی کا فارسی ترجمہ کر کے محاربات الابرار لکھی۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا۔ تو شوکت الاسلام نامی ضخیم ترجمہ تیار ہو گیا۔

پھر علماء ہی پر موقوف نہیں تھا۔ بلکہ اس دور میں یہ جذبہ اس قدر عام تھا۔ کہ نواب محمد علی خاں کا ایک داروغہ عبداللطیف نامی جو معمولی لکھا پڑھا انسان تھا۔ اس نے معراج نامہ مکمل نظم کر ڈالا۔ اور نواب کی خدمت میں پیش کیا۔

یہ سلسلہ نواب محمد علی خاں کی زندگی تک برابر جاری رہا۔ کوئی علی نامہ لکھ کر پیش کر رہا ہے تو کوئی نبی نامہ اور جنگ نامہ، کوئی سیر منظوم لا رہا ہے تو کوئی نظم السیر، کوئی سیرت مرتضوی لکھ رہا ہے تو کوئی شوکت صدیقی۔

غرض اس موضوع پر بیسیوں کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اور سیرت کا ایک اچھا ذخیرہ فارسی اور اردو میں تیار ہو گیا۔

نواب محمد علی خاں کے انتقال سے ٹونک میں تصنیف و تالیف کا دور بھی تقریباً ختم سا ہو جاتا ہے۔ نواب ابراھیم علی خاں کے دور میں اگرچہ تصنیف و تالیف اور علمی ترقی کا زیادہ موقع نہیں آیا۔ لیکن سیرت پاک اور حب رسول نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ یہ جذبہ موصوف کو اجداد و اسلاف سے ورثہ میں ملا تھا۔ اس لئے عمر بھر موصوف پر یہ جذبہ کارفرما رہا۔

آپ نے میلاد النبی کے نام سے ایک ضخیم کتاب تیار کرائی جو سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس دور کے درباری علماء۔ اس کتاب کی تیاری میں شریک تھے۔ سیرت و مغازی کی تمام کتابوں سے مدد لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات ترتیب دیئے گئے اور ہر سال

ماہ ربیع الاول میں میلاد کے طرز پر سات روز تک محفلیں قائم ہونے لگیں جن کا انتظام سرکاری طور پر کیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب عام نہیں ہوئی۔ بلکہ دربار میں محفوظ رہی جس کی ہر سال قرأت ہوتی ہے۔ اس کا ایک نسخہ سات جلدوں میں حضرت والد مرحوم مولوی قاضی محمد عرفان خاں صاحب ناظم شریعت کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

نواب ابراہیم علی خاں صاحب متخلص بہ خلیل نے اپنے ذوق و شوق کے پیش نظر اس سلسلہ میں مزید متعدد میلاد تیار کرائے جو ریاست میں محفوظ ہیں **میلاد خلیل** بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جو عام ضروریات کے پیش نظر ترتیب دیا گیا تھا اور کئی بار شائع ہو چکا ہے۔

یہ اتفاقی امر ہے کہ نواب محمد علی خاں مرحوم جو مروجہ محافل سے متفق نہیں تھے صفر ۱۳۱۳ھ میں ان کا انتقال بنارس میں ہوا اور اسی سال ٹونک میں ریاست کی طرف سے ماہ ربیع الاول میں جشن میلاد النبی کی پہلی محفل قائم کی گئی۔ اور اس وقت سے اب تک ہر دور میں یہ محفلیں برابر ذوق و شوق سے قائم کی جا رہی ہیں۔ ان کی تفصیلات **ٹونک کے جشن میلاد النبی کی ایک جھلک** نامی کتابچے سے معلوم ہو سکتی ہیں جو مولوی سید منظور الحسن صاحب برکاتی نے ۱۹۶۰ء میں ترتیب دیا اور گزشتہ سال **الجمعیت** پریس سے دہلی میں طبع ہو کر شائع ہوا۔

بہرحال نوابین ٹونک کے فطری ذوق کی بنا پر ٹونک میں سیرت نگاری اور منقبت نگاری پر نظم و نثر میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ان کتابوں کی تفصیل ذیل میں بیان کی جا رہی ہے تاکہ مضمون کی افادیت میں اضافہ ہو اور قارئین کرام بھی پوری طرح اس سے استفادہ کر سکیں۔

فتوح الاسلام منظوم فارسی (تکملہ صولت فاروقی)

صولت فاروقی مرزا محمد خاں تورانی ترکمان متخلص بہ آشوب کی

نظم کردہ ہے جس میں فتوحات واقدی کو بزمانۂ نواب آصف الدولہ بن شجاع الدولہ نظم کیا گیا ہے آشوب نورانی الاصل تھے اور شاہ محمد وزیر کے مرید تھے۔ نواب آصف الدولہ کے زمانہ میں ہندوستان آئے شاعری میں بے بدل اور سواری ونیزہ بازی میں ید طولیٰ رکھتے تھے اہل تشیع و روافض سے سخت دشمنی تھی اسی سے متاثر ہو کر خلیفہ اول و دوم کی فتوحات کو **شاہنامہ فردوسی** کے مقابلہ میں لکھنا چاہا۔ چنانچہ **فتوحات واقدی فارسی** سے واقعات اخذ کر کے **صولت فاروقی** لکھی، یہ کتاب مطبع محمدی اعظم گڑھ میں طبع ہو چکی ہے جس کے صفحات (۶۵) ہیں

اولہٗ بنام خداوند حی احد الخ

اس دور میں جب اس کتاب کی قدرے اشاعت ہوئی تو مخالفوں کے دل گرمائے۔ اور آصف الدولہ کے دربار میں شکایتیں شروع ہو گئیں حسن رضا خاں اس میں پیش پیش تھے غصہ میں بادشاہ نے بلا بھیجا جب آپ سے جوابات سنے تو خفگی کے بجائے انعام واکرام سے مالا مال کیا پھر مخالفوں نے انھیں ہلاک کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوئے[1]۔

فتنۂ نادرشاہی میں اس کتاب کے بعض اجزاء ضائع ہو گئے۔ غزوۂ حلب تک کا کچھ حصہ **نواب محمد علی خاں** کو دستیاب ہو گیا۔ موصوف کو یہ کتاب بہت پسند آئی اور آپ نے فوراً ہی اس کی تکمیل کی ٹھان لی چنانچہ اس کتاب کو نظم کرانے کے لئے متعدد علماء کی خدمات حاصل کی گئیں اور کتاب کے مختلف حصے مختلف حضرات نے تیار کئے۔

اس طرح خلفاء اربعہ کی پوری فتوحات کو نظم کرایا اور شاندار طریقہ پر کرایا صولت فاروقی چونکہ **شاہنامہ فردوسی** کے طرز پر لکھی گئی تھی لہٰذا اس کا تکملہ یعنی **فتوح الاسلام** مکمل اسی طرز پر نظم کرائی گئی۔ تاج العلماء قلزم علوم مولانا نجف علی صاحب ججری، محقق العلماء مولوی عبدالکریم صاحب عسکری، سلطان الشعراء حکیم سلطان محمد خاں گرامی، مدقق العلماء

---

[1] مقدمہ فتوح الاسلام۔ مخطوطہ

مولوی مفتی نور الحق صاحب جستہ اور مولوی محمد حسن خاں ملیح آبادی وغیرہ نے اس کو نظم کرنے میں خاص حصہ لیا۔

یہ کتاب چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد میں کئی کئی پارے ہیں تفصیل ذیل میں درج ہے۔

جلد اول:۔ یہ جلد تین پاروں پر مشتمل ہے۔

پارۂ اول — کتاب الردت } ہر دو پارے مولانا نجف علی خاں[1] قاضی جھجر کے
پارۂ دوم — فتوح العراق } نظم کردہ ہیں

پارہ سوم — فتوح الروم:۔ یہ پارہ دراصل صولت فاروقی ہی کا حصہ ہے جو مرزا احمد خاں آشوب کا نظم کردہ ہے۔ مولوی عبد الکریم صاحب[2] ٹونکی نے اس حصہ پر نظر ثانی کی اور مولوی عبد الواحد صاحب[3] نے اس میں کافی اضافہ کر دیا۔ مولوی عبد الکریم صاحب نے اس جلد کے ساتھ ایک مفصل مقدمہ مرتب کر کے شائع کیا جس میں رؤسائے ٹونک، فتوح الاسلام کی ترتیب اور اس کے ناظمین کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

جلد دوم:۔ یہ بھی تین پاروں پر مشتمل ہے:۔

---

[1] قاضی عظیم الدین صاحب جھجری کے بیٹے تھے ہندوستان کے مشہور قابل علماء میں سے ہیں نواب محمد علی خاں سے ہمیشہ متعلق رہے علمی قابلیت میں مشہور زمانہ اور مختلف السنہ ولغات میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فنون متعددہ میں پچاس سے زائد تصنیفات کے مالک ہیں۔ بروایت نزہۃ الخواطر سنہ ۱۲۱۹ھ میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ علماء ٹونک مخطوطہ زیر ترتیب)

[2] ملا احمد خاں کے بیٹے نہایت ذکی الطبع عربی، فارسی، اردو کے بڑے منشی اور جلا خطوط کے بڑے خطاط تھے غرض بہت سے علوم سے واقف تھے۔ صاحب تصانیف ہیں۔ سنہ ۱۳۰۰ھ میں انتقال ہوا۔

[3] حاجی کاظم احمد کے بیٹے اور منشی محمد فائق، مصنف انشائے فائق و مخزن الفوائد وغیرہ کے پوتے ہیں۔ شعر و سخن کے نکتہ سنج اور نازک خیال تھے نواب محمد علی خاں نے آپ کو "خسرو سخن" کا خطاب دیا تھا (تذکرہ علماء ٹونک)

پارہ اول فتوح الشام - یہ پارہ مولانا نجف علی خاں کا نظم کردہ ہے اس جلد کے دو مقدمے لکھے گئے - ایک مقدمہ خود مولانا نجف علی خاں نے لکھا اور دوسرا مقدمہ مولانا عبد اللہ خاں[1] صاحب نے لکھ کر شامل کیا ہے ہر دو مقدمات میں بھی اس سلسلہ کی پوری تفصیلات ہیں

پارۂ دوم فتوح المصر - یہ پارہ مولوی محمد حسن خاں[2] ملیح آبادی کا نظم کردہ ہے -

پارۂ سوم فتوح العجم و دیار بکر و ربیعہ وغیرہ - یہ پارہ حکیم سلطان محمود خاں[3] گرامی کا نظم کردہ ہے

جلد سوم :- یہ جلد بھی بلحاظ مضمون دراصل جلد دوم سے متعلق ہے جو حضرت عمرؓ کے زمانہ کی باقی، فتوحات عجم و ایران وغیرہ پر مشتمل ہے اس کے ناظم مولوی احمد علی ہیں -

جلد چہارم :- یہ جلد بھی جلد دوم سے متعلق ہے اس حصہ کو مولوی نور الحق صاحب[4] خستہ نے نظم

---

[1] محمد صدیق خاں بن احمد خاں قبیلہ خیل کے پیرزادہ تھے - اجداد مقام ٹھیکرا ضلع بنو کے رہنے والے تھے مولانا حیدر علی مولوی امام الدین بقیۃ المحدثین شیخ محمد تھانوی وغیرہ سے تلمذ تھا - نواب محمد علی خاں نے آپ کو "مولانا" کا خطاب دیا - نواب صاحب کے انتقال کے بعد آپ بنارس سے ٹونک تشریف لے آئے اور یہاں سرگوایا تشریف لے گئے وہیں ۱۳۲۲ھ میں انتقال ہوا - متعدد تصانیف یادگار ہیں - (تذکرہ علماء ٹونک)

[2] مولوی محمد علی صدر پوری کے بیٹے تھے ہمیشہ نواب محمد علی خاں سے متعلق رہے اور موصوف کی زندگی میں آپ بھی بنارس رہے نواب صاحب کے انتقال کے بعد ریاست ٹونک سے پنشن ہو گئی - اور آپ خانہ نشین ہو گئے

[3] دہلی میں پیدا ہوئے وہیں تربیت پائی گردش زمانہ سے مجبور ہو کر ۳۰ سال کی عمر میں ٹونک تشریف لے آئے اور یہیں سکونت اختیار کی - نواب محمد علی خاں نے قدر افزائی فرمائی - نواب کی طرف سے مسیح الدولہ اعجاز الملک سلطان الشعراء مظفر جنگ کا خطاب ملا تھا - ۱۳۱۲ھ میں انتقال ہوا (تذکرہ علماء ٹونک)

[4] مولوی خیر الدین صاحب شیر کوٹی کے پسر تھے ۱۲۷۳ھ میں ٹونک میں پیدا ہوئے - علوم سے فارغ ہو کر نواب محمد علی خاں سے متعلق رہے - تصنیف و تالیف میں مشغول رہا کرتے تھے - نواب نے مدقق العلماء کا خطاب دیا جس کے آپ صحیح مستحق تھے - نواب کے انتقال کے بعد بنارس سے ٹونک تشریف لے آئے اور عدالت شریعت کے مفتی مقرر ہوئے - ۱۱ دسمبر ۱۹۱۸ء کو ٹونک میں انتقال ہوا - (تذکرہ علماء ٹونک)

کیا ہے

جلد پنجم — یہ جلد فتوحات عثمانیہ پر مشتمل ہے

جلد ششم — یہ جلد فتوحات حیدریہ پر مشتمل ہے

اس مجموعہ میں محاربہ حلب کے بعد کا کچھ حصہ مولوی سید احمد علی شیابؒ کا نظم کردہ ہے۔ فتوح الاسلام کے دو مجموعے (ایک سلسلہ چھ جلدوں میں اور دوسرا سلسلہ آٹھ جلدوں میں) کتب خانہ ٹونک میں قلمی شکل میں محفوظ ہیں۔

ان کے علاوہ تین چار متفرق جلدیں بھی ہیں اکثر حصے مسودات کی شکل میں ہیں جو نواب محمد علی خاں صاحب کے کاتبوں کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں بعض حصے ۱۲۹۴ھ سے ۱۳۰۸ھ تک لکھے گئے بعض حصے اصل مسودات ہیں اس کتاب کا کوئی جزو ابھی تک طبع نہیں ہوا۔

فتوح الاسلام کے علاوہ جن حضرات نے اسلام کی فتوحات کو اردو یا فارسی میں نظم کیا ہے یا ان واقعات کو نثر میں ترتیب دیا ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

حسام الاسلام فی فتوحات سید الانام (منظوم اردو)

اس کتاب کے ناظم سید عبدالرزاق کلامیؒ ہیں اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و فتوحات کو اردو میں نظم کیا گیا ہے یہ کتاب ۱۳۳۲ھ میں مطبع مفید عام آگرہ میں طبع ہو چکی ہے صفحات ۲۴۰ ہیں اس کتاب پر اساتذہ آبرو اور مولانا شبلی نعمانی تک نے اپنی تعریفات اور تاریخیں لکھیں

لہ سید محمد علی (واعظ) رامپوری بیادو مولانا حیدر علی رامپوری ٹونکی کے بیٹے ہیں ۱۲۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۱۶ھ میں ٹونک میں انتقال ہوا۔ خداداد قابلیت و صلاحیت کے مالک تھے کتب سیر و تاریخ کا ہمیشہ سے شوق تھا نواب محمد علی خاں سے ہمیشہ منسلک رہے۔ صاحب تصانیف و تراجم ہیں (تذکرہ)

لہ آپ سید احمد شہید کے بھانجے سید حمید الدین حمیدی کے پوتے ہیں ۱۲۹۵ھ میں ٹونک میں پیدا ہوئے بڑے بزرگ اور دین دار انسان تھے۔ نظم سے بڑا لگاؤ تھا۔ ۱۰ فروری ۱۹۱۶ء م ۱۳۳۴ھ بروز جمعہ ٹونک ہی میں انتقال ہوا متعدد تصانیف آپ کی یادگار ہیں (تذکرہ علمائے ٹونک)

اولہ:- الٰہی تو ہے نامیِ بے کساں الخ

صمصام الاسلام منظوم فتوح الشام (اردو)

مجاہدات الاخیار - اس کا تاریخی نام ہے ۱۳۱۲ھ حافظ عبدالرزاق کلامی اس کے ناظم ہیں۔ فتوح الشام کو اردو میں نظم کیا گیا ہے ۱۳۱۲ھ میں اعظم المطابع جون پور میں طبع ہوئی ۴۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

اولہ:- سرنامہ ہے نام اللہ کا الخ

قمقام الاسلام منظوم فتوح بہنسا (اردو)

سید عبدالرزاق کلامی کی ترتیب ہے۔ ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اعظم المطابع جون پور میں ۱۳۱۲ھ میں طبع ہوئی۔
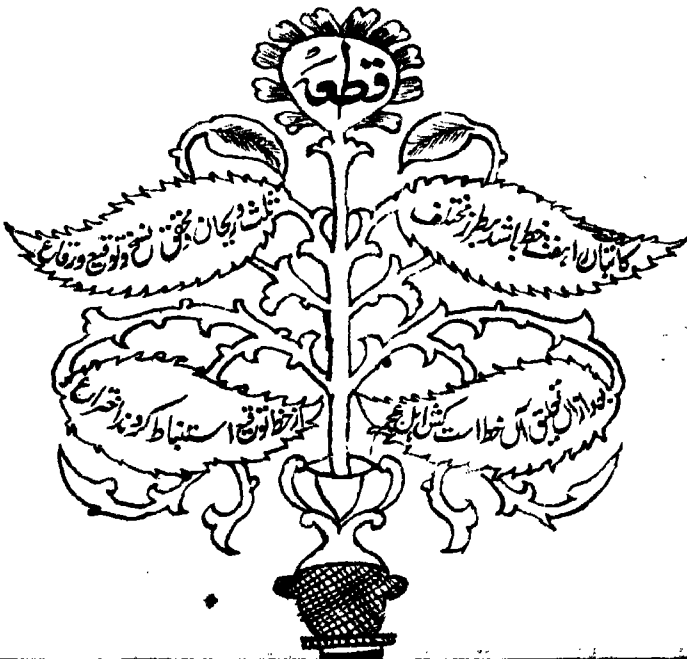
مولوی حکیم محمد عمران خاں صاحب بی، اے۔

قسط دوم

سیر منظوم (فارسی)

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے نہایت ہی خوشخط و مجدول لوح کتاب مطلاّ و مینا کار آسمانی، آخر سے ناقص ہے اسی وجہ سے ناظم کتاب کا پتہ نہیں چلا۔ البتہ آغاز کتاب میں مرتب نے ظاہر کیا ہے کہ نواب محمد علی خاں نے سیرت کی ایک ناقص کتاب برائے تکمیل مجھے دی آپ کے حکم کی تعمیل میں اس کی تکمیل کی اور سیر منظوم اس کا نام رکھا۔ اب تک طبع نہیں ہوئی ہے۔

اولہ:۔ ثنا و ستائش خدا را سزا است ۔ الخ

سیرت احمدی (اردو)

نظم السیر اس کا تاریخی نام ہے مولوی محمد یار خاں[۲] امی اس کے ناظم ہیں۔ صاحبزادہ محمد احمد خاں کے کہنے سے اسے نظم کیا گیا۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول میں سال دوم،

---

[۱] مطبوعہ برہان دہلی ۔ مارچ ۱۹۶۶ء

[۲] مولانا محمد طاہر صاحب کے بیٹے اور مولوی محمد حسین خاں جن کی مسند درس محلہ ہیر ٹونک میں آباد تھی ان کے بڑے بھائی تھے۔ بڑے بزرگ اور رؤسا ٹونک کی نظر میں بہت معزز و محترم تھے۔ اُمّی تخلص فرماتے تھے ٹونک میں انتقال ہوا۔ چند تصانیف یادگار ہیں (تذکرہ علماء ٹونک)

ہجری تک کے حالات ہیں اور جلد دوم میں تیسرے سال کے واقعات شروع ہوئے ہیں اب تک طبع نہیں ہوئی۔

اولہ:۔ کروں حمد کیا تیری یا ذا الجلال ۔ الخ

نبی نامہ (منظوم فارسی) (حملۂ حیدری)

اس کتاب کا دفتر دوم و سوم کسی صاحب کا نظم کردہ تھا۔ اس کا دفتر اول نواب محمد علی خاں نے سید جلال شاہ صاحب لکھنوی سے نظم کرا کے یہ کتاب مکمل کرائی اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ بھی کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے جس کے کاتب مولوی عبداللہ صاحب پنجابی ٹونکی ہیں۔ اور ربیع الاول سنہ ۱۲۵۳ھ کا لکھا ہوا ہے سنہ ۱۳۰۰ھ میں نواب محمد علی خاں نے مطبع مفید عام آگرہ میں یہ کتاب طبع کرائی جو تین جلدوں پر مشتمل ہے

اولہ:۔ سپاسے کہ مرأت صدق و صفا است ۔ الخ

جنگ نامہ (منظوم فارسی)

اس کتاب کے ناظم آصف ہیں اور بزمانۂ شاہ عالم یہ کتاب نظم کی گئی جو حضور کے غزوات اور حضرت عمرؓ کے زمانہ تک کی فتوحات پر مشتمل ہے۔ نواب محمد علی خاں صاحب نے ۱۲۹۹ھ میں مطبع مفید عام آگرہ میں یہ کتاب طبع کرائی اس کا ایک قلمی نسخہ بھی کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے۔

اولہ:۔ خدایا۔ دلم با خرد یار کن ۔ الخ

علی نامہ (منظوم اردو) (ذوالفقار علی)

اس کے ناظم مولوی ابوالحسن صدیقی نانوتوی ہیں موصوف نے ابتدائی خلیفہ اول و دوم کی فتوحات کو فارسی میں نظم کیا تھا جس کا نام "شمشیر اسلام" عرف "حرب نامہ" تھا اس میں ساڑھے تین ہزار اشعار تھے۔ پھر نواب محمد علی خاں کے فرمانے سے موصوف نے خلیفۂ سوم کی فتوحات کو

فارسی میں نظم کرنا شروع کیا لیکن اس کی تکمیل سے قبل حضرت علی کی خلافت کے حالات اردو میں نظم کرکے یہ کتاب تیار کی جو مطبع اختر ہند میں طبع ہو چکی ہے اور ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

اولہٗ :- قلم نے جو تحریر کی ابتدار — الخ

معراج نامہ (منظوم اردو)

اس کے ناظم عبداللطیف داروغہ ساکن محلہ قافلہ ٹونک ہیں جو نواب محمد علی خاں کے داروغہ تھے رضوان تخلص تھا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے۔

اولہٗ :- اے خداوند دو عالم ذا الجلال الخ

مناقب الابرار (منظوم فارسی)

چند قصائد کا مجموعہ ہے جو سید احمد علی سیماب نے خلفار اربعہ و ائمہ کی مدح میں لکھے ہیں ۱۳۱۴ھ میں یہ کتاب مطبع مفید عام آگرہ میں طبع ہوئی ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

اولہٗ :- لالہ گوں عشاق را اشک کہ در چشم تر است الخ

محاربات الابرار مع الملاحدۃ والاشرار

فتوحات واقدی کا فارسی ترجمہ ہے مولوی احمد علی سیماب اس کے مترجم ہیں جو فتوح الاسلام کی ترتیب میں بھی شریک تھے اس سلسلہ میں فتوحات واقدی کا اردو ترجمہ شروع کیا اس کی تکمیل سے قبل یہ فارسی ترجمہ لکھ ڈالا۔ مترجم کا اصل مسودہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے۔ اس ترجمہ کا ابتدائی حصہ آپ نے واقعہ یرموک تک تیار کیا تھا کہ مصروف ہو گئے مشاغل نے مزید کام کا موقع نہیں دیا۔ ۱۳۰۹ھ میں ثانیاً آپ نے اس کی تکمیل کی کتب خانہ ٹونک میں اس ترجمہ کا جس قدر حصہ محفوظ ہے وہ ابتدار فتوح شام سے "ذکر نزول کردن" .... تک ہے یہ ترجمہ ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔

شوکت الاسلام (اردو)

فتوحات واقدی کا اردو ترجمہ ہے مترجم مولوی سید احمد علی سیماب ہیں یہ ترجمہ تین دفتروں پر مشتمل ہے حصہ اول میں غزوات النبیؐ ہیں۔ یہ حصہ معارک الاسود مع الاعلام والحسود کے نام سے موسوم ہے اور ۱۳۰۸ھ میں مطبع نظامی کانپور میں طبع ہو چکا ہے ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ فتوحات شام پر مشتمل ہے اس کا نام نصب الاعلام فی فتوحات الشام ہے۔ تیسرے حصہ میں عجم و عراق کی فتوحات ہیں اور اس کا نام ترتیب البراق فی فتوح المصر والعراق ہے یہ دونوں حصے بھی مطبع نظامی میں اسی دور میں طبع ہو چکے ہیں حصہ دوم کے صفحات ۲۸۲ ہیں اور حصہ سوم ۲۰۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

شوکتِ صدیقی (فارسی)

اس کے مرتب مولانا نجف علی خان جھجری ہیں موصوف نے نواب محمد علی خان کے فرمانے سے کتاب الردت کو جو فتوح الاسلام کا ایک حصہ ہے نظم کیا تھا یہی حصہ آپ نے نثر میں ترتیب دیا اور اس کا نام شوکت صدیقی رکھا اس کتاب کا اصل مسودہ مرتب کے قلم کا لکھا ہوا کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے

اولہٗ:- الحمد للہ الذی خلق کل شیئ فھدیٰ الخ

سیرتِ مرتضوی (فارسی)

مولانا نجف علی خاں کا مرتبہ ہے حضرت علیؓ کے واقعات کو اس کتاب میں نثر میں ترتیب دیا گیا ہے۔ سیرت مرتضوی اور ھدیۂ محمدیہ کے نام سے موسوم ہے اس کتاب کا قلمی نسخہ ٹونک کے کتب خانہ میں محفوظ ہے جو ۲۱ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ کو کاتب محمد زمان بن محمد امان نے لکھا۔

اولہٗ:- الحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام الخ

امیر السیر فی سیر خیر البشر (عربی)

مولوی بہادر علی دہلوی شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحبؒ المتوفی ۱۲۳۹ھ اس کے مرتب ہیں۔ نواب میر خاں والیٔ ٹونک کی مناسبت سے اس کا نام امیر السیر رکھا۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے جس کے کاتب مصنف کے شاگرد مولوی عبدالمجید صاحب ٹونکی داماد نواب وزیر الدولہ ہیں۔ ۸ شوال ۱۲۵۱ھ تاریخ کتابت ہے اس نسخہ کے آخر میں مصنف کی تصدیقی عبارت، دستخط اور مہر ثبت ہیں نسخہ بہت اچھا ہے یہ کتاب اب تک طبع نہیں ہوئی ہے

اولہٗ:- الحمد للہ الذی انزل علی افضل البشر الخ

اخبار الابرار (ملقب بہ ھدیۂ امیریہ فارسی)

اس کتاب کے مرتب مولوی محمد عبدالسلام بن محمد عطاء الحق بن محمد معروف بہ اصغر، بن حافظ عبدالجلیل ہاشمی عباسی بدایونی ہیں۔ جو نواب احمد علی خاں والیٔ رامپور کی طرف سے بلاسپور کے قاضی رہے ہیں اور ۱۲۲۵ھ میں اس سے سبکدوش ہوئے۔

یہ کتاب تین طبقوں پر مرتب ہے۔ طبقۂ اول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔ طبقۂ دوم میں خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین کے مختصر حالات ہیں طبقہ سوم میں مصنف کے اصحاب صوفیاء کا ذکر ہے خاتمہ میں مصنف نے مختصراً اپنا نسب اور مختصر حال بھی بیان کیا ہے۔

اس کتاب کا نام ابتداءً اخبار الابرار رکھا گیا تھا۔ لیکن جب اسے نواب میر خاں کے نام پر معنون کیا گیا تو ھدیۂ امیریہ اس کو لقب دیا گیا۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے جو ۹ رجب ۱۲۱۲ھ کا مکتوبہ ہے کتاب کے اول میں مصنف کے قلم کی کچھ عبارت بھی درج ہے جس پر مصنف کے دستخط ہو رہے ہیں۔

قرۃ العیون شرح سرور المحزون فی ترجمہ نور العیون (اردو)

نور العیون فی تلخیص سیر الامین المامون عربی، ابن سید الناس کی مصنفہ ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کا فارسی ترجمہ کیا تھا۔ اور اس کا نام سرور المحزون فی ترجمہ نور العیون رکھا تھا نواب محمد علی خاں نے سرور المحزون کی ایک مفصل اردو شرح ترتیب دینا چاہی اور زمانۂ ولیعہدی سے اس کی ترتیب شروع کر دی چنانچہ کافی ضخیم شرح تیار ہو گئی

اس کتاب کی دو جلدیں جو دس حصوں پر مشتمل ہیں بتفصیل ذیل طبع ہو چکیں کتاب کا باقی حصہ جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور غیر مرتب حالت میں ہے کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے اس میں وہ جلدیں بھی شامل ہیں جو نواب محمد علی خاں نے دیگر علماء سے بطور تتمہ تصنیف کرائیں جن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے حالات ہیں جو حصہ طبع ہو چکا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

جلد اول:۔ یہ جلد چھ حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول ابتداءً مطبع محمدی ٹونک میں بحکم نواب ابراہیم علی خاں طبع ہوا تھا پھر ہر شش حصص ۱۲۹۶ھ مطبع علوی لکھنؤ میں طبع ہوئے۔ حصۂ اول و پنجم و ششم مطبع مفید عام آگرہ میں بھی طبع ہوئے ہیں۔

جلد دوم:۔ یہ جلد چار حصوں پر مشتمل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر سماع اموات تک اس جلد میں بیان ہے اس کے بعد کا حصہ غیر مطبوعہ ہے۔ اس جلد کا حصۂ اول و دوم ۱۳۵۵ھ میں، حصۂ سوم ۱۳۵۶ھ میں، اور حصۂ چہارم ۱۳۵۷ھ میں نواب سعادت علی خاں والیٔ ٹونک کے حکم سے سعادت پریس ٹونک میں طبع ہوئے۔

کحل العیون شرح قرۃ العیون (اردو)

قرۃ العیون کی تصنیف کے بعد نواب محمد علی خاں نے اس کی یہ شرح، ترتیب دینا چاہی لیکن صرف تین جلدیں مرتب ہو سکیں جن کے سودات کتب خانہ ٹونک

میں محفوظ ہیں۔ یہ مسودات ۱۲۹۵ھ کے مکتوبہ ہیں اس کتاب کی جلد ثالث نواب محمد علی خاں نے مولوی سید عبداللہ شاہ صاحب سے تصنیف کرائی۔

کتب سیر کی اس ترتیب کے سلسلہ میں بعض حضرات نے "سرور المحزون" کو فارسی و اردو میں نظم کرنا چاہا مولوی سید محمد علی صاحب نے اسے فارسی میں نظم کیا اور سید عبدالرزاق کلامی نے اسے اردو میں نظم کیا۔ ہر دو کی تفصیل یہ ہے۔

جلاء العیون نظم سرور المحزون (منظوم فارسی)

مولوی سید محمد علی[1] صاحب اس کے مرتب ہیں۔ مولوی عبداللہ[2] صاحب پنجابی ٹونکی نے فارسی ہی میں اس کا ایک حاشیہ بھی لکھا ہے یہ منظومہ مع حاشیہ ۱۲۹۲ھ میں مطبع علوی لکھنؤ میں طبع جس کے صفحات ۱۵۰ ہیں۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ بھی ٹونک کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ جو ۱۲۹۳ھ کا مکتوبہ ہے۔

اولہٗ :۔ حمد خداوند جان آفریں الخ

اول حاشیہ :۔ ابتدا کرد بہ بسم اللہ الخ

گوہر مخزون نظم سرور المحزون (منظوم اردو)

(۲) اس کے ناظم سید عبدالرزاق کلامی ہیں یہ کتاب ۱۳۱۹ھ میں مطبع مفید عام آگرہ میں طبع ہوئی۔ صفحات ۱۵۴ ہیں۔ اس کے آخر میں آپ کی نعتیہ غزلیں مخمس وغیرہ بھی شامل ہیں اور ایک منظوم رسالہ بھی ہے جس میں مرشد کی شناخت بیان کرکے اپنے شیخ اور شیخ الشیخ کے کچھ حالات لکھے گئے ہیں۔

---

[1] سید علی السبحان کے بیٹے اور سید احمد شہیدؒ کے خواہر زادے تھے "مخزن احمدی" کے مصنف ہیں۔ نہایت عابد و زاہد اور قانع مزاج تھے سادہ اور فقیرانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے ۱۲۹۶ھ میں ٹونک ہی میں انتقال ہوا۔

[2] فتوح الاسلام کا ایک مقدمہ آپ ہی نے ترتیب دیا ہے۔

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کی ایک کڑی حلیۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی ہے اس دور کے حضرات نے اس طرف بھی پوری توجہ کی اور نظم و نثر میں متعدد حلیئے مفصل و مختصر تیار ہوئے جن کی تفصیل ذیل میں بیان کی جارہی ہے۔

اللآلی المضیئۃ فی حلیۃ خیر البریہ (فارسی)

یہ کتاب نواب محمد علی خاں نے اپنے پسر صاحبزادہ عبدالوہاب خاں صاحب سے ترتیب دلائی۔ اپنے موضوع پر نہایت مفصل کتاب ہے۔ دو بابوں پر مرتب ہے اس کتاب کا قلمی نسخہ ٹونک کے کتب خانے میں محفوظ ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے پھر بھی آخر سے ناقص ہے ابتدا و کتاب میں کتاب کی جو مختصر فہرست شامل ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نسخہ میں باب دوم کی چار فصلیں اور ایک خاتمہ آخر سے ناقص ہے ابتدائی تین جلدوں میں باب اول ختم ہو جاتا ہے باقی دو جلدوں میں باب دوم ہے یہ کتاب اب تک طبع نہیں ہوئی ہے

الدر المضیئۃ فی حلیۃ خیر البریہ (منظوم اردو)

صاحبزادہ عبدالکریم خاں ٹونکی تخلص بہ شمیم اس کے ناظم ہیں تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اودھ پریس لکھنؤ میں طبع ہو چکی ہے اس کا قلمی نسخہ بھی کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے۔

اولہٗ:۔ لائق حمد ہے وہ رب جلیل الخ

حلیہ شریف (منظوم اردو)

اس کے مرتب صاحبزادہ عبدالکبیر خاں ہیں۔ آپ صاحبزادہ محمد منیر خاں کے بیٹے اور نواب وزیر الدولہ کے نواسے ہے نظم بطور مسدس تیار ہوئی اور بعد ترتیب نواب محمد علی خاں کو پیش کی گئی اصل نسخہ ناظم کے قلم کا لکھا ہوا کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے۔

اولہٗ:۔ متاع دین و ایمان یعنی ذکر حلیۂ اقدس الخ

حلیۂ مبارکہ (منظوم عربی، مترجم)

مولوی محمد حسن ملیح آبادی کا مرتبہ ہے۔ بین السطور اردو ترجمہ بھی شامل کیا تھا اور نواب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہ منظومہ ۱۲۹۱ھ میں اودھ پریس لکھنؤ میں طبع ہوا۔ ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

اولہٗ:۔ احمد اللہ عالی الذات الخ

حلیہ شریف (منظوم اردو)

سید عبدالرزاق کلامی مرتب ہیں موصوف نے نواب محمد علی خاں کے فرمانے سے سراپا فارسی مصنفہ مولوی مشتاق احمد صاحب کو اردو میں نظم کیا ہے۔ ۱۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۲۹۱ھ میں اودھ پریس لکھنؤ میں طبع ہوا۔ قلمی نسخہ بھی کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے۔

اولہٗ:۔ لکھ اے خامہ حمد وثنائے محمد الخ

"سلک نور" فی حلیۃ النبی (منظوم)

یہ کتاب بھی ٹونک ہی کے کسی صاحب کی نظم کردہ معلوم ہوتی ہے اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے۔ جس کے کاتب عظیم الدین ہیں۔ آخر میں ایک مہر "اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" ۱۲۲۲ ثبت ہے۔

سیرت کے اسی سلسلہ کی باقی چند کتابوں کا ذکر بھی ذیل میں کیا جا رہا ہے

تذکرہ شق القمر (فارسی)

مولانا نجف علی خاں جھجری کی مصنفہ ہے۔ موصوف نے ۱۲۹۴ھ ہجری میں نواب محمد علی خاں صاحب کے فرمانے سے تصنیف کی مطبع حسینیہ بنارس میں طبع ہوئی۔ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

اولہٗ:۔ اللّٰھم یا من خلق سبع سمٰوٰت الخ

السیف الماضی لقطع القول لمنکر انشقاق القمر فی الماضی

یہ کتاب بھی نواب محمد علی خاں کے فرمانے سے تصنیف ہوئی مولوی عبداللہ صاحب پنجابی ٹونکی جن کی کچھ تصانیف سابق میں گزر چکی ہیں اس کے مرتب ہیں۔ اس کتاب میں مسئلۂ شق القمر کی تحقیق کی گئی ہے۔ اور اس سلسلہ میں جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع حسینیہ بنارس میں طبع ہوئی۔

شق القمر لمعجزۃ سید البشر (اردو)

اس رسالہ کے مرتب حافظ مولوی عبداللہ بن فتح محمد بن شیخ الحاج رمضان علی مدرس مدرسہ حدیثیہ کلکتہ ہیں موصوف نے یہ رسالہ تصنیف کر کے نواب محمد علی خاں کو ہدیۃً پیش کیا۔ اصل نسخہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے۔ جس کے آخر میں متعدد علماء کی تقریظات بھی شامل ہیں۔

اولہ:۔ الحمد للہ الذی قال اقتربت الساعۃ الخ

المرتجی بالقبول خدمۃ قدم الرسول (عربی)

مولوی عبدالمجید خاں[1] داماد نواب وزیر الدولہ کے مرتب ہیں یہ رسالہ موصوف نے نعل مبارک اور قدم مبارک کی تحقیق میں ۱۲۶۱ھ میں مکہ معظمہ میں تصنیف کیا۔ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے ۱۲۱۵ھ میں مطبع علوی لکھنؤ میں طبع ہوا۔

اولہ:۔ نحمدک اللھم علی ان جعلتنا من امتہ الخ

---

[1] ابوالمیز رضی الدین مولوی عبدالمجید خاں بن غلام نبی خاں بن تاج محمود ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ مولوی بہادر علی دہلوی ٹونکی کے خاص شاگرد تھے صاحب علم اور قابل افراد میں سے تھے اسی وجہ سے نواب وزیر الدولہ نے اپنی بیٹی سے آپ کی شادی کر دی تصنیف و تالیف کی بڑی صلاحیت تھی۔ متعدد کتب و رسائل آپ کے مصنفہ یادگار ہیں۔

(تذکرہ علماء ٹونک [illegible])

القول السدید فی ثبوت استبراک نعل سید الاحرار والعبید (فارسی)

یہ رسالہ بھی مولوی عبدالمجید خاں کا مرتبہ ہے ۱۲۸۹ھ میں مطبع نظامی کانپور میں طبع ہوا۔

صفحات ۱۶ ہیں

اولہ:- الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا رسول اللہ الخ

ترجمۃ الادب اللؤلوی فی شرف النسب النبوی (فارسی)

اصل کتاب جلال الدین السیوطیؒ کی تصنیف ہے نواب محمد علی خاں نے اپنے درباری علماء میں سے کسی سے اس کا فارسی ترجمہ کرایا۔ جو ٹونک کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ تاریخ کتابت ہے۔ نواب صاحب کے کاتب محبوب علی نے مترجم کے اصل مسودہ سے نقل کیا۔

یہ اور اس طرح کی متعدد تصانیف ہیں جو اس دور میں تصنیف ہوئیں کچھ طبع ہوئیں اور کچھ طباعت سے محروم رہیں بعض کتابیں بدقسمتی سے مسودات ہی کی شکل میں رہیں اور ان کے مبیضہ کی نوبت بھی نہیں آئی۔

اس مضمون میں چونکہ ان مساعی کا ذکر کیا گیا ہے جو نواب محمد علی خاں نے سیرت کے سلسلہ میں کیں اس لئے اس مضمون کے اختتام پر چند اہم شروح و تراجم کا ذکر کر دینا بھی خالی از فائدہ نہیں جو نواب نے اپنے دور کے علماء سے تصنیف کرائے اور ان کے شائع ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ اور اصل مسودات کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہیں۔

(۱) ایضاح المجتبیٰ ترجمہ نسائی (فارسی)

مترجم مولوی محمد حسن نانوتوی ہیں۔ آپ نے ۱۳۰۳ھ میں نواب محمد علی خاں کے فرمانے سے یہ ترجمہ کیا۔ اصل مسودہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے طبع نہیں ہوا۔

(۲) ضبط مشکل ابن ماجہ (فارسی)

سنن ابن ماجہ کا فارسی ترجمہ ہے۔ اور مولوی محمد حسن صاحب نانوتوی کا مترجمہ ہے

"ضبط مشکل ابن ماجہ" تاریخی مادہ ہے ۱۲۸۴ھ اصل نسخہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے طبع نہیں ہوا۔

(۳) ترجمہ سنن ابی داؤد (فارسی)

مولوی عبداللہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ نے بحکم نواب محمد علی خاں یہ ترجمہ کیا - اصل ترجمہ ٹونک کے کتب خانہ میں محفوظ ہے لیکن ناقص ہے طبع نہیں ہوا۔

(۴) مقصد الوفود ترجمہ و شرح ابی داؤد (فارسی)

نواب محمد علی خاں نے مولوی سید عباس علی جونپوری برادر زادہ حکیم انور علی لکھنوی اور مولوی حافظ عبداللہ کلکتی بن فتح محمد بن شیخ الحاج رمضان علی مدرس مدرسہ حدیثیہ کلکتہ سے یہ ترجمہ اور شرح تصنیف کرائی - نواب کے انتقال کر جانے کی وجہ سے یہ کتاب ناقص رہی اس کا مسودہ غیر مرتب حالت میں کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے۔

(۵) ترجمہ جامع صغیر (اردو)

مولوی عبدالقیوم صاحب بڑھانوی مترجم ہیں - یہ ترجمہ آپ نے نواب محمد علی خاں کو بغرض طباعت بھیجا تھا - نواب نے ترجمہ مفید عام بنانے کی غرض سے ابتداءً مولوی محمد حنیف آروی اور مولوی علی اکرم آروی کو دیا کہ اس کی اصلاح کریں اور حسب ضرورت مفید شرح کا اضافہ کریں[1] لیکن اس کی تکمیل نہیں ہو سکی - اس لئے نواب نے یہ خدمت مولوی عبدالرحمٰن صاحب ٹونکی[2] کے سپرد کی آپ نے اس شرح کو مکمل کیا - جو درج ذیل ہے - مولوی عبدالقیوم صاحب کا اصل مسودہ بھی کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے[3]

(۶) شرح جامع صغیر (اردو)

یہ وہی شرح ہے جو مولوی عبدالرحمٰن ٹونکی نے مولوی عبدالقیوم صاحب کے ترجمہ کی اصلاح

---

[1] عظیم آباد کے رہنے والے تھے - بزمانہ نواب وزیرالدولہ ٹونک تشریف لائے اور ہمیشہ یہیں زندگی گزاری فاضل روزگار تھے - علامۃ الہند حکیم برکات احمد صاحب کے خسر ہوتے تھے - بمرض سرسام بنارس میں انتقال ہوا اور ٹونک کے قبرستان میں دفن ہوئے - مولوی احمد مجتبیٰ صاحب مفتی آپ کے پسر تھے (تذکرہ علماء ٹونک)

[3] یہ مسودات بھی [illegible] میں محفوظ ہیں - ایڈیٹر

کرکے بحکم نواب محمد علی خاں ترتیب دی تھی۔ ترجمہ از سر نو ترتیب دیا گیا ہے اور فوائد کے ذریعہ ہر حدیث کی تشریح کی گئی ہے۔ اس طرح یہ شرح پانچ جلدوں میں مرتب ہوئی اس شرح کا ایک نسخہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے۔ جس کے کاتب محمد علی اکرم بن محمد علی احسن ہیں ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ تاریخ کتابت ہے۔

حاشیہ المحمدیہ علی النسائی (عربی)

ہندوستان کے مشہور و متبحر عالم شیخ محمد تھانوی حنفی ہیں یہ حاشیہ اگرچہ ۱۲۴۳ھ کا مصنفہ ہے۔ لیکن بعد میں آپ نے اس پر نظر ثانی کی اور نواب محمد علی خاں کے نام کا خطبہ اس میں شامل کیا۔ اس حاشیہ کا ایک ناقص نسخہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے۔

بحر العلم شرح عین العلم (اردو)

شارح مولوی سید محمد شاہ محدث رامپوری المتوفی ۱۳۳۸ھ ہیں۔ ۱۲۹۶ھ میں نواب کے فرمانے سے یہ شرح آپ نے لکھی۔ جو ۱۳۰۶ھ میں بحکم نواب صاحب طبع بھی ہو چکی ہے۔ مقدمۂ کتاب میں شارح لکھتے ہیں کہ عین العلم کا ترجمہ مع شرح بعض فضلاء نے پہلے کیا تھا۔ لیکن وہ صاحب افغانستان کے تھے اس لئے اردو محاورات کا لحاظ نہ کر سکے۔ اسی لئے آپ نے یہ ترجمہ اور شرح ترتیب دی۔ کتب خانہ ٹونک میں اس شرح کا جو قلمی نسخہ ہے اس کے حاشیہ پر لفظ "بعض فضلاء" پر اس دور کا یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ اس سے مراد مولوی دوست محمد صاحب کابلی ناظم عدالت شریعت ٹونک ہیں۔ اور یہ قرین قیاس بھی ہے۔

ضیاء البصائر ترجمۃ الاشباہ والنظائر (فارسی)

مترجم قاضی نقیب اللہ ولایتی ہیں۔ جو نواب محمد علی خاں سے متعلق رہے یہ ترجمہ بھی آپ نے نواب کے فرمانے سے کیا اور خطبہ بھی نواب کے نام کا لکھا ترجمہ کے ساتھ مقدمے کی شرح بھی

ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے جس پر ۸ محرم ۱۳۰۱ھ تاریخ کتابت درج ہے۔

قاضی نقیب اللہ ولایتی نے رسالہ اصول فقہ مصنفہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی شرح بھی نواب کے فرمانے سے عربی میں کی ہے جس کا نام "مفتاح المشکلات فی الدلائل والفرعیات" ہے اسی طرح فن فرائض میں ایک رسالہ نواب کے کہنے سے شمع الفرائض کے نام سے عربی میں تصنیف کیا ہے۔ ہر دو قلمی نسخے کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہیں۔ شمع الفرائض کا نسخہ اصل مسودہ معلوم ہوتا ہے۔

ان کے علاوہ بیسیوں رسائل، تراجم، شروح اور کتب ہیں جو نواب کی تحریک پر تصنیف ہوئیں اور بیسیوں ہی کتابیں ایسی ہیں جن کی طباعت کا سہرا نواب کے سر رہا جن کی اشاعت کر کے موصوف نے دین کی وہ خدمت کی ہے جو ازل سے آپ کے لئے مقدر تھی۔

خداوند برتر و بالا آپ کی مساعی قبول فرمائے اور یوم آخر بھی آپ کے مدارج و مراتب میں بلندی عطا فرمائے! آمین

منظور کردہ

آل انڈیا کانفرنس انجمن اساتذۂ اردو جامعاتِ ہند

منعقدہ ۲۴، ۲۵، ۲۶ ر دسمبر ۱۹۷۰ء بمقام ٹونک

انجمن اساتذۂ اردو جامعات ہند کا یہ جلسہ حکومت راجستھان کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ اس نے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کر کے علم ادب اور تحقیق کے واسطے راستے ہموار کر دیئے۔ اور ان نوادرات کو جن کو حوادثات زمانہ کے باعث برباد ہو جانے کا خطرہ تھا ان کو محفوظ کر دیا۔

ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی حکومت کا تعاون رہے گا۔ اس سلسلہ میں حکومت راجستھان کو چند امور کی طرف توجہ دلائی جائے تاکہ اردو فارسی ادب راجستھان میں ترقی کے منازل طے کر سکے۔

(۱) انجمن کے اراکین حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ سنہری کوٹھی چبوترے والی اور نگین کوٹھی کو خرید کر انسٹی ٹیوٹ کے لئے وقف کر دیا جائے تاکہ سنہری کوٹھی میں مخطوطات کی نمائش اور حفاظت کا، چبوترے والی کوٹھی میں انسٹی ٹیوٹ اور لائبریری کا اور نگین کوٹھی میں ہاسٹل اور انسٹی ٹیوٹ کے مہمان خانہ کا قیام عمل میں آسکے۔

(۲) اس وقت انسٹی ٹیوٹ چبوترے والی کوٹھی میں ہے مگر یہ عمارت ناکافی ہے اس لئے حکومت سے درخواست ہے کہ اس کی توسیع کی جائے۔

(۳) اس انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام ایسے شعبوں کا قیام عمل میں آنا چاہیئے جو کام کو آگے بڑھا سکیں۔ مثلاً تصنیف و تالیف اور ان کی اشاعت کا شعبہ، مائکروفلم کی تیاری اور پڑھنے کا شعبہ، جلد بندی کے لئے

مستقل اہتمام، اور ان کے لئے مشینوں کی خریداری کا انتظام کیا جائے

(۴) حکومت راجستھان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ لوگ جو ذاتی کتب خانہ فروخت کرنا چاہتے ہیں ان کی خریداری کے لئے گرانٹ دی جائے نیز مخطوطات کی خریداری کے لئے ایک علیحدہ مستقل گرانٹ دی جائے۔

(۵) راجستھان میں فرامین، دستاویز، اور مخطوطات کا جو ذخیرہ بکھرا ہوا ہے ان کو ٹونک میں لاکر یک جا کر دیا جائے۔

(۶) ایک ایسی لائبریری کا قیام عمل میں لایا جائے جو صرف مخطوطات کے لئے مخصوص ہو اور ملک کے مختلف حصوں سے مخطوطات کے فوٹو اسٹیٹ اور مائکرو فلم جمع کئے جائیں۔

(۷) مخطوطات شناسی اور خوشنویسی کا ایک تعلیمی شعبہ قائم کیا جائے اور اس کے لئے وظائف اور سند کا انتظام کیا جائے۔

(۸) اہم مخطوطات کی تدوین کے لئے فیلوشپ، اسکالرشپ اور معاوضہ کا انتظام کیا جائے۔

(۹) راجستھان پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے فیلوشپ اور اسکالرشپ کا انتظام کیا جائے۔

(۱۰) ان تمام کاموں کے لئے اسٹاف اور روپے کی ضرورت ہے اس کا انتظام کیا جائے۔

آٹھویں سالانہ کانفرنس آل انڈیا اساتذہ اردو جامعات ہند کی یہ تجویز بڑی جامع اور اہم تجویز ہے۔ توقع ہے کہ ہمارے صوبہ کی حکومت اپنی دلچسپی اور سابقہ روایت کے پیش نظر اس تجویز کو ضرور منظور کرے گی اور اس کی روشنی میں اس عربک فارسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان کی ترقی و تحفظ کے لئے اسکیم بنائے گی اور بجٹ منظور کرے گی۔

اس تجویز میں منجملہ دوسرے اہم امور کے اس ادارے کے تحت خوشنویسی کے تعلیمی شعبہ کے قیام کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔

یہ مطالبہ صرف یہ کہ بہت اہم معقول اور مفید مطالبہ ہے بلکہ فوری اور پوری توجہ کا متقاضی ہے کیونکہ فن خوشنویسی نہ صرف اس اعتبار سے ایک لطیف فن ہے کہ اس سے عربی، فارسی، اردو اور دوسری زبانوں کے رسم الخط میں حسن و کشش اور جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی یہ ایک اہم فن ہے کہ اقتصادی اور معاشی بڑے فائدے بھی اس سے حاصل کئے جا سکتے ہیں اور یہ لطیف فن معاش کا بھی ایک اچھا ذریعہ بن سکتا ہے۔

ٹونک، راجستھان میں اپنی علمی، ادبی اور ثقافتی خصوصیات کے اعتبار سے جہاں دوسرے علوم و فنون میں ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے وہاں فن **خوشنویسی** میں بھی اس کو ہمیشہ سے ایک خاص امتیاز حاصل رہا ہے۔

یہاں ہر دور میں اس فن کے ماہر کثیر تعداد میں رہے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ یہاں مشرقی علوم و فنون کا ہر عالم فن خوشنویسی کا ماہر ہوتا تھا۔ پورا شہر خوشخط خطاطوں اور ماہر فن خوشنویسوں سے ہمیشہ بھرا رہا ہے۔

انقلاب حالات، زمانہ کی ناقدر شناسی اور دوسرے معاشی و اقتصادی حالات کے باعث دوسرے علوم و فنون کی طرح یہ فن بھی گزشتہ ۲۰۔۲۵ سال سے رُو بہ زوال ہے جس کی وجہ سے یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ مستقبل قریب میں یہ فن بالکلیہ طور پر یہاں ختم ہو جائے اور آئندہ نسلیں اس سے بالکل ناآشنا رہیں

اس لئے بڑی ضرورت ہے کہ اس فن کی بقاء اور احیاء کے لئے منظم طور پر اقدامات کئے جائیں۔ اور اجتماعی طور پر فن خطاطی و کتابت کو زندہ رکھنے کے لئے باقاعدہ ٹریننگ سنیٹر قائم کیا جائے اور اس سنیٹر کیلئے معقول معاوضہ پر ماہر فن اساتذہ کی خدمات حاصل کی جائیں۔ اور یہ سارے کام اسی وقت انجام پذیر ہو سکتے ہیں کہ اس ادارہ کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہو۔
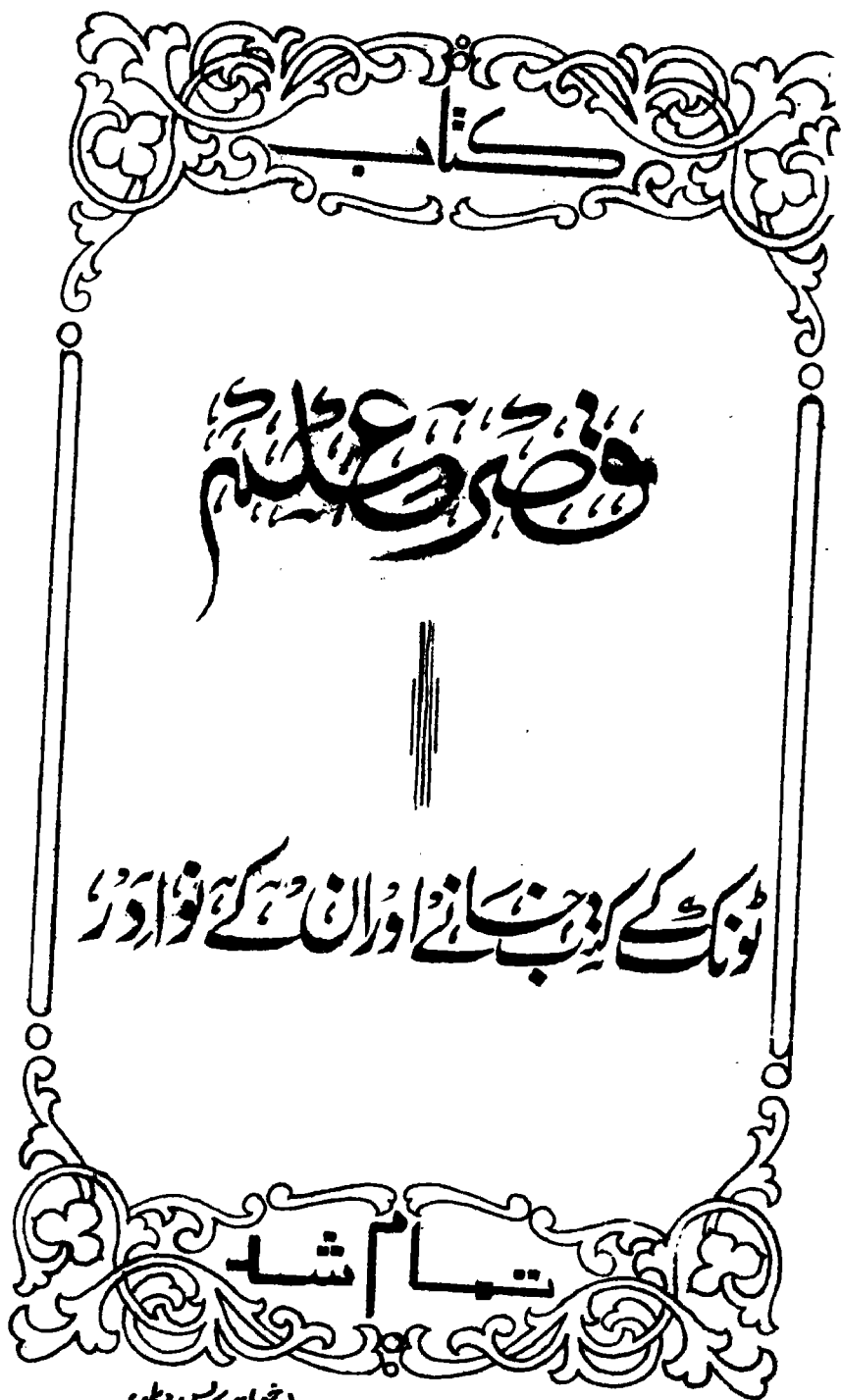
(خواجہ پریس دہلی)

حکیم محمود احمد صاحب برکاتی

کتب خانہ وزیر الدولہ ٹونک کے چند نوادر

یادش بخیر! ٹونک غیر منقسم ہند کی سولہ مسلم ریاستوں میں اپنی بعض خصوصیات کی بنا پر ایک ممتاز مقام کی مالک ریاست تھی۔ اس کے بانی مشہور مجاہد حریت امیر الدولہ نواب محمد امیر خاں (م ۱۸۳۴ء م ۱۲۵۰ھ) تھے۔ ان کے بعد علی الترتیب، وزیر الدولہ نواب محمد وزیر خاں (م ۱۲۸۱ھ م ۱۸۶۴ء)۔ امین الدولہ نواب محمد علی خاں (عزل ۱۲۸۴ھ م ۱۸۶۷ء) نواب محمد ابراہیم علی خاں (م ۱۳۴۹ھ م ۱۹۳۱ء) مولوی حافظ قاری نواب محمد سعادت علی خاں (م ۱۳۶۶ھ م ۱۹۴۷ء) نواب محمد فاروق علی خاں (م ۱۳۶۹ھ م ۱۹۴۸ء) اور نواب محمد اسمٰعیل علی خاں بالترتیب مسند نشیں ہوتے رہے۔ ۱۸۱۷ء میں ریاست کا قیام عمل میں آیا تھا اور ۱۹۴۹ء میں راجستھان میں منضم و مدغم ہو کر ایک ضلع بن گئی۔ گویا کل ۱۳۱ سال کی عمر اس ریاست کی ہوئی اس قلیل عمر میں اس چھوٹی سی ریاست[۱] نے علوم و آداب اور دین اور ارباب دین کی بڑی وسیع خدمات انجام دیں۔

مرحوم ریاست کی خصوصیات میں سے سادہ معاشرت، زندہ دلی، دینی رجحان خصوصاً علوم دینیہ کے حصول و طلب کا جذبۂ عام بطور خاص قابل ذکر ہیں اور راعی و رعایا دونوں میں مشترک۔

---

[۱] ریاست کا کل رقبہ ۲۵۵۳ میل تھا اور انضمام کے وقت کل آبادی تقریباً چار لاکھ اور آمدنی تخمیناً چالیس لاکھ روپے سالانہ تھی۔

چنانچہ ریاست اپنے آغاز قیام میں اگر ایک طرف متعدد مشاہیر معقول و منقول کی اکابر شعر و ادب اور بکثرت علماء و مجاہدین کے لئے مأمن و مستقر ثابت ہوئی تو دوسری طرف اپنی مختصر سی تاریخ میں علماٗ اطباء، حفاظ، ادباء، شعراء اور جدید تعلیم یافتہ حضرات اس کی خاک پاک سے پیدا ہوئے اس کے مہد میں تربیت پائی اور وہیں رہے تو خاموشی کے ساتھ محو افادہ رہے باہر نکل گئے تو شہرۂ و قبول سے بہرہ ور ہوئے۔

حسب ذیل اکابر و مشاہیر کا تعلق ریاست سے عارضی قیام یا کسی وقت سے استفادہ کا رہا۔ سید احمد شہید بریلوی، معلم رابع امام فضل حق خیرآبادی، مفتی محمد عوض بدایونی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی مولوی نجف علی جھجری، شیخ محمد محدث تھانوی، شاہ ابو سعید مجددی، نواب صدیق حسن خاں قنوجی مرزا اسد اللہ خاں غالب، حکیم مومن خاں، نواب فقیر محمد خاں گویا، اسد لکھنوی، سید ظہیر الدین ظہیر دہلوی مضطر خیرآبادی، بسمل خیرآبادی، شمس العلماء، علامہ عبد الحق خیرآبادی، مولانا سید نصیر الدین دہلوی میر عبد العلی سہسوانی، حکیم عابد علی کوثر خیرآبادی۔

حسب ذیل رجال علم و عمل نے اس سرزمین کو اپنے مستقل قیام و توطن سے زینت بخشی۔ غازی شیخ ولی محمد پھلتی، حافظ شیخ وجیہ الدین باغپتی، مولوی خیر الدین شیرکوٹی، مولوی حیدر علی رامپوری، مولانا محمد حسن خاں (تلمیذ مفتی صدر الدین آزردہ) مولوی امام الدین (تلمیذ علامہ فضل حق) حکیم امام الدین خاں، دہلوی طبیب محلات شاہی، علامہ عبد الرحمن چشتی دکنی، مولانا محمد سورتی، مولانا علی احمد بہاری (تلمیذ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی) ابو البرکات میر دائم علی عظیم آبادی

کثرت کے ساتھ علماء و فضلاء کے استقرار و توطن کے بعد مادر وطن نے خود بھی اعیان علوم و فنون کو جنم دیا اور دیکھتے دیکھتے یہ ریاست علوم و فنون کا گہوارہ بن گئی۔ اس خاک سے پیدا ہونے والے حضرات میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

مولوی منشی نور الحق، ابن خیر الدین شیرکوٹی، علامہ سید برکات احمد، شمس العلماٗ

مولانا عبداللہ ٹونکی، مولانا حیدر حسن خاں، مولانا محمود حسن خاں، علامہ سید محمد احمد ہاشمی، علامہ معین الدین ٹونکی ثم اجمیری، مولوی مفتی عبدالرحیم، مولوی سید محمد عرفان، مولانا سید محمد طلحہ صاحب، سید محمد عمر حسنی، شفاء الملک حکیم نظام الدین ٹونکی ثم اجمیری، شفاء الملک حکیم سید ظہیر احمد برکاتی، علامہ سید مختار احمد ٹونکی ثم حیدرآبادی، پروفیسر محمود شیرانی، کیف ٹونکی، سیف ٹونکی، اختر شیرانی، اور مولانا، حبیب اللہ خاں افغانی وغیرہم۔

علوم و فنون سے اس شغف کا نتیجہ تھا۔ کہ ہر مسجد۔ اور مساجد کی کثرت بھی شاید فقید المثال تھی۔ لازماً مدرسہ یا کم سے کم مکتب، اور طلباء کے لئے دارالاقامہ کا کام بھی دیتی تھی، ہر صحبت علمی و ادبی، صحبت ہوتی تھی۔ ہر وقت عقلی و نقلی مسائل و نظریات یا ادبی موضوعات پر مباحثات، مناقشات، مشاعرات ایسے ماحول میں کتابوں کی مانگ کا عالم کیا ہوگا؟ بس آپ تو اس کا تصور ہی کر سکتے ہیں۔ اور ہم نے ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔

ایک مثال سے ٹونک میں کتابوں کی کھپت اور کثرت استعمال کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صرف شہر ٹونک میں جس کی آبادی آخر آخر میں کم و بیش پچاس ہزار ہوگی پچاس کے قریب وراق و جلد ساز تھے۔ ایسی ارزاں، دیرپا، اور خوشنما جلدیں کہیں اور کم ہی دیکھنے میں آئی ہیں بعض بعض وراق تو بڑے ہی ماہر تھے۔ کہنہ، بوسیدہ، اور کرم خوردہ مخطوطات کی جلد بندی اس اہتمام، احتیاط، نزاکت اور نفاست سے کرتے تھے، کہ حیرت ہوتی تھی۔

بہر حال ٹونک چونکہ علم کا مرکز تھا علماء کا مرکز تھا۔ طلباء کا مرکز تھا اس لئے کتابوں کا بھی مرکز تھا۔ اور کتابوں کا نہیں، کتب خانوں کا مرکز تھا چھوٹے بڑے کتب خانے ایک دو نہیں دس بیس نہیں سینکڑوں تھے۔ ہر مدرسہ میں ایک ایک کتب خانہ، ہر عالم کے یہاں ایک کتب خانہ، ہر رئیس کے یہاں ایک کتب خانہ، اور ان میں سے دس بیس کتب خانے تو وہ تھے۔

جن کی شہرت اپنے نوادر کی کثرت تعداد کے باعث اسلامی ممالک اور یورپ تک پہنچ چکی تھی۔

چنانچہ جس کتب خانہ کا مختصر سرسری تعارف آج ہم کرا رہے ہیں وہ مکتبہ وزیریہ، مکتبہ وزیرالدولہ اور کتب خانہ نواب وزیرالدولہ کے ناموں سے علماء مصر و عرب اور مستشرقین مغرب میں بھی متعارف ہے۔

یہ کتب خانہ ٹونک کے فرماں روائے دوم، وزیرالدولہ نواب محمد وزیر خاں (م ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء) نے جمع کیا تھا۔ وزیرالدولہ کے جانشین نواب محمد علی خاں اگرچہ ایک فارغ التحصیل عالم، باقاعدہ رئیس اور صاحب تصانیف تھے مگر بعض تفصیل طلب اسباب و حوادث کی بنا پر، وہ جلد ہی معزول کر دیئے گئے۔ اس لئے یہ کتب خانہ امیر گڑھ کے قلعہ میں مقفل بلکہ مدفون رہا۔

موجودہ مسند نشین نواب اسماعیل علی خاں صاحب نے اسے اپنے محل میں منتقل کیا تو اس سے استفادہ کی صورت پیدا ہوئی۔ مرحوم نواب ولی احمد خاں ایم اے کے ایماء و تحریک سے میں نے ۱۹۵۱ء میں اس کے نوادر کی ایک فہرست مرتب کی تھی۔ اور ان میں سے چند نوادرات کے متعلق مختصر اور ابتدائی نوٹ لئے تھے کہ ۱۹۵۲ء میں مجبوراً ہجرت ہونا پڑا۔ یہ نوٹ میرے مسودات میں پڑے ہوئے تھے۔ جناب محمد ایوب قادری سے ان کا ذکر کیا۔ تو مصر ہوئے کم از کم اسی شکل میں انھیں شائع کر دو۔ اس لئے اس تمہید کے ساتھ کتب خانہ وزیرالدولہ کے چند نوادر کا مختصر تعارف کرا رہا ہوں اور اب تو یہ مجموعۂ نوادر وہ ذخیرۂ جواہر ہندوستان کی مرکزی حکومت نے بیس ہزار روپے کی حقیر رقم کے عوض نواب صاحب سے حاصل کر لیا ہے۔

مشارق الانوار

ساتویں صدی ہجری کی نہایت مشہور اور متداول و مقبول کتاب ہے جس کو یکجا طور پر پہ صفحہ میں علم حدیث کی پہلی کتاب کہا جاتا ہے۔ جس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی دو ہزار دو سو چھیالیس احادیث کا انتخاب ہے۔ اس کے جامع علامہ رضی الدین ابوالفضائل حسن بن محمد الصغانی (ولادت ۵۷۷ھ وفات

۱۸۵۵ء ہیں۔ متن اور اس کا اردو ترجمہ کئی بار شائع ہو چکے ہیں۔

پیش نظر مخطوطہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی قراءت فرزند مصنف محمد بن حسن نے مصنف کے سامنے کی ہے۔ اس کا نمبر کتب احادیث میں ۱۷۵ ہے۔

کشف الاسرار بزدوی　　۱۱۸ اصول فقہ

علم اصول فقہ میں فخر الاسلام علی بن محمد بن حسین البزدوی کی معروف کتاب اصول بزدوی ہے اپنی کتاب کی خود مصنف نے **کشف الاسرار** کے نام سے شرح کی تھی یہی شرح خود بزدوی کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہے۔ اس نسخہ کی قدر و قیمت اسی خصوصیت کی وجہ سے بہت زیادہ ہے مگر مزید فخر یہ کہ مخطوطہ موصوفہ عہد عالمگیر کے نامور فاضل ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کی ملک رہا ہے۔ ملا نے اسے آگرہ میں اٹھائیس روپے میں خرید اتھا۔

صفحہ اول پر خود ملا نے دست خاص سے تحریر فرمایا ہے

"کشف الاسرار شرح البزدوی فی علم اصول الفقہ۔ اشترىٰہ العبد الضعیف الراجی الیٰ رحمۃ الرب الکریم عبد الحکیم بن شیخ شمس الدین اللہ حی ثم سیالکوٹی فی بلدۃ آگرہ بمبلغ ۲۸ شاہ مرادی ۔"

کتاب پر نواب وزیر الدولہ اور نواب محمد علی خان والیان ٹونک کی مہریں ہیں۔

مکتوبات امام ربانی جلد دوم

مکتوبات امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کی دوسری جلد جس کا نام "نور الخلائق" ہے اور جسے خواجہ عبد الحی نے خواجہ محمد معصوم کے ایما پر جمع کیا تھا۔ اس جلد کا یہ نسخہ خواجہ محمد معصوم نے اپنے ارادت مند اور تلمیذ نور محمد بن شیخ پیر محمد الباس السلطان پوری کو ارسال فرمایا تھا۔ نور محمد نے

اس کی تصریح کی ہے۔

"وصل ہٰذا المجلد الی مالکہ الکاتب لہٰذہ الحروف المقابل لہٗ بارسال مرشدہ (خواجہ محمد معصوم) فی اول شہر ربیع الاول سنۃ خمس وستین والف من الہجرہ (۱۰۶۵ھ)"

مالک نے اس کا مقابلہ وسط ربیع الآخر میں ختم کیا۔ یہ کتاب ۱۴۴۔اوراق (۲۹۶ صفحات) پر ختم ہوتی ہے اور ۹۹ مکاتیب پر مشتمل ہے آخری خط سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے خط کے جواب میں ہے۔

بحر الجواہر

علم طب کے فن لغات الادویہ میں عربی کی ایک متوسط معیار کی کتاب **بحر الجواہر** ہے۔ جو اکمل المطابع دہلی، مطبع مجتبائی دہلی اور مطبع علوی لکھنؤ سے کئی بار شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، تاریخ ادب فارسی در عہد مغول، اور کیٹلاگ کتب خانۂ ٹیپو شہید وغیرہ میں شاہ بابر کے دبیر و طبیب یوسفی (یوسف بن محمد بن یوسف) کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کتاب محمد بن یوسف الہروی کی تصنیف ہے۔

اس سلسلہ میں میرا ایک مضمون ہمدرد صحت کراچی میں شائع ہو چکا ہے بہرحال **کتب خانۂ وزیر الدولہ** میں **بحر الجواہر** کا نسخہ خود محمد بن یوسف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور اس طرح یہ نہایت بیش قیمت ہے۔

تحفۂ وزیریہ

خاتم الحکماء والمتکلمین علامہ عبد الحق بن فضل حق خیر آبادیؒ فلسفۂ کلام اور منطق کے امام الائمہ تو تھے ہی۔ مگر یہ واقعہ بہت کم حضرات کو معلوم ہے۔ کہ آپ کو ان علوم کے علاوہ علم النحو سے بھی

شغف تھا اور اسی شغف کا نتیجہ تھا۔ کتاب طبعیات اور ما وراء الطبیعیات کی آخری کتابوں کے درس کے ساتھ ساتھ ایک سبق نحو کا بھی ضرور دیا کرتے تھے۔

یہی نہیں۔ بلکہ آپ نے الکافیہ فی النحو لابن الحاجب کی شرح تسہیل الکافیہ کے نام سے تحریر فرمائی تھی جو شائع بھی ہو چکی ہے اور صحیح النسبت خیر آبادی خانوادوں میں داخل درس بھی رہی ہے۔

علامہ مرحوم کا ایک دوسرا نادر الوجود رسالہ بھی اس فن میں ہے اس کا نام تحفہ وزیریہ ہے۔ حضرت علامہ ایک بار نواب وزیر الدولہ کی دعوت پر ٹونک تشریف لائے تھے اور چند سال قیام بھی فرمایا تھا۔ اسی زمانہ میں یہ رسالہ تحریر فرما کر نواب صاحب کو عطا فرمایا تھا۔ اور اسی مناسبت سے اس کا نام تحفہ وزیریہ رکھا گیا ہے

کہنے کو تو یہ ایک مختصر کتاب ہے مگر اس کا مطالعہ کرنے والے ہی جانتے ہیں۔ کہ یہ اختصار کس قدر جامعیت لئے ہوئے ہے۔ اور اس ایجاز میں کتنے اطناب پنہاں ہیں۔

میرے ابہام پہ ہوتی ہے تصدق توضیح　　میرے اجمال سے کرتی ہے تراوش تفصیل

کاش اس دور کے مدارس عربیہ عصبیت سے بالاتر ہو کر سوچنے کی صلاحیت سے محروم نہ ہو گئے ہوتے تو یہ متن متین ان کے نصاب کا جزو ہوتا۔ اور اس طرح بہت سی متون کی شروح و حواشی سے بے نیازی ہو جاتی اور عہد حاضر کی تو بات ہی کیا ہے۔ یہ تو عہد طرق مستفیمہ (ڈائریکٹ میتھڈس اینڈ) ہے۔ اور سرے سے صرف و نحو کی تحصیل کو غیر ضروری اور لا حاصل تصور فرما لیا گیا ہے۔ خیر۔!

تحفہ وزیریہ کا اصل مسودہ کتب خانہ میں نہیں ہے بلکہ کسی خوشنویس کا لکھا ہوا نہایت خوشخط نسخہ ہے ممکن ہے مسودہ حضرت علامہ ہی کے پاس ہو اور انھوں نے یہ خوشخط مبیضہ نواب صاحب کو عطا کیا ہو۔

اس متن متین کی ایک نقل والد مرحوم (علامہ حکیم سید محمد احمد) نے اپنے کتب خانہ

کے لئے حاصل فرمائی تھی۔ جو خاکسار کے پاس موجود ہے۔

دستنبو

غالب کا مشہور مطبوعہ رسالہ ہے۔ یہ رسالہ غالب نے وزیر الدولہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اس مطبوعہ رسالہ کے ورق ۲ پر جو سادہ تھا۔ غالب نے اپنے قلم سے ایک قطعہ لکھا تھا جس کا دوسرا شعر یہ ہے۔

کہ بدین حیلہ مگر یاد آید　　غالب خستہ کہ رفت است زیاد

یہ قطعہ غالب کے کسی مجموعۂ کلام میں شامل نہیں ہے اس کا عکس برادرم مولوی منظور الحسن برکاتی "آج کل" دہلی میں شائع کر چکے ہیں۔

قرآن مجید

قرآن مجید کا ایک مخطوطہ (خطی نسخہ) بھی کتب خانہ کی قیمت و زینت بیش از دیاد کا موجب ہے۔ اس مخطوطہ کی کتابت شاہ دین پناہ محی الدین اورنگ زیب سے منسوب کی گئی ہے خاکسار اس نسبت کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کرنے سے معذور ہے۔

مخطوطہ:- الٓرٰ تلک آیات الکتٰب المبین سے

والذین هم محسنون　　تک ہے

صفحہ اول پر نواب محمد علی خاں رئیس ٹونک، کی مہر اور دستخط ثبت ہیں۔

فتوائے شاہ عبد العزیز

کتب عقائد (۲۵) میں ایک قلمی رسالہ ہے جو دراصل نواب وزیر الدولہ کے استفتاء اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے فتوے پر مشتمل ہے۔ استفتاء تعزیہ داری کے سلسلہ میں ہے

اس سوال و جواب کا پس منظر یہ ہے۔ کہ سرونج (علاقہ ٹونک) میں چند سنی افغانی خاندانوں نے تعزیہ داری (بلوازمہا) شروع کر دی تھی، جلوسوں کی مسابقت وغیرہ کی باہم فسادات ہوئے حکومت نے دخل دیا۔ تو افغانی تعزیہ دار مزاحم ہوئے لیکن والیٔ ٹونک نے اس گروہ کے سرداروں کو ٹونک بلا کر روک لیا۔ اور اس کے بعد عملاً تعزیہ داری بند ہو گئی۔

عملاً اس لئے لکھ رہا ہوں کہ اس سلسلہ میں کوئی حکم نافذ نہیں کیا گیا۔ اس لئے میرا قیاس یہ ہے کہ والیٔ ٹونک اور تعزیہ دار سرداروں نے شاہ صاحب کو حَکَم بنایا ہو گا۔ اور اس مقصد کے لئے ان سے استفتاء کیا ہو گا۔

یہ فتوٰی فتاوائے عزیزیہ میں نہیں ہے۔ اس لئے ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

مکتوب عزیزی

اسی جلد میں ایک قلمی رسالہ ہے جو نواب احمد یار خاں خلف نواب ذوالفقار خاں، خلف حافظ رحمت خاں کے عریضے اور حضرت شاہ صاحب کے جواب پر مشتمل ہے۔

وصیت نامہ سید احمد شہیدؒ

فن عقائد (۳۷) میں ایک مجلد ہے جس میں متعدد و مختلف رسائل ہیں کوئی منطق میں ہے۔ کوئی نحو میں۔ ان میں تین خاص رسائل کا سرسری تعارف غالباً دلچسپی کا موجب ہو گا۔

پہلا رسالہ سید احمد شہیدؒ کا وصیت نامہ اور اجازت نامہ ہے جس کا خطاب ان تمام طالبان راہ حق و سالکان ہادیٔ مطلق کی طرف ہے جو موصوف سے حاضرانہ یا غائبانہ محبت رکھتے ہیں شروع میں بیعت کے مقاصد پر گفتگو فرمائی ہے اس کے بعد تحریر فرمایا ہے۔ کہ اساس شریعت مصطفویہ دو امور پہ ہے۔ اول :۔ ترک اشتراک، دوم :۔ ترک بدعات

ترک اشتراک :۔ بیانش آں کہ ہیچ کس را از جن و ملک و پیر و مرید و استاد و شاگرد

دنیوی وولی حلال مشکلات و دافع بلیات وقادر بر تحصیل منافع نداند ...... ایشاں را قادر بر حوادث زماں و عالم السر والاعلان نہ شمارد - کہ ایں امر محض کفر و شرک است -

ترک بدعات :- حتی الوسع سعی ترک آں باید نمود و بعد ازاں ہر مسلمان را دعوت بسوئے آں باید کرد - چناں کہ اتباع شریعت فرض است ہمچنیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض است "

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

طالبان حق را باید کہ ہمیں امور را پیش نظر داشتہ بایک دیگر بیعت نمایند خصوصاً سعادت انتساب مناقب اکتساب فضائل مآب رفیع القاب کمالات نشان نواب وزیر الدولہ محمد وزیر خاں بہادر ایدہ اللہ ...... پس بذمہ ایشاں لازم است کہ اولاً ترک امور مذکورۃ الصدر نمایند - وقلب قالب را متوجہ بسوئے حق کنند و اتباع شریعت عز ظاہراً و باطناً پیش گیرند وتمامی اجناس اشراک و الواث بدعات را از خود دور نمایند و بعد ازاں جمیع طالبین حق را بسوئے آں ترغیب دہند انشاء اللہ کلہم گویاں از رسوم شرک پاک خواہند شد

مکتوب سید احمد شہیدؒ

مجلہ میں دوسری دلچسپ چیز سید احمدؒ کا ایک مکتوب ہے جو وزیر الدولہ کے نام تحریر فرمایا گیا ہے - تحریر فرماتے ہیں -

ہر کہ بایں جانب انتسابے داشتہ باشد اورا نصحاً بسیار دریں باب سعی جمیل می باید فرمود و نظر بحال خود فرمودہ ازیں کار ہمہ رہ باز نماند و بخیال زنہار دگر من کیستم ؟ تا ایں امر عظیم بر سد نہم کہ عجیب عنایت ایزدی بحال ایں فقیر است کہ ہر کہ از منتسباں ایں جانب باشد و بہدایت و تربیت خلق مشغول شود حضرت رب العزت خود متکفل

اصلاح وتربیت او می شود خود بر حال او نزول برکات می فرماید۔

بارہا تجربہ نمودہ ام کہ اگر کسے از منتسبان ایں فقیر بتعلیم وہدایت عباد خود را

گماشت اگرچہ خود او از بعضے حالات عادی باشد۔ بندگانِ خدا را منافع

بسیار و فوائد بے شمار نصیب گردد۔

شجرہ سید احمد شہیدؒ

تیسرا رسالہ سید احمد شہیدؒ کا شجرہ طریقت ہے جو انھوں نے اپنے مرید

دستر شد نواب وزیر الدولہ کو عطا فرمایا تھا۔

دلائل الخیرات

ایک اور خاص چیز جو جناب شہید کے مؤرخین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوئی اس کتب خانہ

میں تھی۔ لیکن افسوس کہ وہ کتب خانہ اب اس سے محروم ہے۔ یہ ہے دلائل الخیرات کا وہ نسخہ جو شہید

موصوف کے زیر تلاوت رہا تھا۔ فہرست میں اس نسخہ کے کتب خانہ میں شمول کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ

"معرفت شمس الدین بقیمت بست روپیہ خریدہ شد"۔

یہ نسخہ ریاست کے چوتھے رئیس نواب ابراہیم علی خاں نے اپنی ایک

بیگم کو بخش دیا تھا۔ ایک نواب وزیر الدولہ تھے جنھوں نے یہ نسخہ حاصل کیا تھا۔ اور ایک

نواب ابراہیم علی خاں تھے جنھوں نے اپنی بیگم کو بخش دیا۔ کتب خانہ میں دلائل الخیرات کے

اور بھی نسخے تھے وہ بھی دیئے جا سکتے تھے۔ یہ یادگار اور تاریخی مخطوطہ محفوظ رہتا تو کتب خانہ کی قیمت و

زینت کو مضاعف ہی کرتا۔

فہرست نگار نے لکھا ہے۔

بتاریخ یکم ماہ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ بنام نواب فردوس زمانی بیگم صاحبہ

مرمت شد۔ زبانی حافظ عبدالرحمٰن صاحب نوشتہ شد

چند اور نوادر احمدیہ

جماعت مجاہدین کے لٹریچر کی دو اور اہم چیزیں بھی اس کتب خانہ میں ہیں جن کے صرف نام ہی میری یادداشت میں تحریر ہیں۔ مزید تفصیلات نہیں ہیں

(۱) تقریر سید احمد صاحب (کتب تصوف ۲۰۵)

(۲) مجموعہ خطوط سید احمد صاحب (کتب تصوف ۲۰۶)

مسائل فقہ (از شاہ عبدالعزیزؒ)

کتب فقہ فارسی (۲۰۸) میں ایک قلمی کتاب "مسائل فقہ" کے نام سے ہے اس میں بھی متعدد استفتاء اور فتاوٰی ہیں۔ مستفتی نواب وزیرالدولہ ہیں۔ اور مفتی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ اس مجموعہ میں سے چند فتاوٰی ہنوز غیر مطبوعہ ہیں[1]

چند فتاوٰی۔ کتاب "فتاوٰی عزیزی" میں بھی ہیں۔ اور چند فتاوٰی ایسے ہیں — جو فتاوٰی عزیزی میں ناقص ہیں اور اس مخطوطہ میں کامل ہیں۔ مثلاً

"سود دادن بحربیاں" (فتاوٰی عزیزی۔ ص ۲۰، مطبع مجتبائی دہلی)

مجموعہ رسائل تصوف

کتب تصوف (۱۳۱) میں ایک مخطوطہ ہے جو ۲۳ رسائل کا مجموعہ ہے۔ یہ رسائل ابوالفضل بن مبارک کے زیر مطالعہ اور اس کی ملک رہے ہیں۔ بیشتر رسائل پر ابوالفضل کی مہر اور اس کے ہاتھ کی تحریر ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

---

[1] فتاوٰی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سلسلہ میں برسبیل تذکرہ عرض ہے کہ ٹونک کے ایک اور کتب خانہ سعیدیہ (مقبوضہ حکومت راجستھان) میں ۵۳۱ پر ایک قلمی مجموعہ "فتاوائی شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین" کے نام سے ہے جو مولوی انور علی تلمیذ مولانا حسن علی لکھنوی تلمیذ شاہ عبدالعزیز کا مرتبہ و نوشتہ ہے۔

(واوین میں ابوالفضل کی عبارت منقول ہوگی)

۱ :- رسالہ دعاء الختم علی بن ابی طالبؓ ، مہر

۲ :- "کتاب کشف اسرار نفائس الحکم المنتخرجہ من جوامع الکلم من تصانیف الشیخ الامام الکامل المکمل الوارث قدوۃ المحققین ابی المعالی محمد بن اسحٰق بن محمد القونوی غفر اللہ لہٗ"۔ مہر

۳ :- رسالۃ الانوار - از ابن عربی "فیہا بیان کیفیۃ السلوک ثم کیفیۃ الوصول والتوقف بین یدیہ - ثم کیفیۃ الخضوع"۔ مہر

۴ :- "کتاب النصوص للشیخ الفاضل المکمل الوارث صدر الملۃ والدین محمد بن اسحٰق القونویؒ" مہر

۵ :- وصیت نامہ حضرت علیؓ

۶ :- نفثۃ المصدور وتحفۃ الشکور - از الشیخ صدر الدین محمد بن اسحٰق القونوی" مہر

۷ :- رسالۃ المرشدہ للشیخ الکامل صدر الملۃ والدین القونوی - فی اسرار التصوف"

دوسری عبارت :-

وہی من الکلام ...... القونوی .. وہی الرسائل المعروفۃ بالمفاوضات التی کانت بینہ وبین المولیٰ .... الطوسی .... " مہر

۸ :- "جواب مکتوب شیخ صدر الدین قونوی کہ خواجہ نصیر الدین طوسی نوشتہ اند" مہر

۹ :- این مکتوب است کہ در مرتبہ دوم شیخ صدر الدین قونوی بخواجہ نصیر الدین طوسی در جواب جواب ایشان نوشتہ اند - قدس سرہٗ" مہر

۱۰ :- رسالہ کہ در مکتوب دوم حضرت شیخ صدر الدین قونوی اشارت فرمودہ کہ متصل بمکتوب نوشتہ بود - در اصل کتاب - باین عبارت :- الرسالۃ ہی ہذا " مہر

(۱۱) "مکتوب شیخ صدرالدین قونوی بخواجہ نصیرالدین طوسی" مہر

(۱۲) "جواب خواجہ نصیرالدین طوسی مکتوب سوم شیخ صدرالدین قونوی" مہر

(۱۳) "مکتوب چہارم شیخ صدرالدین قونوی در جواب ابن ماجہ" (طوسی) مہر

(۱۴) "مکتوب شیخ صدرالدین قونوی شیخ عفیف الدین" مہر

(۱۵) "کتاب شیخ صدرالدین قونوی بجانب ابن سبعین علیہ الرحمۃ" مہر

(۱۶) "کتاب آخر الی بعض الاخوان"

(۱۷) "رسالہ المرشدہ للشیخ الکامل الوارث المحقق صدر الملۃ والدینؒ فی التصوف" مہر

(۱۸) "الرسالہ للشیخ صدرالدین القونوی" مہر

(۱۹) "نسخہ وصیۃ الشیخ صدرالدین القونوی"

(۲۰) مکتوب الی السلطان الشیخ سیف الحق والدین

(۲۱) "رسالہ فی طریق التوجہ الی اللہ" مہر

(۲۲) "فوائد لاشتی" فی التصوف

(۲۳) رسالہ جلیلہ ارسلہا شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ الی فخر الدین الرازی

دیگر نوادر

مذکورہ رسائل و کتب کے علاوہ اور بھی نادرات اس ذخیرہ میں ہیں۔ مثلاً

(۱) مجموعۂ متن متین جواب شاہ رفیع الدین۔

(۲) شرح تسہیل النحو۔ بخط مصنف

(۳) آئین اکبری کے دو نسخے ۱۔ نوشتہ ۱۰۶۲ھ

۲۔ نوشتہ ۱۰۴۸ھ

(۴) شواہد النبوت - عبدالرحمٰن جامی نوشتہ عہد مؤلف

(۵) دیوان جامی - نوشتہ عہد مولف

(۶) کحل الشفاء - مسودۂ مصنف وغیرہ

اس کتب خانہ میں کتابوں کی کل تعداد ۳۶۱۶ ہے ان میں سے ۸۲۹ مطبوعہ ہیں اور ۲۷۸۷ قلمی

اس کتب خانہ کی جس فہرست سے میں نے استفادہ کیا ہے۔ وہ ٹونک کی معروف شخصیت داروغہ محمد یعقوب صاحب صدیقی کی مرتبہ اور انھیں کے قلم کی لکھی ہوئی نہایت خوشخط ہے۔ داروغہ محمد یعقوب صاحب شیخ وجیہ الدین صاحب باغپتی کے فرزند تھے، شیخ وجیہ الدین ابن شیخ محمد پناہ حضرت سید احمد شہید کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اور میرے جد امجد حکیم سید برکات احمد کے حقیقی خالو تھے۔ سرحد و پنجاب کے معرکوں میں سید شہید کے دوش بدوش معروف جہاد رہے۔ حادثۂ بالاکوٹ کے بعد باقی افراد جماعت کے ساتھ شکارپور (سندھ) میں مقیم ہو گئے تھے۔

۱۲۵۲ھ میں وزیر الدولہ نے ان سب حضرات کو ٹونک بلا لیا تھا شیخ صاحب ریاست کے ذمہ دار مناصب پر متعین رہے۔ ان کے فرزند محمد یعقوب صاحب بھی، داروغہ کے معزز اور اہم منصب پر تا زندگی فائز رہے۔ فارسی و عربی کے عالم تھے حمایت دین کا جذبہ وراثت میں پایا تھا حسن عمل اور تقویٰ سے بہرہ مند تھے۔ اعلیٰ علمی ذوق تھا جس کا ایک نمونہ یہ فہرست ہے۔

ان کے صاحبزادے جناب محمد یوسف صدیقی ابھی بھارت ہی میں ہیں۔ اور فریضہ اقامت دین کی بجا آوری میں بصد خلوص منہمک ہیں۔

ف محمد یوسف صاحب صدیقی ۱۹۷۶ء میں وفات پا چکے ہیں

تمت